بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَیَذَّکَّرُ مَن یَّخشٰی

فلاح دارین

جلد دوم

بیانات

مشہور مفسر قرآن، الحاج حضرت مولانا محمد فاروق صاحب بڑودوی مدنی

دامت برکاتہم، استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر

پسند فرمودہ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروری قاسمیؒ

سابق شیخ الحدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر (گجرات)

مرتب

محمد بلال اشاعتی ساتونوی

نام کتاب : فلاح دارین (جلد دوّم)

ضبط وترتیب : محمد بلال اشاعتی ساتونوی۔

باراشاعت : دوسری مرتبہ ۱۴۳۶ھ
اگست ۔2015

تعداداشاعت : 2200

قیمت : Rs. 100

ملنے کے پتے

(۱) حضرت مولنا مفتی محمد عارف صاحب 9898171655

(۲) مولنا محمد یحی صاحب نندور باری 9673156472

(۳) محمد بلال اشاعتی ساتونوی (مرتب) 9405060763

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار

	دنیا کی بے ثباتی اور اس میں زندگی گزارنے کے طریقے	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

اہل اللہ کی نظر ایک ایک جملہ پر جاتی ہے ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی چند دنوں پہلے ایک بہت اچھی تنبیہ فرمائی، وہ ختم بخاری شریف کی ایک تقریب میں تشریف لائے تھے، سورت کے سیلاب کا حادثہ حضرت بیان فرمارہے تھے تو فرمایا کہ مسلمان اپنے آپ کو پہچانتا نہیں ہے، اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا نہیں چاہتا اسلئے بیٹھے بیٹھے کہتا ہے کہ ہمارے اوپر حالات آرہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ حالات تو اہل اللہ پر آتے ہیں ہم سیدھے سیدھے اس بات کا اقرار کرلیں کہ یہ حالات نہیں ہیں، یہ تو ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نفس، انسان کا خطرناک دشمن ہے

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتو کل علیہ؛ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا. من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ؛ومن یضللہ فلا ھادی لہ؛ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وبا رک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا؛ اما بعد فاعو ذ باللہ من الشیطا ن الرجیم . بسم اللہ الرحمن الرحیم؛.

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّا ھا ،فَاَلھَمَھَا فُجُورَھَاوَتَقوَاھَا قَد اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰا ھَاوَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا؛وعَنِ النَّبِّی ﷺ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَہٗ اِیْمَانًا وَاِحتِسَا بًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِہٖ؛صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیم و صدق رسولہ النبی الکریم؛ ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العلمین:۔

معزز بھائیو، بزرگو، اور دوستو!

اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور اسکی نظر انتخاب کا نتیجہ ہے کہ مجھے اور آپ کو دوبارہ ہماری روحانیت اور نفسانیت کی بیٹری چارج کرنے کے لئے ایک مبارک مہینہ ماہ رمضان عطا فرمایا ہے اس مہینہ کا مقصد بھوکا پیاسا رہنا اور عام رسم (normal routine) کی طرح روزے رکھ کر صبح وشام گزار دینا اور بسر کر دینا نہیں ہے۔

ماہ رمضان کا مقصد کیا ہے؟

دنیا اپنے اپنے نظریہ اور سوچ کے اعتبار سے اس مہینہ کا مقصد تلاش کرتی ہے فیلوسفی کو اسمیں فلسفہ نظر آتا ہے، ڈاکٹری کی نظر سے دیکھنے والے کو اسمیں طبی فائدے نظر آتے ہیں، جیسی جیسی جسکی نظر ہوتی ہے ویسے ہی اسکی اپنی سوچ ہے، ویسے ہماری گجراتی میں کہا جاتا ہے جسکی آنکھ پیلی ہو، اسکو ہر چیز پیلی ہی نظر آتی ہے، جس نے جیسا چشمہ لگایا اسکو ویسا ہی نظر آتا ہے، لیکن بندۂ مومن جو اللہ کا غلام ہو، وہ اپنی عقل، اور کسی فلسفہ کا یا کسی میڈیکل اور کسی سائنس کا غلام نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالی کا غلام ہوتا ہے، اور وہ اسکا مقصد احکم الحاکمین سے ہی پوچھتا ہے کہ روزہ کا جو مقصد تونے متعین کیا وہ کیا ہے اور اس کی حکمت کیا ہے؟ جو تونے بیان کیا بس وہی صحیح اور وہی اصل ہے، چاہے دنیا اس میں فائدے بیان کرتی ہو یا نہ کرتی ہو، ہمیں اس سے کچھ لینا دینا نہیں، اور قرآن پاک نے جو مقصد بیان کیا وہ آیت دوسرے دن کی تراویح میں گزر چکی، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں، يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ

عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُم لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ،اسکا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ رمضان کا اصل مقصد تقوی اور پرہیز گاری ہے،اور وہ اس لئے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اسکے ساتھ اسکا سب سے بڑا دشمن نفس لگا دیا ہے جو اسکے بہت قریب رہتا ہے۔

اندر کا دشمن،خطرناک دشمن

اور یہ اندر کا دشمن بڑا خطرناک دشمن ہے،گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے ،والی کہاوت مشہور ہے باہر کے دشمنوں سے نمٹنا آسان ہوتا ہے،لیکن اندرونی دشمنوں سے نمٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔اسی لئے ہر ملک میں باہر کی فوج (forces) اتنی مضبوط نہیں ہوا کرتی ہے جتنی اسکے اندر کی فوج مضبوط ہوا کرتی ہے،کسی بھی ملک کی داخلی سیاست اور اندرونی علاقائی سیاست زیادہ مضبوط ہونی چاہئیے ،اگر اندر کا دشمن پنپتا ہے اور اندرونی طور پر دشمنیاں پنپتی ہیں تو پھر باہر کے دشمنوں سے لڑنا زیادہ اہم نہیں ہوتا ہے، بلکہ پورے ملک کو اندرونی دشمن تباہ کر دیتا ہے انسان کا ایک دشمن تو باہر کا دشمن ہے،جسکو شیطان کہا جاتا ہے،لیکن ایک انسان کے اندر کا دشمن ہے جس کو ہم نفس کے نام سے یاد کرتے ہیں،اور یہ اسکا بہت قریبی دشمن ہے بالکل اسکے ساتھ رہتا ہے۔

پہلے قریبی دشمن کو ختم کرو

اسی لئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جو پہلے دیوبند اور اسکے بعد پاکستان منتقل ہوئے تھے،انہوں نے سورہ توبہ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک

بڑی پتہ کی اور قیمتی بات لکھی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ،یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا قَا تِلُوا الَّذِینَ یَلُونَکُم مِنَ الکُفّارِ ۔اے ایمان والو! تم قتال کرواُن کافروں سے جو تمہارے قریب رہتے ہیں اس آیت پاک کے ضمن میں حضرت مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ پہلے قریبی دشمن کو ختم کرو، اورانسان کا سب سے قریبی دشمن اس کا اپنا نفس ہے، لہذا پہلے اس کو مارو۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے اسلامی نظام چلانے کے لئے ایک بہترین تدبیر بیان فرمائی، اس آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن نے کہا کہ پہلے قریبی دشمن سے لڑو، پھر اس سے دور، پھر اس سے دور۔اور حضرت نے اس سے اصلاحِ نفس پر استدلال فرمایا حضرت فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ قریبی دشمن انسان کا کوئی ہوسکتا ہے تو وہ اسکا اپنا نفس ہے، اور قرآن کی آیت کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے، اور ایک باطنی معنی ہوتا ہے، سرسری اور ظاہری مطالعہ کرنے والے والے کو آیتوں کا ظاہری معنی اور مطلب ہی سمجھ میں آتا ہے۔

لیکن جو ارباب بصیرت ہیں، جن کے دلوں کو اللہ نے کھولا ہوا ہوتا ہے، جنکے قلب پر اللہ تعالی کی طرف سے ایک خاص نظر ہوتی ہے، اُنہیں قرآنی علوم کے چشمے پھوٹتے نظر آتے ہیں، اُنہیں قرآن کے اندر حقائق نظر آتے ہیں، ہمارے علماء کو اسمیں یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ قرآن پاک میں سیاست (Politics) کا بھی بیان ہے جنگ اور لڑائی کے لیئے باہر کے دشمنوں سے تو بعد میں نمٹنا چاہیئے پہلے اندرونی دشمنوں سے نمٹنا چاہیئے۔

آپ ﷺ نے پہلے اندرونی دشمنوں سے مقابلہ فرمایا

اور جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کا مقابلہ بعد میں کیا، نصاری کا مقابلہ بعد میں کیا، مجوس کا مقابلہ بعد میں کیا، سب سے پہلے اگر کسی کا مقابلہ کیا تو وہ کفارِ عرب تھے جن کا مقابلہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے کیا جس کو غزوۂ احد، غزوہ خندق، غزوہ احزاب کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ جتنی بھی جنگیں شروع شروع میں لڑی گئیں یہ اندرونی دشمنوں سے ہی لڑی گئیں، اور باہر کے دشمنوں سے بہت بعد میں جنگ ہوئی، مثلا بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع، ان سب کا معاملہ بعد میں پیش آیا اور تبوک کی طرف تو بہت بعد میں آپ ﷺ نے نگاہ ڈالی ہے، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے بالکل اخیر اخیر مرحلہ میں اُدھر توجہ فرمائی، مجھے اصل میں یہ بتانا ہے کہ ہمارا سب سے قریبی دشمن جو ہمارے اندر ہے اور ہمارے پاس چوبیس گھنٹہ رہتا ہے وہ ہمارا نفس ہے۔

پہلے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا، بلکہ یوں کہیئے، اللہ کرے کہ یہ بات صحیح ہو، کہ نفس اتنا خطرناک دشمن ہے کہ رمضان کے مہینہ میں بیرونی دشمن یعنی شیطان کو تو باندھ دیا جاتا ہے لیکن نفس کو نہیں باندھا جاتا ہے یہ تو ساتھ میں ہی لگا رہتا ہے، اسکے اوپر کسی کی پکڑ نہیں، اگر اسکے اوپر کوئی پکڑ کر سکتا ہے، تو صرف انسان ہی پکڑ کر سکتا ہے، تو یہ نفس انسان کا بڑا خطرناک دشمن ہے یہ انسان کو انسان بھی بنا سکتا ہے، اور یہی انسان کو انسانیت سے اتار کر حیوانیت پر بھی لا سکتا ہے، آپ اسلام کی تاریخ کو پڑھیئے کہ جس نے بھی اپنے نفس کی اصلاح کی اللہ تعالی نے اسے کامیاب فرمایا اور وہی دارین میں کامیاب ہوا، اور اسکی وجہ یہ نفس بنا۔

نفس کا پہچاننا آدمی کو قیمتی بنا دیتا ہے

اسی نفس نے حضرت آدمؑ کو توبہ کرنے پر آمادہ کیا، انہوں نے اپنے نفس کو بنایا تھا انہوں نے اپنے نفس کی صفائی کی تھی انہوں نے اپنے نفس کو پہچانا تھا اس بات کو ذرا سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ انہوں نے اپنے نفس کو پہچانا تھا کہ نفس کتنا بڑا خطرناک دشمن ہے یہ نفس کہاں سے اتار کر مجھ کو کہاں پھینک سکتا ہے، اور کہاں سے اٹھا کر مجھ کو کہاں پہونچا سکتا ہے، یہ سب باتیں حضرت آدمؑ نے سمجھی تھیں، اسی لئے تو حضرت آدمؑ نے ہونے والی غلطی کی نسبت خود اپنی طرف کی، اللہ تعالی کی طرف نہیں فرمائی، انہوں نے فرمایا ،رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّم تغفِرْ لَنَا وَتَرحَمْنَا لَنکُونَنَّ مِنَ الخاسِرِینْ کہ اے ہمارے رب ہماری اس غلطی کو معاف فرما۔ اور اس کے بالمقابل شیطان نے غلطی کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی اس نے کہا، فَبِمَا اَغْوَیْتَنِی لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ، وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ آپ نے جو مجھ کو گمراہ کیا تو میں آپ کے بندوں کو بھی نہیں چھوڑوں گا، دیکھئے شیطان نے اپنی غلطی کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی ﴿نعوذ با للہ من ذا لک﴾ اور حضرت آدمؑ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ میں نے جو غلطی کی اس کو آپ معاف فرمایئے، دونوں میں فرق ہے، اور یہ فرق نفس کو پہچاننے اور نہ پہچاننے کا ہے، جب انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے، اور اپنے آپ کو سمجھتا ہے، اللہ تعالی کی بزرگی کا اعتراف کرتا ہے، اور اپنے نفس کو اپنا دشمن سمجھتا ہے، اپنے نفس کی حقیقت اس کے سامنے آتی ہے، تو پھر وہ کسی بھی غلطی کی نسبت دوسروں کی طرف نہیں کرتا، بلکہ اپنی طرف کرتا ہے آج کل یہ خرابی ہمارے اندر بھی پائی جارہی ہے۔

برائی کی نسبت دوسروں کی طرف نہ ہوگی

اہل اللہ کی نظر ایک ایک جملہ پر جاتی ہے، ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی چند دنوں پہلے ایک بہت اچھی تنبیہ فرمائی، وہ ختم بخاری شریف کی ایک تقریب میں تشریف لائے تھے،سورت کے سیلاب کا حادثہ حضرت بیان فرمارہے تھے۔تو فرمایا کہ مسلمان اپنے آپ کو پہچانتا نہیں ہے، اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا نہیں چاہتا اسلئے بیٹھے بیٹھے کہتا ہے کہ ہمارے اوپر حالات آرہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ حالات تو اہل اللہ پر آتے ہیں، ہم سیدھے سیدھے اس بات کا اقرار کرلیں کہ یہ حالات نہیں ہیں، یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے بہت اچھی بات ارشاد فرمائی۔

حالات یہ تو اہل اللہ پر ان کے درجات بلند کرنے کے لئے آتے ہیں، اللہ تعالی ان کو اپنی ذات سے قریب کرنے کے لئے ان پر حالات لاتا ہے، حالات گنہگاروں پر نہیں آتے ہیں، گنہگاروں کو تو صاف صاف اس بات کا اعتراف اور اقرار کرلینا چاہیئے کہ ہم نے نفس پرستی کی، ہم نے اپنی من مانی کے مطابق زندگی کو ڈھالا، خدا نے ہمارے کرتوتوں کی سزا دی، اور جب سزا آتی ہے تو وہ عام آتی ہے اسمیں اچھے لوگ بھی مبتلاء ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالی کا عذاب عام ہوتا ہے

حضرت عائشہ ؓ کی روایت امام مسلمؒ نے نقل فرمائی اس میں حضور اکرم

ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ **یَغْزُوْ جَیْشٌ اَلْکَعْبَۃَ** ، ایک لشکر کعبۃ اللہ پر چڑھائی کریگا، **فَاِذَا کَانُوا بِبَیْدَاءَ مِنَ الاَرْضِ یُخْسَفُ بِاَوَّلِہِم وَ آخِرِ ہِم** : جب وہ لوگ سرزمین کے ایک مخصوص حصہ پر، یا چٹیل میدان میں پہونچیں گے تو سب کو دھنسا دیا جائیگا، حضرت عائشہؓ نے ہمارے لئے بڑا قیمتی سوال اور بڑے کام کی بات فرمائی، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ **یَا رَسُولَ اللّٰہِ** ﷺ **کَیفَ یُخْسَفُ بِاَوَّلِہِم وَ آخِرِہِمْ وَفِیہِمْ مَن لَّیْسَ مِنْہُم وَفِیہِم اَسوَاقُہُم؟ اَو کَمَا قَالَتْ** ؓ کہ یارسول اللہ سب کو کیسے دھنسایا جائیگا؟ جبکہ ان میں کے کچھ لوگ بیچارے تجارت کے لئے نکلتے ہیں جب کوئی لشکر کہیں حملہ کرنے کیلئے روانہ ہوتا ہے، تو ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک حملہ کے لئے ہی نکلے، کچھ تو دوکان کے لئے نکلتے ہیں کچھ تجارت کرنے کے لئے نکلتے ہیں تو اے اللہ کے رسول ﷺ بہت سے لوگ کعبہ پر حملہ کی نیت سے نہیں نکلے ہونگے، پھر سب کے سب کو کیسے دھنسایا جائیگا؟

حضور اکرم ﷺ نے اللہ کی سنت اور اللہ کی عادت اور اللہ کے نظام کی طرف اشارہ فرمایا کہ سب کے سب کو دھنسایا جائیگا ہاں یہ بات اور ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی اپنی نیت کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا پتہ چلا کہ جب آفت یا کوئی مصیبت آتی ہے، اللہ کی پکڑ آتی ہے، تو پھر یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ اسمیں کون بزرگ ہے، اور کون کیا ہے، ہر ایک کو اسکی لپیٹ میں لے لیا جاتا ہے، میں اصل میں یہ بتلانا چاہتا ہوں میرے بھائیو کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہمارا نفس ہے ہمارا بڑا دشمن شیطان تو بعد میں ہے، سب سے بڑا اور سب سے خطرناک جو دشمن ہے وہ انسان کا اسکا اپنا نفس ہے، جو ہمیشہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

نفس میں اللہ تعالی نے دو باتیں پیدا فرمائی ہیں

اور اسی نفس میں اللہ تعالی نے دو باتیں پیدا فرمائی ہیں فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا، نمبر ایک نفس میں فسق و فجور یعنی گناہ کرنے کا جذبہ اللہ کی نافرمانی کرنے کا مادہ بھی پیدا کیا گیا ہے، اور دوسرا مادہ اللہ تعالی سے ڈرنے کا بھی ہے جسکو فرمایا، وَتَقْوٰهَا اب جیسے اسکو مانجھا جائیگا جیسے اسکو بنایا جائے گا، جیسے صیقل کیا جائیگا وہ اسی کے مطابق ہوگا، ہیرا سمندر سے پتھر کی شکل میں نکالا جاتا ہے لیکن اگر اسکو مانجھ کر بنایا جاتا ہے، رگڑا جاتا ہے اور اچھی خاصی اس پر محنت کی جاتی ہے تب وہ چمکتا ہے۔

پہلے ہمیں نفس پر محنت کرنی ہوگی

میرے بھائیو۔ پہلے ہمیں اپنے نفس پر محنت کرنی ہوگی اس کو صاف کرنا پڑیگا اسکے اوپر کا میل کچیل دور کرنا پڑیگا، تب جا کر وہ چمکے گا سونے (Gold) کی حقیقت آپ جانتے ہونگے کہ سونے کی حقیقت کیا ہے؟ سورج جب صبح میں نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے ان دونوں وقت اسکا رنگ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تھوڑا تھوڑا تبدیل ہوتا ہے، ڈوبتے وقت اس کا رنگ گولڈن ہوتا ہے، پھر وہ اوپر آتا ہے، اسکے بعد ہمارے ریسرچ کرنے والے محققین اور مفسرین نے لکھا ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اسکی بعض شعاعیں سیدھی سمندر کے پانی کے بعض قطروں پر جاتی ہیں اور ان قطروں کے واسطے سے سمندر کے اندر جو جگہ ہوتی ہے اس پر وہ شعاعیں گرتی ہیں بس اس سے سونا تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ کھلا ہوا میدان، پہاڑ، اور چٹیل بیابان ہوتے ہیں اور مٹی کے جو بعض ذرات ہوتے ہیں اسکے اوپر راست جب سورج کی شعاعیں جاتی ہیں تو اس سے سونا تیار ہوتا ہے، بہرحال سونا زمین سے اور مٹی سے نکلتا ہے۔

لیکن پہچاننے والے ہی اسکو پہچان سکتے ہیں ہر ایک کو نہیں معلوم کہ یہ مٹی کیا چیز ہے اور وہ سونا ویسے ہی نہیں نکلتا ہے، بلکہ پہلے اسکو تپانا پڑتا ہے اسکو صاف کرنا پڑتا ہے پہلے اسکو آگ کی بھٹی میں ڈالنا پڑتا ہے تب جا کر وہ سونا اندر سے نکلتا ہے، اور کام کا بنتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالی کی طرف سے ہدایات، اللہ کی طرف سے تجلیات، اللہ کی طرف سے خصوصی نظر کرم بعض بندوں کے دلوں پر پڑتی ہے اور وہ اپنے دلوں کو مانجھتے ہیں اسکا تزکیہ اور صفائی کرتے ہیں تو پھر وہ دل کام کا دل بن جاتا ہے۔

کامیاب نفس بڑا مہنگا اور قیمتی ہوتا ہے

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا نفس پر محنت کرنے کے بعد انسان کا دل متقی بنتا ہے اور متقی بننے کے بعد نفس اتنا مہنگا ہو جاتا ہے کہ پھر پورے عالم کے لئے زینت بنتا ہے، سونے کا اگر کسی نے ہار یا پازیب پہن لی ہو، تو وہ شخص پورے انسانوں کے لئے زیب وزینت کا ذریعہ بنتا ہے، بس ایسے ہی جس نے اپنے نفس کو مزکی کر لیا تو پھر وہ پوری دنیا کے لئے زیب وزینت کا باعث بنتا ہے، پوری دنیا کے لئے برکت بنتا ہے، اور پوری دنیا میں اسکی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے۔

مقصد رمضان تقوی ہے

اور اسی نفس کی صفائی کے لئے اللہ رب العزت نے اس مہینہ کو نازل کیا ہے کہ اس مہینہ کے اندر نفس کو بھوکا پیاسا رکھ کر، اور اپنی خواہشات کو دبا کر انسان اپنے نفس کا صفایا کرے، اور اس مہینہ میں اتنی مشق کروائی جاتی ہے کہ آپ کی اپنی حلال خواہشات آپکی اپنی حلال روزی آپکی اپنی حلال بیوی حلال ضروریات ان سب سے اس کو روکا جاتا ہے، اور جو میں نے شروع میں ذکر کیا کہ انسان کا جذبہ ہر وقت یہ ہونا

چاہئے کہ میں اپنی عقل کا غلام نہیں ہوں، بلکہ اپنے رب کا غلام ہوں، اس جذبہ کے ساتھ جو اپنے نفس کو پالتا ہے، پوستا ہے، پرورش کرتا ہے تو پھر یہ نفس کام کا بن جاتا ہے، ورنہ یہ نفس انسان کو زبردست ہلاکت اور خسارہ میں ڈالتا ہے باقی باتیں انشاءاللہ بعد میں کریں گے، اللہ تبارک وتعالی ہم لوگوں کو اپنی حقیقت سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور رمضان کی معنویت سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

اپنی نیت کو درست کریں

میرے بھائیو!! پھر اخیر میں یہی کہتا ہوں کہ کہ ہم رسمی روایات کی طرح (normale routin) کی طرح عبادت کرنے والے نہ بنیں، بلکہ ذرا سوچیں کہ انسان سفر کرتا ہے وہ فوری سوچتا ہے کہ میں یہ سفر کیوں کر رہا ہوں؟ وہ اپنا مقصد تلاش کرتا ہے اسی طرح روزانہ سحری کے وقت سے آدمی یہ سوچے کہ کیا صرف رمضان کا مہینہ اسی لئے ہے کہ اعلان ہو رہا ہے کہ سحری کا وقت ختم ہو گیا، اب میں پانی کا گلاس رکھ دیتا ہوں شام کو سات بجیں گے، اور سات بج کر ایک منٹ پر پھر میں یہ پانی پیوں گا نہیں میرے بھائیو۔ بلکہ ہر آدمی اپنے آپ کے ساتھ یہ سوچے اور غور کرے کہ مجھ سے اس روزے کے ذریعہ کیا چاہا جا رہا ہے مجھ سے روزہ کیوں رکھوایا جا رہا ہے روزانہ اگر اپنی نیت کی تجدید ہوگی انسان اپنے آپ کا محاسبہ کریگا تو انشاءاللہ ہماری یہ عبادتیں کام کی بنیں گی اللہ رب العزت ہم لوگوں کو اپنی حقیقت سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ایمانداری کا زمانہ نہیں ہے، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، ایک مومن اور وہ ایسا کہے، مومن ایسا نہیں کہہ سکتا، میرے دوستو۔ زمانے سے ہمیں کیا لینا دینا، ہمارے علماء نے ایک پتہ کی بات لکھی ہے کہ کمال اسمیں نہیں ہے کہ آپ زمانہ کے ساتھ چلیں، کمال تو اسمیں ہے کہ ہم زمانہ کو اپنے ساتھ چلائیں، یہ بہت مختصر بات ہے لیکن اگر اسکو کھولا جائے تو یہ: دریا بکوزہ: کے برابر ہے، کمال اسمیں نہیں ہے کہ لوگ جدھر چل رہے ہو، ہوا کا رخ جدھر ہو، اُدھر ہی چلیں، مومن تو ہوا کا رخ بھی پلٹ دیتا ہے مومن کے اندر ایک انقلابی حیثیت ہوتی ہے، اسکو زمانہ سے کیا لینا دینا علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ

؎ نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا کی بے ثباتی اور اس میں زندگی گزارنے کے طریقے

الحمد للہ رب العا لمین؛ والصلو ۃ والسلام علی رسولہ الکریم؛ وعلی الٰہ واصحابہ اجمعین ومن اھتدی بھدیہ اما بعد ۔

محترم بھائیو بزرگو اور دوستو۔

دنیا کی بے ثباتی ،دنیا کی بے قراری، اور دنیا کا زوال، دنیا کے فنا ہونے کو ہمیشہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے سامنے ذکر فرماتے رہے، بلکہ ان جذبات کو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کے دلوں میں پلایا ہے، ہر موڑ پر آپ ﷺ نے اس بات کی کامیاب ترین اور مکمل کوشش فرمائی کہ قیامت تک آنے والی انسانیت دنیا کو ہیچ اور فنا ہونے والی چیز اور وقتی گزر گاہ سمجھے جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

دنیا میں اجنبی بن کر رہو

دنیا کی فنائیت کی بڑی اچھی تعبیر جناب نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی جسکو امام ترمذی نے نقل فرمایا ہے کہ: کُنْ فِیْ الدُّنیا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اُوعَابِرُسَبِیْلٍ جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مومن کواس طرح رہنا چاہیئے گویا کہ وہ ایک اجنبی اورایک مسافر ہے، میں یہاں مسافر ہوں، ایک مہینہ کے لئے آیا ہوا ہوں، وہ بھی اللہ تعالی نے اگر زندگی مقدر کی ہوتب، اور یہاں میں اپنے گھر کا پورا ساز وسامان پورا فرنیچر یا اپنی ضرورت سے زائد چیزوں کولیکرنہیں آیا، بیوقوفی سمجھی جاتی ہے اس شخص کی جوسفر میں اپنی ضرورت سے زیادہ سامان لیکر جائے بلکہ سفر میں توضرورت سے بھی انسان کم لیتا ہے جتنا ہوسکے اتنا کم کرتا ہے،بس اسی طرح دنیا کے اندر بھی انسان کومختصر سامان لیکر چلنا چاہیئے بہت زیادہ دنیا بسانے کی فکرنہیں کرنی چاہیئے ۔

مسافر ڈرکراور بچ کر رہتا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دنیا میں اسطرح رہوگویا کہ تم مسافراوراجنبی آدمی ہو،اور محدثین نے ایک بڑی قیمتی بات یہاں لکھی ہے کہ اجنبی شخص ڈرکررہتا ہے اجنبی شخص ہمیشہ اپنے مال ومتاع اورسامان کے بارے میں احتیاط کے ساتھ متوجہ رہتا ہے کہ میں اجنبی ہوں، یہاں میرا کوئی نہیں، اور میں یہاں کسی کا نہیں، میرا سامان کب لٹ جائے ، میرے سامان کوکب کوئی لے لے،اس لئے وہ مکمل طور پر بچ کر رہتا ہے پس مومن بھی دنیا میں اپنی متاعِ ایمان کے بارے میں اپنی ایمان کی پونجی کے بارے میں

اللہ کی طرف سے اسکے قلب پر اتارے جانے والی عنایات اور اللہ کی طرف سے جتنے بھی اسکے دل پر الطاف اور اکرام ہوتے ہیں، اسکے بارے میں وہ ہمیشہ (carefull) متوجہ رہتا ہے کہ کہیں دنیا کے دشمن مجھ سے اس متاع کو نہ لوٹ لیں اور کب شیطان ایمان پر حملہ کرے کچھ کہا نہیں جا سکتا اس لئے اس کو بھی ہمیشہ متوجہ رہنا چاہیئے۔

راستہ گزرنے والے کی طرح رہو

حضور اکرم ﷺ کو تو کبھی کسی بات میں شک نہیں ہوتا تھا لیکن سمجھانے کے لئے آپ ﷺ الگ الگ طریقے اختیار فرماتے تھے، اس لئے دوسرا طریقہ یہ فرمایا کہ اگر کسی کو اجنبی ہونے کی حیثیت سمجھ میں نہ آتی ہو تو دوسری حیثیت میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ ایک راستہ گزرنے والا ہوتا ہے، ٹرانزیٹ پیسنجر کی طرح رہو، مثلاً آپ ایک ہی فلائٹ سے کسی جگہ روانہ ہو رہے ہیں، اور آپ کو درمیان کی کسی کنٹری میں فلائٹ چینج کرنا ہے، تو آپکا سامان خود بخود پاس ہو جاتا ہے، آپ کو سامان فلائٹ میں منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کام کمپنی خود کر لیتی ہے، آپ خفیف المتاع ہو کر بالکل ہلکے پھلکے ہو کر ایئر پوٹ کو چینج کرتے ہیں، یا ٹرمنل کو چینج کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں مومن کو بھی راستہ گزرنے والے کی طرح ہی رہنا چاہیئے، اس لئے کہ جو راستہ سے گزرتا ہے اس کے پاس زیادہ سامان نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ایک مومن کو بھی دنیا میں آنے کے بعد ہلکے پھلکے زندگی گزارنا چاہیئے، بہر حال ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مکمل اس بات کی پوری کوشش فرمائی کہ دنیا کی بے ثباتی کو لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا جائے اور ہر موڑ پر آپ ﷺ نے اس کی کوشش فرمائی ہے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے

چنانچہ اسی کے پیش نظر ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی سیدنا امام مسلم نقل فرماتے ہیں، کہ اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ، کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے، سارا معاملہ حل فرما دیا حالات کی شکایت کرنا مصیبتوں کی شکایت کرنا، مسائل (Problems) کا رونا دھونا اور دنیا میں انسان پر جو بھی مصیبتیں آتی ہیں ہمیشہ انسان اسکی شکایت کرتا رہتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے ایک ہی جملہ میں اسکا جواب دیدیا کہ اگر ہم دنیا میں اس حیثیت کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارتے ہیں، جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے، تو اس طرح کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

قید خانہ مرضی کے خلاف ہوتا ہے

اور دیکھو!! قید خانہ میں اپنی مرضی کے خلاف زندگی گزارنی پڑتی ہے، قید خانہ میں پردیسی کی سی زندگی گزارنی پڑتی ہے، قید خانہ میں وہی کھانا کھانا پڑتا ہے جس کی جیلر اور افسر کی طرف سے اجازت دی جائے، بلکہ آپ حضرات بھی اس بات سے واقف ہونگے کہ اگر کوئی دوست یا کوئی رشتہ دار ملنا چاہتا ہے تو اسکو بھی جیلر اور افسر سے اجازت لینی پڑتی ہے، کوئی کھانا دینے کے لئے آئے یا افطار کے لئے کھجور بھی دیا جاتا ہے تو وہ بھی چیک کیا جاتا ہے کہ بھائی یہ کھجور کیسا دیا جارہا ہے کیسا ہدیہ دیا جارہا ہے اسکو دیئے جانے کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ بہت احتیاط کے ساتھ ایک ایک قدم قیدی کو

پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے، وہ ایک منٹ بھی اپنی مرضی کے مطابق نہیں گزار سکتا اسکا کھانا پینا اسکا رہنا سہنا سب اسکے افسر اور جیلر کی اجازت پر ہوتا ہے۔

بس یہی پوری مثال مومن کی ہے کہ مومن اس دنیا میں جیل خانہ میں ہے اب یہاں اپنی مرضیات کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا اسکو کھانے سے پہلے شارع علیہ السلام کی اجازت لینی پڑیگی، اسلام کی اجازت لینی پڑے گی کہ میں یہ چیز کھا سکتا ہوں یا نہیں کھا سکتا؟ میں ایسے رہ سکتا ہوں یا نہیں رہ سکتا، جیل کی زندگی بڑی مصیبت کی زندگی ہوتی ہے، جیل کی زندگی بڑی کٹھنائیوں کی زندگی ہوتی ہے، اسمیں سونے کے لئے بھی بہت محدود جگہ دی جاتی ہے، بس ایسے ہی مومن بھی دنیا کے اندر عیش و عشرت کی زندگی نہیں گزار سکتا اسلئے کہ یہاں تو جیل خانہ کی زندگی ہے۔

دنیا جیل خانہ کسی گناہ کے عوض نہیں ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بہت قیمتی بات لکھی ہے کہ کوئی ضروری نہیں کہ جیل میں رہنے والا ہر شخص قصوروار ہی ہو، انہوں نے یہاں ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے، لیکن اسکا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ مومن کو کسی گناہ کے بدلہ میں دنیا جیل خانہ کے طور پر دی گئی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جیل میں بہت سی مرتبہ بے قصوروں کو بھی ڈالا جاتا ہے، جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی ڈالا گیا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی بھی قصور نہیں تھا، لیکن حضرت یوسف کے مقام کو اجاگر کرنے کے لئے جیل میں ڈالا گیا، کسی نے کہا ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یوسف کو جب تک کسی نے خریدا نہیں تھا حضرت یوسف کو جب تک کسی نے جانا پہچانا

نہیں تھا تب تک تو وہ بے حیثیت تھے، انکے بھائیوں نے انکی قیمت کو سمجھا تھا، جب انکو کنویں میں ڈالا گیا تو انکی کوئی حیثیت کسی کے سامنے نہیں تھی لیکن خرید کر انکی قیمت دنیا کے سامنے اور زیادہ اجاگر کردی گئی اگر چہ کہ ،وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعدُودَةٍ ،

لیکن خریدنے کے بعد حضرت یوسفؑ کی قیمت بڑھ گئی اور بہت اچھی بات حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ نے لکھی ہے کہ عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو خرید لیا تھا لیکن انہوں نے حضرت یوسف کو اپنی نگاہوں سے بھانپ لیا تھا کہ یہ کوئی غیر معمولی شخص ہے اسلئے کہ عزیز مصر سیاسی شخص تھے، متدبر تھے، سیاست (Politics) کی دنیا میں جو اپنی زندگی گزارتا ہے جو روزانہ کے نشیب وفراز کو دیکھتا ہے، وہ کسی کی نگاہ کو دیکھ کر بھانپ لیتا ہے کہ یہ آدمی کن صلاحیتوں کا مالک ہے حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے بڑا زوردار استدلال کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو اس نے ایک غلام کے طور پر خریدا ،لیکن کسی غلام کے بارے میں گھر کی بیوی کو یہ نہیں کہا جاتا کہ، اَکْرِمِی مَثْوَاهُ۔ اسکو عزت کے ساتھ رکھنا یہ بڑا قیمتی شخص ہے یہ ہمارے لئے زندگی میں کام آئیگا عَسیٰ اَن یَّنفَعَنَا اَو نَتَّخِذَهُ وَلَدًا:

اللہ تعالی نے ان سے کہلوادیا تھا کہ دیکھو یہ ہمارے کام کا بنے گا یہ ہمارے ملک کے لئے فائننس منسٹر بنے گا، مجھے جو اصل بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ پر بعد میں جو حالات آئے اور آپکو جیل میں ڈالا گیا تو وہ جیل میں ڈالا جانا حضرت یوسفؑ کے کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ رفعِ درجات کے لئے تھا، اور اللہ تعالی نے

حضرت یوسفؑ کے درجات کو کس طرح بلند فرمایا حضرت یوسفؑ غلام تھے اللہ تعالی نے ان کو مصر کا بادشاہ بنایا ارشاد ہے وَ کَذَالِکَ مَکَّنَّا لِیُوسُفَ فِی الاَرضِ جیل کی زندگی کے بعد ہم نے حضرت یوسفؑ کو بادشاہ بنایا۔

حالات برائے رفع درجات

علامہ ابن القیم الجوزی نے حضرت آدمؑ کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے یہی بات نقل کی ہے کہ آدم تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے تمہارے ذریعہ گندم کھانے والی غلطی کیوں کروائی تھی میں نے تمہیں جنت سے کیوں نکالا؟ آدمی اگر باطنی نظر سے دیکھتا ہے تو اسکی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ حضرت آدم کو جنت سے نکالا گیا اور خلافت کا بہت بڑا درجہ دیا گیا، اور انہوں نے لکھا ہے کہ اگر حضرت آدم جنت سے نہ نکالے جاتے، تو یہ ذریت کا سلسلہ کیسے چلتا، اور انکی نسل میں جو بڑے بڑے انبیاء کرام پیدا ہوئے یہ کیسے ہوتے؟ دنیا مومن کے لئے جو جیل خانہ ہے، اسکا یہ مطلب نہیں کہ مومن کو اسکے گناہ کی وجہ سے جیل خانہ میں رکھا جارہا ہے، نہیں بلکہ اسکے درجات کو بلند کرنے کے لئے جیل میں رکھا جارہا ہے اور اسکو آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے رکھا جارہا ہے، بھوکے آدمی ہی کو کھانے کا مزہ زیادہ ملتا ہے، ایک آدمی کا پیٹ سیر ہو، پھر اسکے سامنے آپ کتنی ہی قیمتی چیزیں رکھیں، لیکن اسکو کھانے میں مزہ نہیں آتا اسکو لذت بھی نہیں ملتی، بلکہ اسکو تو مستی چڑھتی ہے وہ اسمیں کچھ نہ کچھ خوامی نکالتا ہے، وہ اسمیں کچھ نہ کچھ عیب نکالتا ہے لیکن ایک بھوکا آدمی ہوتا ہے، اسکو کھانے کا لطف ملتا ہے، اسکو کھانے کی لذت ملتی ہے۔

دنیا کی نعمتیں سب کے لئے ہیں

اسی لئے مفسرین نے ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا؛ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیَامَہِ : تو اس کے اندر خَالِصَۃً ، کا تعلق یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سے جوڑا ہے، اَلَّذِیْنَ آمَنُوا ، کے لئے ، مطلب یہ ہے کہ مومنین کے لئے دنیا کے منافع ، دنیا کی لذتیں اور نعمتیں مشترکہ طور پر ہیں، کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے دنیا کے ساز وسامان سے مومن اکیلا لطف اندوز نہیں ہوتا ، کافروں کے لئے بھی اسمیں مزے رکھے گئے ہیں لیکن آخرت کے اندر هِیَ خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ ؛ قیامت کے دن ان چیزوں کی لذت اور فائدہ صرف اور صرف مومنین کے لئے ہی ہونگا۔

رحمٰن اور رحیم کے درمیان فرق

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِینَ رَحِیمًا رحمٰن اور رحیم کے درمیان ہمارے علماء نے یہ فرق ذکر کیا ہے، کہ رحمٰن کا مطلب ہوتا ہے اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی رحم کرتا ہے اور اس کا استعمال کافروں کو نعمت دینے کے لئے بھی اور مومنین کے لئے بھی ہوتا ہے لیکن آخرت میں اللہ کی صفت رحمت صرف اور صرف مومنین کے لئے ہی ہوگی وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِینَ رَحِیمًا ، اس کے لئے رحیم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، تو دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے، اور جیسے جیل میں رہنے والے آدمی کو تکلیفوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے مصیبتوں سے گزرنا پڑتا ہے، ایسے ہی مومن پر دنیا میں حالات آتے ہیں اسکی

مرضی کے خلاف، اسکی طبیعت کے خلاف اسکے اوپر حالات آتے ہیں، پتہ یہ چلا میرے بھائیو کہ مومن دنیا میں اپنی من مانی نہیں چلا سکتا۔

دنیا کافر کے لئے جنت ہے

اورفرمایا کہ: جَنَّةُ الْكَافِرِ : کافر کے لئے تو دنیا چمن اور پارک ہے، پارک (Park) میں آدمی آزاد زندگی گزارتا ہے پارک میں کوئی کسی کو کچھ کہنے والا نہیں، کوئی کسی کو دیکھنے والا نہیں، کوئی دیکھے بھی تو اسکی کوئی پکڑ نہیں کی جاتی کہ بھائی یہ تو پارک ہے یہ تفریح گاہ ہے، تفریح گاہ کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ آدمی اطمینان اور آرام کے ساتھ آزادی کی زندگی گزارے اور جیل میں بات تک کی اجازت نہیں ہوتی، حضور اکرم ﷺ نے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں، وہ قرآن پاک ہی کی آیات کی تفسیر ہے، اسلئے ہم گزشتہ کل تراویح میں ایک آیت کریمہ پڑھ چکے اور سن چکے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ؛قُلْ لَا يَسْتَوِى الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثُ ؛ حضور ﷺ کے واسطے سے مومن کو ایک پیغام دیا گیا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک، حلال اور حرام دونوں برابر نہیں ہو سکتے آگے کتنی اچھی ہماری تربیت فرمائی کہ ،وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ : کہ حرام مال کی زیادتی اگر چہ ہمیں اچھی لگتی ہو، کافروں کے پاس مال کی بہتات، مال کی فراوانی اور مال کی زیادتی اگر چہ ہمیں لبھا دیتی ہو، تب بھی وہ اہل ایمان کے لئے درست نہیں ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ ؒ نے: اَعْجَبَكَ: کا ترجمہ کیا ہے کہ اگر چہ یہ چیز آپکو لبھا دیتی ہو، اور ہماری نگاہوں کو لالچی بنا دیتی ہو، کہ او ہو جھوٹ بولکر اور سائن کر کے اور اِدھر کی ٹوپی اُدھر پہنا کر بلیک کو وائٹ کر کے اور وائٹ کو بلیک کر کے مال زیادہ پیدا ہوتا ہے

اور خیانت کے ساتھ تجارت کر کے اور جھوٹ بول بول کر اپنی تجارت (busnis) چلاتا ہے، اور اپنے کاروبار کو فروغ دیتا ہے اسی لئے اس کا کاروبار ہم سے آگے بڑھتا ہے تو سن لو کہ یہ کاروبار اور اس طرح کی سائن کرنا اور اس طرح کے دھوکے دینا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے، اور وہ مال کس کام کا جس میں اللہ تعالی کی خلاف ورزی ہو۔ ایسے مال میں اللہ تعالی کی طرف سے کوئی خیر مقدر نہیں ہوتی اس لئے ہم ایسے مال کے کمانے سے پرہیز کریں، ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذات بڑی ہے، پیسہ بڑا نہیں ہے، ہم اللہ کے ہو جائیں دنیا کی تمام چیزیں ہمارے تابع ہو جائیں گی۔

ہم زمانہ کو اپنے ساتھ چلائیں

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ایمانداری کا زمانہ نہیں، **لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ**، ایک مومن اور وہ ایسا کہے۔ مومن ایسا نہیں کہہ سکتا، میرے دوستو!! زمانے سے ہمیں کیا لینا دینا، ہمارے علماء نے ایک پتہ کی بات لکھی ہے کہ کمال اسمیں نہیں ہے کہ آپ زمانہ کے ساتھ چلیں، کمال تو اسمیں ہے کہ ہم زمانہ کو اپنے ساتھ چلائیں، یہ بہت مختصر بات ہے، لیکن اگر اسکو کھولا جائے تو یہ: دریا بکوزہ: کے برابر ہے، کمال اسمیں نہیں ہے کہ لوگ جدھر چل رہے ہو، یا ہوا کا رخ جدھر ہو، ادھر ہی ہم چلیں، ارے مومن تو ہوا کا رخ بھی پلٹ دیتا ہے، مومن کے اندر ایک انقلابی حیثیت ہوتی ہے اسکو زمانہ سے کیا لینا دینا علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

زمانہ کو گالی مت دو

مرد مومن کی نگاہ وہ ہوتی ہے کہ وہ تقدیر کو بھی اپنے تابع (fever) کر لیتی ہے، مومن تو زمانہ کو اپنے دھارے کے مطابق چلاتا ہے نہ یہ کہ وہ زمانہ کے دھارے کے مطابق چلتا ہے، اسی لئے تو حدیث قدسی میں فرمایا کہ، لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنِّى اَنَا الدَّهْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ، کہ زمانہ کے بارے میں تم فیصلہ مت کرو، زمانہ کو برا بھلا مت کہو، زمانہ بگڑ گیا زمانہ ایسا ہو گیا، ہم جو رونا روتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی تو فرماتے ہیں کہ زمانہ تو میرے اختیار میں ہے، زمانہ کو تو میں پھراتا ہوں، اور یہ ساری تقدیریں میری دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں، میں جیسے چاہوں اسکو پھرا سکتا ہوں، شب و روز کا بدلنا اور یہ رفتارِ ایام، اور گردشِ زمانہ، اور یہ جتنا بھی نظام چلتا ہے، اسکو تمہارے تابع کب کرنا چاہیئے ، اور اسکو تمہارے خلاف کب کرنا چاہئے ۔ یہ تو میرے قبضہ میں ہے، زمانہ اپنی مرضی کے مطابق نہیں چلتا ہے، یہ رات اور دن میں جو بھی حالات اور مصیبتیں آتی ہیں یہ اپنی مرضی سے نہیں آتی ، اور کسی کے چاہنے سے بھی نہیں آتی ، چاہے کوئی اپنے آپ کو کتنی بڑی طاقت سمجھتا ہو، تو وہ اپنے آپکو سمجھتا ہو گا ، لیکن ہر چیز اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق چلتی ہے، بہر حال مومن کو زمانہ اپنے تابع میں کرنا چاہیئے ، نہ یہ کہ وہ خود زمانہ کے تابع ہو کر چلے ،طبیعت کو شریعت کے تابع بنا کر چلیں، نہ یہ کہ شریعت کو انسان اپنے تابع بنا کر زندگی گزارے۔

کتاب وسنت کی رہبری

اللہ تعالی نے ارشاد کہ، وَلَو اَعجَبَکَ کَثرَۃُ الخَبِیثِ، کہ دنیا میں مال حرام کی کثرت تم کو لبھائے گی، کہ اوہو، وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ غلط باتیں کرتا ہے، وہ ادھر کی ادھر کرتا ہے، وہ تو نفع میں بڑھ گیا، جیسا کہ ایک چرچہ چلتا ہے کہ فلاں آدمی پانچ سال سے لندن آیا ہے، لیکن کتنا پیسہ اس نے کمالیا، اور ہم پچاس سال سے ہیں ہم نے تو اتنا پیسہ نہیں کمایا، اور ایک جگہ قرآن پاک ایک معیار بتاتا ہے، کتاب اور سنت نے ہماری پوری تربیت کی ہے، سورہ توبہ میں دو جگہ اسی قسم کا مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ، فَلَا تُعجِبکَ اَموَالُھُم وَلَا اَولَادُھُم، کہ کافروں اور نافرمانوں اور خدا کے احکام توڑنے والوں کا مال اگر زیادہ ہو جائے تو تمہیں انکی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ یہ سب ظاہر میں ان کی بڑھوتری نظر آرہی ہے، لیکن اگر اس کو چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو خسارہ اور نقصان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

زیادتی مال مرضیِ مولی کا معیار نہیں ہے

بہرحال،، لوگوں کے مال ودولت کی طرف ہمیں للچائی ہوئی نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہئیے کیوں؟ اسلئے کہ مال ودولت کی کثرت ہمیشہ اللہ تعالے کی نعمت کے نتیجہ میں نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی تو مال ودولت کی کثرت ہلاکت میں مبتلاء کرنے کے لئے بھی ہوتی ہے ارشاد ہے، اَلھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرتُمُ المَقَابِرَ ، مال ودولت کی کثرت نے تمہیں غفلت میں ڈالدیا ہے، لہو ولعب کی زندگی میں ڈالدیا ہے، یہاں

تک کہ آدمی قبرستان جاتا ہے، وہاں بھی دنیا کی ہی باتیں کرتا ہے، جنازہ پڑا ہے قبر کھودی جارہی ہے، اور وہاں بھی دوکان کا حال چلتا ہے کہ کتنا پیسہ کمائے ہو، یہی ہے، حَتّٰی زُرتُمُ المَقَابِر قرآن نے پہلے ہی کہدیا ہے۔

قبرستان جاکر صحابہ کرامؓ کی حالت

قبرستان میں جاکر تجہیز و تکفین کے انتظار میں حضرت عثمان غنیؓ بیٹھتے تھے تو وہ اتنا روتے تھے کہ آپکی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی، صاحب مشکوۃ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ کسی صاحب کی تدفین کے لئے صحابہ کرام تشریف لے گئے، حضرت ابوبکرؓ ایسے گم سم ہو گئے تھے کہ حضرت عمر نے سلام کیا تو سلام کا جواب بھی نہیں دیا اب اِدھر حضرت عمرؓ نے شکایت کردی کہ حضرت ابوبکرؓ کو میں نے سلام کیا تو آپؓ نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا حضرت ابوبکرؓ سے جب تحقیق کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ مجھے کسی نے سلام کیا قبرستان جاکر انکی حالت تو یہ ہوتی تھی اور حضور ﷺ نے ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے تم کو قبرستان جانے سے منع کیا تھا، اِنِّی نَھَیتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ القُبُورِ ، میں نے تمہیں اس سے پہلے قبروں کی زیارت سے اسلئے منع کیا تھا ﴿شریعت میں پہلے منع تھا﴾ کہ لوگ اپنے صبر کو ضبط میں نہ لاسکیں گے اور کہیں وہ وہاں برداشت نہ کرکے واویلا مچائیں اس لئے پہلے آپ ﷺ نے منع فرمادیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے قریب وہ زمانہ تھا کہ لوگ اپنے گریبانوں کو چاک کرتے تھے، واویلا مچاتے تھے، نوحہ خوانی کرتے تھے، اور لوگ کہیں صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اسلئے حضور نے ﷺ نے شروع میں منع فرمادیا تھا کہ

قبرستان میں مت جایا کرو، اسلئے کہ قبرستان جانا تمہیں قبر یاد دلا دیگا تمہیں موت یاد دلا دیگا اور پھر تم زمانہ جاہلیت ہی کی چال چلو گے اور جب وہ وقت نکل گیا تو آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت مَردوں کے لئے جائز فرمادی۔ اور عورتوں کے لئے قبرستان جانا منع ہی رہا۔

پہلے ہی سے قبر کھدوانے کا واقعہ

میں ایک دفع نرولی گیا، سورت ضلع میں ترکیسر کے قریب ایک گاؤں ہے میں نے وہاں دیکھا، تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ بہت سے لوگ اللہ تعالی سے کتنا ڈرنے والے ہوتے ہیں ایک صاحب مجھے قبرستان لے گئے، اور کہا کہ مولوی صاحب میں نے میری قبر کھدوا کر تیار رکھی ہے، اور روزانہ میں یہاں آکر آدھے گھنٹے کے لئے لیٹتا ہوں، اور اپنی قبر کو یاد کرتا ہوں کہ مجھے یہاں آکر سونا ہے، وہ صاحب ابھی حیات ہیں لیکن انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ میں آپ کے سامنے بزرگی بتانے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں، اور اسلئے بھی نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھے بڑا مانیں، اور میری زہد و قناعت کے قائل ہو جائیں، لیکن میں آپکو بتانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو بھی اس سے سبق ملے اور دنیا والوں کو بھی یہ پیغام دینا چاہیئے، تو انہوں نے اپنی قبر کھدوا کر رکھی ہے، روزانہ وہاں جا کر آدھا گھنٹہ لیٹتے ہیں۔ وہ عام قسم کا آدمی ہے، اللہ کا خوف جب کسی کے دل میں گھر کر جاتا ہے تو پھر یہی حالت ہوتی ہے، اور انہوں نے کہا کہ رات کو بھی میں اپنے گھر کی لائٹ بجھا کر اپنے بستر پر یہی تصور کرتا ہوں، یہی تو امام بخاری کی تعلیقات میں روایت ملتی ہے کہ، حَاسِبُوا قَبلَ اَنْ تُحَاسَبُوا، اور گجرات میں

بہت چھوٹے چھوٹے بینر چھپے ہوئے ہیں، آپ نے بھی کبھی پڑھے ہونگے ، اور وہ یہ ہے کہ نماز پڑھو اس سے پہلے کہ آپ کی نماز پڑھی جائے ، اس جملہ کا مطلب ہے کہ نماز پڑھیئے ، قبل اسکے کہ آپکی نماز جنازہ پڑھی جائے ، یعنی آدمی اپنی زندگی کو بنا لے، اس سے پہلے کہ ہم جنازہ کی شکل میں لیٹے ہوئے ہوں، اور لوگ ہماری نماز جنازہ پڑھیں ہم لوگوں کو اپنے کندھوں پر اٹھائیں اس سے پہلے کہ لوگ ہم کو اپنے کندھے پر اٹھالیں ، بہر حال موت کو یاد کرنا چاہیئے ۔

دنیا باعث ٹینشن ہے

میرے بھائیو! اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں یہ مال و دولت کی زیادتی ہلاکت کا باعث ہے، ارشاد ہے، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّعَذِّ بَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا ، اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ مال و دولت کی زیادتی کے ذریعہ ان کو عذاب میں مبتلاء کردیا جائے ۔ کیا مطلب؟ مال و دولت انسان کے لئے ٹینشن ہوتا ہے، حضرت تھانوی ؒ نے یہاں ایک سوال اٹھایا ہے کہ مومن کو مال دے کر اللہ تعالی کیسے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے بہت اچھی بات لکھی ہے غور کے ساتھ سننے کی ضرورت ہے ۔ مال اور دولت ، اولاد اور تجارت اور انسان کے پاس دنیا میں جو بھی نعمتیں ہوتی ہیں اسکے ذریعہ انسان تکلیف میں مبتلاء ہوتا ہے یہ تو کافروں کے لئے بھی ٹینشن ہوتا ہے اور مومنوں کے لئے بھی ٹینشن ہوتا ہے، اور اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کافروں کو مال و دولت دیکر ٹینشن میں رکھنا چاہتا ہوں لِیُعَذِّ بَھُم بِھَا فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا ، اور دو جگہ سورہ توبہ میں یہ بات آئی ہے، تو مال کافروں کے لئے بھی ٹینشن ہے، اور مومنوں کے لئے بھی ٹینشن ہے، مومن کو اپنے

مال اور اولاد اور دولت کی وجہ سے فکر ہوتی ہے تو گویا کہ اس کے لئے مال اور دولت باعث ٹینشن ہوا، حضرت تھانویؒ نے اللہ تعالی کی طرف سے دیئے ہوئے الہامی علوم کے نتیجہ میں فرمایا ہے کہ مومن کو مال اور دولت کی وجہ سے جو فکر اور جو ٹینشن ہوتا ہے تو یہ فکر اسکے لئے آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ بنتی ہے۔ یعنی مومن کے لئے یہ ٹینشن باعث ثواب ہے۔ اور کافروں کو بھی مال اور دولت کی فکر سوار رہتی ہے، لیکن ان کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ ذرا یہاں سوچنے کی ضرورت ہے کہ مومن کو اپنی اولاد کی فکر ہوتی ہے، مومن کو اپنی اولاد کی وجہ سے رونا پڑتا ہے، اولاد کی وجہ سے روتا وہی ہے جسکو آخرت کی فکر ہوتی ہے۔

حضرت نے یہ بات آگے لکھی ہے کہ اولاد کی وجہ سے روتا وہی ہے جسکو آخرت کی فکر ہو، جسکو آخرت کی فکر نہ ہو تو اسکو کیا ضرورت، وہ کہتا ہے کہ اولاد اپنی جگہ پر زندگی گزارتی ہے، مجھے ان سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، یہ مغربی کلچر میں آپ نہیں دیکھتے کہ اٹھارہ سال کے بعد اولاد کو باپ سے کیا لینا دینا، یہاں اولاد کی کسی کو کوئی فکر نہیں، اللہ تعالی نے علماءِ دیوبند کی محنتوں اور انکی قربانیوں کے نتیجہ میں ہمارے دلوں میں اولاد کی محبت رکھی ہوئی ہے۔ الحمدللہ اتنی مدت سے آپ حضرات کے یہاں رہنے کے باوجود ابھی بھی اللہ تعالی نے آپکے دلوں میں اولاد کی فکر رکھی ہے، یہ ہمارے بزرگوں کے وہ پیغامات ہیں جو ہمارے دلوں میں پلائے گئے ہیں یہ سب اسی کا نتیجہ ہے، ورنہ یہاں کا کلچر آپ نے دیکھا کہ، بھائی اپنی بہن کو صاف بے حیائی کرتے دیکھ رہا ہے، تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ تو زندگی کی ضرورت ہے (Life independency) لیکن کیا مومن اسکو برداشت کرسکتا ہے؟ نہیں، میرے بھائیو۔ مومن تو اپنی اولاد کی فکر کرتا ہے، وہ تو کڑھتا ہے کہ مولوی صاحب میرا بیٹا رات میں ایک ایک دو دو بجے گھر میں آتا ہے

اسکو یہ فکر ہے اسی فکر کے نتیجہ میں اللہ تعالی اسکے آخرت کے فیصلے فرماتے ہیں اور کافر کے لئے یہ بات نہیں ہے۔

دنیا ذریعہ ہے اس کو مقصد نہ سمجھیں

ایک بات یہ ہے کہ مال ودولت کی کثرت کو اپنے حق میں سعادت مندی نہ سمجھیں، بلکہ کبھی کبھی اللہ تعالی آزمانے کے لئے بھی دیتے ہیں، بہرحال اور بھی بہت سی باتیں ہیں، اس حدیث کے مطابق جو انشاء اللہ کل پڑھیں گے، بہرحال مومن کو دنیا میں تکلیفوں کا سامنا خوشی کے ساتھ کرنا چاہیئے، اسلئے کہ دنیا ہمارے لئے جیل خانہ ہی ہے اور کافر کو جو نعمتیں ملتی ہیں، اسکو دیکھ کر ہمیں کسی دھوکہ میں مبتلاء ہونے کی یا متردد(kanfuse) ہونے کی ضرورت نہیں، وہ تو اس کے لئے جنت اور پارک کے طور پر ہی بنائی گئی، اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اللہ تعالی ہمیں ذریعہ کو مقصد اور مقصد کو ذریعہ بنانے سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔ ہم ذریعہ کو مقصد سمجھنے والے ہو گئے ہیں، اور مقصد کو ذریعہ سمجھنا ہماری نا سمجھی ہے، اصل میں سمجھ صحیح ہو جائیگی، تو ہم مقصد کو مقصد سمجھنے لگیں گے، حق تعالی شانہ دنیا کے ساتھ ہماری رغبت کو کم فرمائے، آخرت کی طرف ہمارا اشتیاق بڑھائے اور آخرت کی تیاری کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین:۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

اللہ تعالیٰ لوگوں کے اوپر جانی اور مالی مصیبتیں لاتے ہیں اس کی وجہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ، **فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ** ، اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو مصیبت میں اس لئے مبتلاء کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اپنے گناہوں سے توبہ کریں معافی مانگیں اور اسی مضمون کی ایک آیت نویں پارے کے دوسرے رکوع میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اِنہیں جملوں کو ادل بدل کر جھنجھوڑا ہے۔ یہاں پر فرمایا کہ **فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْن**، اور وہاں فرمایا کہ، **فَلَوْ لَآ اِذْجَآءَھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا** ، کہ جب ہماری طرف سے کوئی مصیبت کوئی آفت آئے چاہے زلزلہ کی شکل میں ہو، یا کسی وبا کی شکل میں ہو تو بندوں کو اپنی اصلاح کر کے گناہوں سے توبہ کر لینی چاہئیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ اَنعام کی فضیلت

الحمد للہ الذی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالارضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّورِ، ثُمَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِرَبِّھِم یَعدِلُون، وقال تعا لی قَل تَعَا لَوا اَتلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُم عَلَیکُم اَن لَّا تُشرِکُو بِہٖ شَیئًا وَ بِا لُوَا لِدَینِ اِحُسَا نًا ، وقال تعا لی، قُلُ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمَحُیَایَ وَمَمَا تِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین، لاَ شَرِیْکَ لَہ وَبِذَالِکَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ المُسُلِمِین ،صدق اللہ العظیم۔

معزز بھائیو، دوستو، اور بزرگو۔

آج تراویح میں سورہ اَنعام کے نام سے ایک مکمل سورۃ پڑھی اور سنی گئی ہے جو قرآن مجید کی ایک اہم ترین سورۃ ہے، تمام سورتوں میں سورہ اَنعام کو ایک خصوصیت اور ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے، جو کہ سورہ یسین اور سورہ رحمٰن کو بھی نہیں، سورہ فاتحہ کو بھی نہیں، طبرانی شریف کی ایک روایت کے بموجب جس کو محدثین نے صحیح روایت گردانا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سورہ اَنعام کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا جا رہا تھا، تو ستر ہزار فرشتے اسکو الوداع کرنے کے لئے

تشریف لائے تھے، اور یہ حیثیت کسی سورت کو حاصل نہیں۔

جتنا بڑا مہمان اتنی ہی بڑی رخصتی

جتنا بڑا مہمان اتنے ہی زیادہ اسکو رخصت کرنے والے ہوتے ہیں، اور جتنا بڑا مہمان ہوتا ہے اسکو رخصت کرنے کے لئے اتنے ہی دور تک جاتے ہیں، کوئی سادھا مہمان جو روزانہ آتا جاتا ہو، یا جس کو کوئی خاص حیثیت حاصل نہ ہو، آدمی اسکو دروازہ تک جا کر سلام کر دیتا ہے، اور یہ بھی بہت ہو گیا ورنہ تو آدمی بستر پر بیٹھے بیٹھے ہی السلام علیکم کر دیتا ہے، کہ ٹھیک ہے، بھائی جایئے، فِی اَمَانِ اللّٰہِ، اور اگر اس سے تھوڑا اونچے درجے کا (Up Grade) ہو تو دروازہ تک جاتا ہے، یہ دوسری چیز یعنی دروازہ تک جانا سنت ہے، ترمذی شریف میں جناب نبی اکرم ﷺ کے جو شمائل ذکر کئے گئے ہیں، اس میں یوں آتا ہے کہ مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اسکو رخصت کرنے کے لئے دروازہ تک جایا جائے۔

ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح دیکھا ہے کہ استاذ ہونے کے باوجود اپنے شاگردوں کو رخصت کرنے کے لئے دروازہ تک جاتے ہیں، اور اسکو حدیث میں تشییع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور اگر اسکے اوپر کے درجہ کا مہمان ہو تو اگر وہ بس سے روانہ ہو رہا ہے، تو بس اسٹینڈ تک جاتے ہیں، یا ریلوے اسٹیشن پر روانہ کرنے کے لئے جاتے ہیں اور اگر تھوڑا اونچا مہمان ہو تو اسکو روانہ کرنے کے لئے آدمی ایرپوٹ تک جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جتنا بڑا مہمان جتنی جس کی خصوصیت اور اہمیت ہے، اسکے مطابق اسکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، سورہ انعام اللہ کے نزدیک اتنی مقرب اور اتنی محبوب اور

اتنی اہمیت کی حامل سورۃ ہے کہ اسکو رخصت کرنے کے لئے ستر ہزار فرشتے روانہ ہوئے ، اور مسند بزار کی روایت میں اسکواور تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ آسمان دنیا تک تو ستر ہزار فرشتے آئے تھے لیکن ہر آسمان سے اور ستر ستر ہزار فرشتے جڑتے جاتے تھے، لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک اسکو روانہ کرنے کے لئے ستر ستر ہزار فرشتے جڑتے چلے گئے۔

سورۂ اَنعام کی فضیلت کی وجہ

اب رہی بات کہ سورہ اَنعام میں وہ کونسی خصوصیت ہے کہ اس کو روانہ کرنے کے لئے ستر ہزار فرشتے آئے ، کیا اس میں دولت کمانے کا طریقہ ذکر کیا گیا ہے؟ کیا اسمیں بزنس ڈیولپ کرنے کا کوئی طریقہ ذکر کیا گیا ہے؟ اسمیں آخر کیا بات ہے؟ تو خود جناب اکرم ﷺ نے اس راز کو افشاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی سورتوں میں سورہ انعام مکمل اسلامک فاؤنڈیشن پر مشتمل ہے، اسلام کے جو بنیادی اصول ہیں مثلاً شرک سے گریز کرنا اللہ تعالی کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اللہ کی قدرت کو ثابت کرنا، اللہ تبارک وتعالی کی ذات کو جس کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، لَا تُدْرِکُهُ الاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الاَبْصَارَ ، ایسی ذات بابرکات کی قدرت کا اسمیں تذکرہ ہے، اسی طریقہ سے مہماتِ اسلام کے بیسک اصول ہیں، جسکے اوپر پورا اسلامی (law) قانون نکلتا ہے اور پورا جزو اسلامی جسکے اوپر متفرع ہوتا ہے، اسکو اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے نیز کونسی چیزیں انسانوں کے لئے حلال ہیں ، اور کونسی چیزیں انسانوں کے لئے حرام ہیں، ان تمام چیزوں کو اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے، اس سورۃ کو ان تمام مذکورہ چیزوں کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔

علی الاعلان توحید کرنے کا حکم ہے

حتی کہ اس سورۃ میں ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابرہیمؑ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا وہ مکالمہ، یا وہ مناظرہ ہے جسکو قرآن نے، وَحَاجَّہ قَومُہٗ اور تِلکَ حُجَّتُنَا آتَینا ھَا اِبرَا ھِیمَ عَلٰی قَومِہٖ ، کے ذریعہ اس ایک واقعہ کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی بنیاد پر اپنے والد تک کو نہیں بخشا، ان کے سامنے بھی حق بات کہی اسی لئے اسی سورۃ میں آگے نصیحت کی گئی ہے، وَاِذَا قُلتُم فَا عدِلُوا وَلَو کَا نَ ذَا قُربٰی، وَبِعَھدِ اللّٰہِ اَوفُوا، کہ جب کوئی بات کہنے کی باری آئے یا کسی کے سامنے کوئی پیغام دینے کی باری آئے تو انصاف کے ساتھ وزن کر کے اس کو صحیح معیار پر اتار کر صحیح بات کیا کرو، چاہے سامنے والا اپنا باپ ہی کیوں نہ ہو تو توحید میں ذرہ برابر کوئی لچک نہیں چھوڑی جا سکتی ہے، توحید کے معاملہ میں ماں ایک طرف ہو، اور ماں یہ کہتی ہو کہ بیٹا ذرا میرے حکم کو مان لے باپ کہتا ہو کہ بیٹے میرے حکم کو مان لے تو ان کی بات کو بھی نہیں مانا جائے گا، حضرت ابراہیمؑ نے دوٹوک یہ بات کہی تھی کہ، اِنِّی اَرَاکَ وَقَومَکَ فِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ ، حضرت ابراہیمؑ کے والد محترم بت پرست تھے، بلکہ وہ خود بت بناتے تھے، اور لوگوں کو بیچتے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے صاف بات کہی کہ آپ اپنی جگہ میرے باپ ہیں آپ نے مجھ کو دنیا میں جنم دیا یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن آپ جو غیر اللہ کی پوجا پرستش کر رہے ہیں اس سے مجھے اختلاف ہے، میں اس کو نہیں مان سکتا آپ اس سے باز آجایئے۔

اسلام کے بیسک کو ذکر کیا گیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے صاف فرمایا کہ، یَـا اَبَـتِ لِمَ تَـعْبُـدُ مَـا لا یَـسْـمَعُ وَلَا یُبْـصِرُ وَلَا یُغْنِی عَنْکَ شَیْئًا، کہ اے میرے ابا جان آپ ان بتوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں؟ اگر دیکھتے اور سنتے تب بھی ان کی عبادت نہیں کی جاتی یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کی حقارت کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا، اور اسی طریقہ سے اس سورۃ میں صاف اعلان کیا گیا ہے کہ محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے، اِنَّ صَـلٰـوتِـی وَنُسُـکِـی وَمَـحْـیَـایَ وَمَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِین لَا شَرِیکَ لَه، ایک مومن کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ میری نماز، میرا روزہ، میری عبادت، میرا حج بلکہ میری زندگی اور میری موت صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے ہے، اسلام کی جو بنیادی باتیں ہیں، وہ سب اس سورۃ میں ذکر کی گئی ہیں، یہ سب اصول ہیں، اور اصول کی اہمیت کسی بھی مضمون میں زیادہ ہوتی ہے، احکام کا نمبر بعد میں آتا ہے (law) قانون اور کنڈیشن بعد میں آتے ہیں، پہلے اصول ہوتے ہیں، اسی لئے جب گھر بنایا جاتا ہے، تو اسکے پایوں کو بہت مضبوطی کے ساتھ بنایا جاتا ہے، اس کے پیچھے محنت کی جاتی ہے، اور اب جبکہ آرٹ جتنا زیادہ ڈیولپ ہو رہا ہے کنسٹرکشن کی لائن جتنی زیادہ آگے بڑھ رہی ہے اتنا زیادہ لوگ اس کے پیچھے محنت کر رہے ہیں، ریسرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کی قدرت کو چلینج نہیں کرنا چاہئیے

اوراب تو ایسا زمانہ آ گیا اللہ تعالی معاف کرے اوران کنٹیکٹر وں کوبھی اللہ تعالی معاف کرے کہ یہ لوگ خدا تعالی کی طاقت کے مقابلہ میں بھی چلینج کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں ان سے پوچھو کہ بھائی اس بلڈنگ کا اتنا بجٹ کیوں آیا؟ تو کہتے ہیں کہ ہم اس میں اسٹیل ڈال رہے ہیں کہ اگر زلزلہ آ گیا یا کوئی (earth quack) آ گیا تو بھی اس پر اثر نہیں پڑیگا۔

یہ خدا تعالی کی قدرت کو چلینج نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ اسٹیل میں کیا طاقت ہے، لوہے میں کیا طاقت ہوسکتی ہے، ارے سونے کی سیسہ پگھلائی ہوئی دیواریں شیشہ نہیں شیشہ تو گلاس کو کہا جاتا ہے سیسہ چھوٹی سین سے جوتا نبے جرمن اور پیتل کو بولا جاتا ہے تو سیسہ پلائی ہوئی دیواریں بھی کھڑی کر دی جائیں تو وہ بھی اللہ تعالی کے حکم کے سامنے وہ بھی نہیں ٹھہر سکتی ہیں، خدا کی قدرت کے سامنے کسی پائے کی اور کسی بنیاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن پتہ نہیں کیسے کیسے آرٹیسٹ اور کیسے کونٹراکٹر اور کونٹراکٹری کا کام کرنے والے باتیں کرتے ہیں، اور ہمارے مسلمان کونٹراکٹر بھی اپنی زبان سے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بھائی اس کا بجٹ اتنا تھا، یہ پانچ لاکھ روپیہ بجٹ اس لئے ہو گیا تھا کہ ہم ارتھ کو بک کا مقابلہ کر رہے ہیں، **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** غیر مسلم اگر کہے تو دوسری بات ہے، لیکن مسلمان کنسٹرا کشن کے لئے ایسی باتیں کہنا مناسب نہیں ہیں۔

اسلام ان ساری باتوں کو توڑ دیتا ہے

میرے بھائیو۔ان ساری باتوں کو اسلامی اصول توڑ دیتا ہے، اسلامک اصول انسان کے جگر اس کے قلب اور اس کے دماغ میں اس عقیدہ کو راسخ کر دیتا ہے کہ اللہ رب العزت ایک لمحہ کے اندر، ایک منٹ اور ایک سکنڈ کے اندر اس بنائی ہوئی عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں، اور یہ اتنا وقت بھی ہم کو سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ تو اللہ تعالی اس وقت کے بھی محتاج نہیں ہے، مفسرین نے اس بات کو ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی آپ حضرات ذرا اچھے طریقے سے سن لیں کہ ہم جو بار بار بیانوں میں سنتے ہیں کہ اللہ تعالی لفظ، کُــنْ، ارشاد فرماتے ہیں اور وہ چیز ہو جاتی ہے، تو وہ ہمیں سمجھانے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالی تو اس کے بھی محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالی لفظ، کن، کے بھی محتاج نہیں ہے

اللہ تعالی کو تو لفظ، کن، بولنے کہ بھی ضرورت نہیں ہے اس نے تو جو چاہا بس وہ عمل میں آگیا اور بہت سے محدثین نے ایک بات بڑی پتہ کی لکھی ہے کہ جب جنتی کو اتنا بڑا پاور دیا جائے گا کہ اس کے سوچتے ہی ہر چیز اس کے سامنے آجائے گی اس کو بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی ایک جنتی کو اللہ تعالی اتنا بڑا پاور دیں گے کہ بیٹھے بیٹھے تمنا کرے گا اور سوچے گا کہ مجھے فلاں چیز کھانی ہے بس وہ حاضر ہو جائے گی، تو پھر خالق کو بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ پتہ چلا کہ یہ لفظ کُــنْ کا کہنا صرف ہمیں سمجھانے کے لئے ہے، جس کو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ جب میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں تو

لفظ، کُنْ، کہتا ہوں اوراس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ کُنْ کہنے میں ایک سکنڈ کے اندر کا ایک لمحہ بھی نہیں لگتا ہے ایسے ہی اللہ تعالی کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بھی ایک سکنڈ کا ایک لمحہ بھی نہیں لگتا ہے، اوروہ کام وجود میں آجاتا ہے یہ باتیں سورہ انعام میں ارشادفرمائی گئیں ہیں۔

سورہ انعام کی ہائی لائٹ

میں آپ کواس سورۃ کی پوری ہائی لائٹ بتادیتا ہوں، اصل میں ہم لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ تراوتح میں ہمارے نام کیا پیغام نشر(Massage Rly) کیا جاتا ہے ہمیں قرآن کیا حکم دیتا ہے تو میرے بھائیو! سورہ انعام میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنی قدرت کوذکرفرمایااوراپنے طریقہ کوذکرفرمایانیزاس سورۃ میں اللہ تعالی نے اسلام کے اصول اوراسلام کی بنیاداوراسلامی قوانین کوذکرفرمایاسورہ انعام میں اللہ تعالی نے دنیا کی بے ثباتی کوذکرفرمایا کہ دنیادنیا کیا کرتے ہو، اصل تو آخرت کی زندگی ہے دنیا اور دنیا کی زندگی تو کھیل کودکا سامان ہے، جیسے الیون پلز الیون 11+11 کھلاڑی میدان میں اترتے ہیں لوگ بڑے جذبات کے ساتھ اس کو دیکھتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوگا کہ کرکٹ کو دیکھنے کے لئے لوگ کئی سوکئی ہزارروپیہ کاٹکٹ لیکرجاتے ہیں لیکن ہوتا کیا ہے کرکٹ ختم ہوجاتا ہے گراؤنڈسمیٹ لیاجاتا ہےاوریہ میاں خالی جیب ہوکرگھرواپس آجاتا ہے کس کا کیا گیااسی کی جیب خالی ہوئی تو دنیا کے مزے میں کوئی لذت نہیں ہےاوروہ بہت تھوڑابھی ہے، اسی کوفرمایا گیا ہے کہ، وَلَـذَّتُهَـا فَـانِيَة وَطَا عَتُهَا بَا قِيَة

دنیا کا مزہ کتنی دیر کا ہے؟

کرکٹ کا اور لہو ولعب کا ایک دور چل پڑا ہے لیکن بتاؤ یہ مزہ کتنی دیر کا ہے؟

قرآن پاک نے بڑا اچھا جملہ ارشاد فرمایا کہ :**وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ**: **لَعِب** کا معنی ہے کھیل کود، کھیل کود میں آدمی کتنا ٹائم بگاڑتا ہے یہاں لندن کے کرکٹ دیکھنے کے لئے لوگ کتنا ٹائم بگاڑتے ہیں، اور شرم آنی چاہئے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ کرکٹ کا میدان جنت ہے، کیسا جنت کو گرایا ہے اور ہمارا مسلمان بھی یہی جملہ نقل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ایک ایک جملہ نقل کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے ہمارے فارسی کے کہنے والوں نے کہا ہے کہ؛ **نقل را عقل باید**؛ کسی چیز کو نقل کرنے کے لئے عقل چاہئے اتنا اپنایا (follow) جا چکا ہے کہ لوگ ان کے جملے بھی اپنی زبان پر لاتے ہیں۔

ایک عاقل بالغ جملہ بولنے سے پہلے اس کو سوچے اور اس کو تولے، ہمارے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ: پہلے تولو پھر بولو: پہلے تولو کہ میں جو بول رہا ہوں اس کا وزن کتنا ہے، اور اسکا اثر میرے مذہب، اور میری شریعت پر اور میرے آخرت کے حساب پر کیا پڑے گا، چنانچہ قرآن مجید نے اس کو سمجھایا ہے کہ جو شخص کرکٹ کے میدان میں یا فٹبال کے میدان میں اس کو دیکھنے کے لئے جائے، یا ٹیلی ویژن پر بیٹھتا ہے تو اس کا مزہ کتنی دیر کا ہے؟ زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے یا آٹھ گھنٹے کھیل ہوتا ہے، اس کے بعد کھیل سمٹ گیا، ختم ہو گئی بات، کوئی جیتا کوئی ہارا، بتاؤ اس نے ہمیں کیا دیدیا؟ لوگوں نے کتنے روپئے بنالئے، ایک بھی کھلاڑی ایسا ہے کہ اس کے چاہنے والے کو اس نے پانچ

پاؤنڈ بھی دیئے ہو، یہ چیلنج ہے آپ کوئی ایسا کھلاڑی مجھ کو بتاؤ چاہے فٹبال کے میدان کا کھلاڑی ہو، یا کرکٹ کے میدان کا کھلاڑی ہو، یا کسی بھی میدان کا ہو، اس نے آپ کو کوئی انعام دیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر کا مزہ ہے، قرآن کہتا ہے کہ دنیا کی لذتیں اور دنیا کی زینت بھی ایسی ہی ہے چند دنوں کا یہ مزہ ہے۔

اپنے آپ کو سنبھالنے والا کامیاب ہے

اور اس دنیا کے اندر جس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس کے اندر اپنی نگاہوں کی حفاظت کرلی اور جتنی اس کی عمر ہے اس نے اس کی قدر کرلی بس وہی کامیاب ہے انہیں لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ، وَلَدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِلَّذِیْنَ یَعْقِلُوْنَ کہ یہ لوگ کامیاب ہیں اور اِنہی لوگوں کے لئے آخرت کا دائمی مکان ہے کہیں، یَتَّقُوْنَ، فرمایا کہیں یَعْلَمُوْنَ، فرمایا اللہ تعالی نے عجیب عجیب الفاظ بہت سی جگہوں پر ارشاد فرمائے ہیں، تو جو عقل رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے اصل مکان آخرت کا ہے۔

ایک عقلمند آدمی کو دعوت دی جائے کہ چلو آج ہم لندن کرکٹ دیکھنے کے لئے جائیں گے تو وہ کہے گا کہ ہمیں کیا ملنے والا ہے بھائی، یہاں سے لندن آنے جانے کے پچاس پاؤنڈ پٹرول میں خرچ کریں اور اس کے لئے دن بھر کی محنت اور کمائی چلی جائے گی اور اس کے لئے لائن میں کھڑا ہونا پڑے گا، اور کچھ بھی نہیں ملے گا، نہ دین کا فائدہ اور نہ ہی دنیا کا فائدہ ہوگا، ہم تو جو فائدہ کا کام ہوگا وہی کریں گے، قرآن پاک نے فرمایا کہ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَلَدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِلَّذِینَ یَعْقِلُوْن، کہ

دنیوی زندگی لہو ولعب ہے اور عقل والے اس کے پیچھے اپنے کو برباد نہیں کرتے ہیں اور تقوی پر جو ہوتا ہے اس کی زندگی میں یہ بات آتی ہے۔

اس سورۃ میں ایک بڑے مسئلہ کا حل ہے

سورہ انعام میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنی ایک سنت کو ارشاد فرمایا ہے، اور وہ اس زمانہ میں خاص طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہے اور اس نے ہمارے لئے ایک بڑا مسئلہ حل کردیا بس ذرا توجہ سے سنیئے جو میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا طریقہ اور میری عادت رہی ہے کہ پہلی امتوں میں اور اس امت میں بھی جب میں کسی امت کو گناہوں پر تلا ہوا دیکھتا ہوں، جب میں کسی قوم کو نافرمانیوں کی طرف جاتا ہوا دیکھتا ہوں تو اسکو جھنجھوڑنے کے لئے جانی ومالی، جسمانی، دولتی وثروتی دونوں قسم کی بیماریوں میں اور دونوں قسم کی آفتوں میں مبتلاء کردیتا ہوں۔

اور ان آفتوں میں مبتلاء کرنے میں میرا مقصد یہ ہے کہ بندے میری طرف رجوع کریں، نماز کی پابندی کریں، منہیات یعنی جن کاموں سے میں نے روکا ہے ان سے یہ بندے باز آجائیں، اور اس آیت نے بہت بڑا سوال حل کردیا کہ اللہ تعالی دنیا پر حالات کیوں لاتے ہیں؟ اللہ تعالی لوگوں کو بیماریوں میں کیوں مبتلاء کرتے ہیں؟ اس کا مقصد اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے ارشاد ہے کہ **فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَتَضَرَّعُوۡنَ**، اللہ تعالی اسی لئے دنیا والوں کو مصیبت میں مبتلاء کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالی کے بندے اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں، اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں، معافی مانگیں، اور اسی مضمون کی ایک آیت نویں پارے کے

دوسرے رکوع میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے جس میں اللہ تعالی نے انہیں جملوں کو ادل بدل کر جھنجھوڑا ہے۔ یہاں پر فرمایا کہ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ. اور ایک مقام پر فرمایا کہ فَلَوْلَا اِذْجَاءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ، کہ جب ہماری طرف سے کوئی مصیبت یا کوئی آفت آئے ، چاہے زلزلہ کی شکل میں ہو، یا کسی وبا کی شکل میں ہو، پھر ہم کسی کو ڈھیل نہیں دیتے ہیں ،اور یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہم کو متنبہ کرنے اور ہم کو جگانے کے لئے آتے ہیں کہ جاگ جاؤ ، اللہ تعالی بڑے ارحم الراحمین ہیں اللہ تعالی ہم کو جگانے کے لئے بھی طریقے اختیار فرماتے ہیں ورنہ ہمیں کب کے سلا کے رکھتا ،اور عذاب بھیجتا تو اسے کون پوچھنے والا ہے اور اگر زیادہ ہم کو غفلت کے پردوں میں رکھتا تو کون اس کو پوچھنے والا ہوتا اللہ تعالی کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا اور کوئی روکنے والا بھی نہیں ہے کہ آپ ایسا مت کیجئے۔

اللہ تعالی کا معاملہ محبت والا ہے

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْن ، اللہ تعالی سے نہیں پوچھا جاسکتا کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ وہ تو وہ مالک الملک ہے اگر میں اپنی قلم کو توڑ دالوں تو آپ مجھے پوچھنے والے کون ہوتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ قلم میری ملکیت ہے،تو مالک اپنی ملکیت میں جو تصرف کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے،لیکن پھر بھی اللہ رب العزت کا ہم لوگوں کے ساتھ بڑا محبت والا معاملہ ہے کہ وہ جب کبھی بھی ہم کو گناہوں پر آمادہ اور گناہوں کے اندر مبتلا دیکھتا ہے تو کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار کرتا ہے۔ تاکہ انسان

دنیا کے اندر ہی سنبھل جائے ،اسی لئے بیمار کی عیادت کرنے جب جاتے ہیں تو یہ دعا پڑھی جاتی ہے،اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی عَافَانِی مِمَّنِ ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِی عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیلًا ۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس جیسی بیماری میں مبتلا نہیں فرمایا اس میں بھی یہی راز ہے کہ بندے سنبھل جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بیماری آپ کو آ لگے اس کو سنبھلنے کا حکم ہو رہا ہے،اور وہ مزید اللہ تعالی سے عافیت بھی مانگ رہا ہے۔آج کل کی طرح نہیں،آج کل تو اس کو اور زیادہ ڈرایا جاتا ہے اس بیچارے کو کبھی تو دل پر حملہ (heart Fail) نہیں ہوتا ہے،عیادت کرنے والے حملہ کر دیتے ہیں اس کی عیادت کرنے جاتے ہیں، اور اس کے پاس خرچ وغیرہ کی تفصیل شروع کر دیتے ہیں بس خرچ کا نام سن کر اس کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے، اس طرح نہیں میرے بھائیو،عیادت کے بھی اصول ہیں اسلام نے اس کو بھی سکھایا ہے۔

حضور ﷺ کو اگلے پچھلے سب کا علم تھا

جناب نبی اکرم ﷺ کو پندرھویں صدی کے لوگوں کا علم تھا میں حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت نہیں کر رہا ہوں لیکن ہمارے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت تک آنے والے لوگوں کے حالات سے باخبر کر دیا گیا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ قیامت تک آنے والے انسانوں کے نبی ہیں اور اسی کے نتیجہ میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا:اُوْتِیتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ کہ مجھ کو اگلے پچھلے تمام لوگوں کا علم دیا گیا ہے، پہلے جو لوگ گزر گئے ان کا علم مجھے دیا گیا تا کہ میں ان کی زندگیوں سے عبرت اور سبق لیکر اپنی امت کو سکھا تا رہوں اور قیامت تک آنے والے انسانوں

میں کیا کیا حالات آئیں گے وہ سب بھی میں اپنی امت کو بتا سکوں۔

صحابہ کرام نے سوالات ہمارے لئے فرمائے

اللہ تعالی صحابہ کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) کہ جب بھی حضور ﷺ کوئی پیشین گوئی فرماتے تھے تو صحابہ کو تو یقین تھا ہی کہ اس زمانہ تک تو ہم جانے والے نہیں ہیں پھر بھی صحابہ کرام پوچھ لیا کرتے تھے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر وہ زمانہ ہم میں ہو تو پھر آپ کی کیا رہبری ہے؟ ایسے وقت میں آپ کا کیا فرمان ہے ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیئے کبھی کبھی تو حضور ﷺ فرماتے کہ میرے بعد ایسے ایسے حالات آئیں گے صحابہ کرام اندازہ بھی لگاتے کہ وہ حالات ہمیں دیکھنے کو بھی نہیں ملیں گے، لیکن ہم سب کے لئے صحابہ کرامؓ نے پوچھ لیا اور یہ اللہ تعالی کا نظام تھا محدثین نے بالخصوص علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں اللہ تعالی یہ بات پیدا فرماتے تھے کہ وہ حضور ﷺ سے پوچھیں تا کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو صحابہ کرام کے ان سوالات کے ذریعہ سبق مل جائے۔

حالات انابت پیدا کرنیکے لئے آتے ہیں

اللہ تبارک وتعالی کا یہ نظام ہے کہ اللہ تعالی انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں، اسی لئے سورہ توبہ کے اخیر اخیر میں بھی ایک آیت میں فرمایا گیا، اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ، ان حالات میں یہ آیت پاک بہت اچھی روشنی ڈال

رہی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا لوگ سوچتے نہیں ہیں کہ ایک ایک سال میں دو، دو، دفعہ میں ان پر مصیبت اتارتا ہوں کسی نہ کسی فتنہ یا کسی نہ کسی آزمائش میں اُنہیں مبتلا کرتا ہوں پھر بھی یہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں، اوراب تو سال میں ایک دو دفعہ نہیں بلکہ روزانہ ہے، روزانہ طلوع ہونے والا سورج پتہ نہیں میرے بھائیو کیا خبر لائیگا، ذرا آپ ریڈیو اون (on) کرو ٹیلی ویزن (television) کے کسی بھی چینل (chanel کو آپ اون (on) کیجئے، پہلی خبر یہ ملے گی کہ فلاں کنٹری میں میں اتنے مسلمان گئے اورفلاں کنٹری (country) میں مسلمانوں پر حملہ ہوا یہ سب کیا ہے، ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ۔

حالات سنکر عمل نہ کرنا منافقوں کی عادت ہے

منافقین کی یہ عادت ذکر کی گئی کہ منافقین حالات کو سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، دیکھتے ہیں، اور پھر وقت گزاری کرتے ہیں، اللہ تعالی کی طرف رجوع نہیں ہوتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ روزانہ ہم مسلمانوں کے حالات سنتے ہیں ہم میں سے کس کو توفیق ہوئی کہ کم ازکم دو رکعت صلوۃ الحاجت پڑھ کر ہم نے امت اسلامیہ کی فلاح و بہبودی کے لئے دعا کی ہو، الا ماشاءاللہ، ہم تبصرہ کر لینے کو فرض اور کافی سمجھتے ہیں، ایک دوسرے سے بات کرلی کہ مسلمان دنیا میں بہت حیران ہیں جہاں دیکھو وہاں مسلمان حیران، تو گویا کہ ہم نے اپنا فریضہ ادا کرلیا اور اپنے دل کو سکون دیتے ہیں کہ ہم نے تھوڑی بہت فکر تو کرلی۔ لیکن بتایئے؟ کیا کبھی ہم نے اپنے اندر امت کیلئے رونے کی سنت کو پیدا کیا؟ کیا ہم

نے کبھی اس امت کی خاطر چند آنسو بہائے؟ اور یہ بھی سن لیجئے جس دن یہ سنت ہمارے اندر پیدا ہوگی تو پھر دنیا میں انقلاب پیدا ہو جائے گا، یہ چیلنج ہے اگر ہم لوگوں میں رونے کی سنت پیدا ہوگئی تو چیلنج ہے انشاء اللہ کہ پوری دنیا میں انقلاب پیدا ہو جائے گا، مسلمان کا آنسو اللہ تعالی کے نزدیک بڑا قیمتی ہے، مسلمان تو اللہ تعالی کے یہاں کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے، نسائی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ کعبۃ اللہ کو گرانے کا اتنا گناہ نہیں ہوتا جتنا کہ کسی مسلمان کے دل کو توڑنے کا گناہ ہوتا ہے مسلمان کا دل اللہ تعالی کے یہاں اتنا قیمتی ہے، اس سے سمجھ میں آگیا کہ اس کا آنسو کتنا قیمتی ہوگا، لیکن ہم آنسو بہاتے نہیں ہیں پیسے کے اندر برباد ہوتا ہے تو آنسو بہاتے ہیں، لیکن ہم سے قرآن جدا ہو رہا ہے اس پر تو ہم نے کبھی آنسو نہیں بہایا، دین ہم سے جدا ہو رہا ہے ہم نے کبھی آنسو نہیں بہایا۔

دو قطرے اللہ تعالی کو بہت پسند ہیں

ہم سے سنتیں جدا ہو رہی ہیں، اس پر ہم نے کبھی آنسوں نہیں بہایا جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو قطرے اللہ تعالی کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہیں ایک تو اللہ تعالی کے راستہ میں اس کے دین کو بلند کرنے کے لئے جو خون کا قطرہ بہایا جائے، اور دوسرا اللہ تعالی کے خوف سے آنکھ سے گرنے والا قطرہ، اگر کوئی آنسو کا قطرہ ٹپکتا ہے تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کی بڑی قیمت ہے، تو اصل بات یہ ہے کہ یہ جو بھی حالات اور مصیبتیں ہیں سورہ انعام کی اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے ہے۔

عدمِ انابت دل کی سختی کے سبب ہوتی ہے

اور انسانوں کے دل اللہ تعالی کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے ہیں؟ قرآن پاک نے اس کا سبب بھی بتایا کہ لوگ مصیبتوں کو دیکھ کر بھی اللہ تعالی کی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں ارشاد ہے۔ وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوبُھُم فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطَانُ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ، دل کی سختی سب سے بڑا مہلک مرض ہے کامیاب ڈاکٹر (doctor) وہ ہوتا ہے، جو تشخیص صحیح کرے، بیماری کو پہچان لے، کامیاب ڈاکٹر بیماری کو پہچاننے کے بعد اس کا علاج (treatment) شروع کرتا ہے، اور اس بیماری کا سبب بتاتا ہے۔ اسی لئے جتنا میڈیکل (medical) میں نے پڑھا اور سمجھا بڑے بڑے ڈاکٹر چیکپ (check-up) کروانے میں خرچہ زیادہ کرواتے ہیں اور دوا بہت مختصر اور سستی لکھ کر دیتے ہیں۔

اور یہ ان کی کامیابی ہے۔ اور چھوٹا ڈاکٹر مریض کو اتنی بڑی پرچہ دیدیتا ہے کہ بس اللہ کی پناہ، اس کو بہت ساری گولیاں دیگا اور اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ گولی نہیں لگی تو یہ لگ جائیگی، جو بیماری دور کرنے کا سبب بنے گی تو جو ڈاکٹر جتنی زیادہ گولیاں دے، تو وہ ڈاکٹر اتنا ہی لوکل (local) ہے اور بڑے ڈاکٹر جو ہوتے ہیں وہ بیماری کو پکڑتے ہیں، اسی لئے ہمارے بروڈہ شہر میں صرف رگ پکڑنے کے کئی سو روپئے لگ جاتے ہیں بڑے بڑے ڈاکٹروں کے چیمبر (chamber) میں گھسنے سے پہلے جیب میں ایک ہزار روپیہ ہونے چاہئیے وہ صرف ہاتھ پکڑنے کے تین سو روپیہ لیتا ہے ایک تو ہاتھ بھی پکڑیں گے اور اوپر سے تین سو روپیہ بھی لیں گے اپنا اتنا قیمتی خون ہوتا ہے وہ بھی لیتے ہیں، اور اوپر سے پانچ سو روپیہ بھی خون چیکپ کے لیتے ہیں ارے بھائی خون بھی لے رہا ہے اور پیسے بھی لے رہا ہے۔

واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا ہمارے مدرسوں میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے علما کرام نے پڑھی ہوگی اس کا نام،، نَفحَةُ العَرب،، ہےاس میں حجاج بن یوسف کا بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہوا ہے، حجاج بن یوسف ایک بادشاہ گزرا ہےاس کے بہت سے کمال بھی ہیں اور بہت سی خرابیاں بھی ہیں اللہ تعالی کے یہاں اس کا جو فیصلہ ہونا ہے وہ ہوگا، لیکن اس نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس نے قرآن پاک پر اعراب لگائے ہیں نقطے لگائے، جس کے نتیجہ میں ہم عجمی لوگ قرآن کو اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں، بہرحال حجاج بن یوسف نے ایک پیغام (circular) جاری کیا کہ رات کو گیارہ کے بعد کوئی بھی جوان روڈ پر نظر نہیں آنا چاہیئے اگر کوئی بھی جوان نظر آئے تو اس کو اندر کردو، اب حجاج بن یوسف کے پولس والے رات کو نکلے گیارہ، بارہ بج گئے تھے کچھ نو جوان نشہ میں چور تھے شراب پی کر اِدھر اُدھر لڑکھڑا رہے تھے تو پولس والوں کے ہاتھ تین نو جوان آئے، جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ تو اُن میں سے ایک نو جوان نے یوں کہا کہ؛ اَنَاا بْنُ مَنْ دَانَتِ الرِّقَا بُ لَهُ ؛ میں ایسے باپ کا بیٹا ہوں جس کے سامنے بڑے بڑے لوگوں کی گردن جھکتی ہے گردن بھی جھکاتے ہیں اور اوپر سے میرے باپ کو پیسے بھی دیتے ہیں، اور میرا باپ کہے کہ ادھر منہ کرو تو ادھر منہ کرنا پڑتا ہے اور کہے کہ نیچے دیکھو تو نیچے دیکھنا پڑتا ہے، اور اوپر کہے تو اوپر دیکھنا پڑتا ہے اور اچھے اچھے لوگ میرے باپ کے سامنے گردن جھکاتے ہیں۔ قصہ لمبا ہے حجاج

بن یوسف کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا گیا، ایسے ایسے لوگ پکڑے گئے تھے، ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا اور اس کو پہچان بتلایا شناخت (Identy) دیا کہ اس کا چہرہ ایسا ایسا تھا، چنانچہ اس کو پکڑ کر سامنے لایا گیا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟ گورنر کا بچہ ہوگا کوئی بہت بڑے منسٹر کا بچہ ہوگا اس نے کہا کہ میں حجام کا بیٹا ہوں کیا مطلب؟ مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔

میرے بھائیو، کیا حجام نہیں بولتا ہے کہ ایسا بیٹھو، ایسا کرو، چاہے بڑے سے بڑا آدمی ہی کیوں نہ ہو، وہ کہتا ہے کہ برابر بیٹھو، ماتھا نیچے کرو پھر وہ اپنی کرسی کو ذرا اونچی کرتا ہے کہ اب ذرا ٹیک لگا کر بیٹھو، اور وسترے سے کبھی کبھی خون بھی نکل جاتا ہے اور اس کو پیسہ بھی دینا پڑتا ہے، تو کہا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے سامنے بڑے بڑے لوگ گردن جھکاتے ہیں اور وہ ان کا پیسہ بھی لیتا ہے اور خون بھی لیتا ہے، حجاج بن یوسف اس کے ادب کی شائستگی پر اس کے بول پر اتنا بڑا قربان ہوگیا کہ اس نے کہا کہ اس کو رہا کردو، کہ تیری زبان میں کیا تاثیر ہے اگر تو کہتا کہ میں حجام کا بیٹا ہوں تو تجھ کو مارا جاتا لیکن تو نے اپنے باپ کا تعارف کتنے اچھے انداز میں کروایا اس کی زبان دانی پر اس کو معاف کردیا۔ اور تمام عورتوں کا اجتماع کر کے اس نے تعلیم دی کہ اپنے اپنے بچوں کو اس طرح ادب سکھلاؤ۔

حجام دو طرح کے ہوتے ہیں

ایک حجام اردو کا بھی حجام ہے، اور ایک حجام عربی کا بھی حجام ہے یہ بھی سمجھا دوں عربی میں حجام اس کو کہتے ہیں جو پچھنہ لگاتا ہے، حج اور عمرہ کے لئے عرب

میں جولوگ جاتے ہیں انہوں نے دیکھا بھی ہوگا کہ سینگی لگائی جاتی ہے، کبھی شانہ پر کبھی ایڑی میں، جس سے خراب خون کو نکال لیا جاتا ہے یہ ایک بہترین علاج ہے حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو بھی اس کی ترغیب دلائی ہے لیکن اب کوئی ہم میں سے ایک دوسرے کا پچھنہ لگانے کے لئے مت بیٹھ جانا اس کے لئے تو مہارت ہونی چاہیئے، ورنہ کہاں سے کہاں لوچہ والی بات ہوجائیگی۔

اچھائی کو مدنظر رکھیں

حجاج بن یوسف بھلے کیسا ہی تھا لیکن اس نے قرآن پاک میں اعراب لگائے ہیں اور ہر آدمی کی زندگی میں کچھ نہ کچھ اچھائیاں ہوتی ہیں، اور کچھ نہ کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں، ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اچھائیوں کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ تو برائیوں کو معاف کردیتا ہے سو میں سے اگر ننانوے خرابیاں ہوں اور اس میں ایک خوبی ہو تو ہمیں اس کی خوبی کو دیکھنا چاہیئے ہمارا معمول یہ بن گیا ہے کہ اگر اس بے چارے کے اندر ننانوے خوبیاں ہوں، اور ایک خرابی ہو تو ہم ساری خوبیوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا ملفوظ

امت کے لئے ہمیں رونا چاہیئے اسی لئے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے جملے مجھے برابر یاد ہیں، کسی جگہ بخاری شریف کے ختم پر آپ نے فرمایا تھا کہ امت نے رونے کی سنت چھوڑ دی ہے امت رو نہیں رہی ہے، اسی لئے وہ آج کمزوریوں کا شکار ہے، رو کر ہی انسان اپنے مسائل کو حل کرواسکتا ہے، خالق اور مخلوق

کے درمیان دن میں کم از کم پندرہ منٹ کا ایسا وقت ہونا چاہئیے کہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہونا چاہئیے کم از کم بول رہا ہوں بیوی تک کو اس کا علم نہ ہو، پھر اگر آدمی اپنے اندر رونے کی سنت کو پیدا کریگا تو چیلنج ہے کہ اللہ تعالی انشاء اللہ دنیا میں انقلاب پیدا فرمائیں گے۔ میرے بھائیو کامیاب ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جو بیماری کے اصل سبب کو پہچان لے کہ بیماری کہاں سے آئی، اور سب سے بڑے حکیم اللہ تعالی ہیں اللہ تبارک وتعالی انسان کو نہیں پہچانے گا تو پھر کون پہچانے گا؟ اللہ تعالی نے مرض بتلا دیا وہ سب سے بڑے حکیم ہیں۔

دو چیزوں سے دل سخت ہو جاتے ہیں

قرآن پاک نے ذکر کیا کہ، وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ، دل سخت ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے آدمی کے اندر سے توبہ کا مادہ ختم ہو گیا اور دل دو چیزوں کی وجہ سے سخت ہوتا ہے، ابوداؤد شریف کی روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مال کی محبت اور موت سے نفرت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے تو دل سخت ہو جاتا ہے، مال کی محبت جب دل میں رچ بس جاتی ہے اور موت سے آدمی کو ڈر لگنے لگتا ہے تو دونوں چیزیں آدمی کے دل کو سخت بنا دیتی ہیں اور دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں موت سے آدمی کو اسی وقت ڈر لگتا ہے جب کہ آدمی کو مال سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے اس لئے کہ موت کی صورت میں مال کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے کہ میرا مال چھوٹ جائیگا اسی لئے قرآن پاک نے کہا کہ ،وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ، تو ہمیں دل کی سختی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

دل کی سختی کیسے دور ہوگی؟

اور دل کی سختی اللہ تعالی کے ذکر سے دور ہوتی ہے، ذکر کی برکت سے اللہ تعالی کی طرف سے خیر و برکت کے انوارات اور رحمت کے چشمے پھوٹتے ہیں انسان کا دل جب سخت ہوتا ہے تو قرآن نے شکایت کی کہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ پتھر اور پہاڑ بھی اس کے سامنے شرما جاتے ہیں پہلے پارے کے نویں رکوع کو آپ پڑھیئے، ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُکُمْ مِن بَعْدِ ذٰلِکَ فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ اَو اَشَدُّ قَسْوَة : کہ انسانوں کے دل جب سخت ہو جاتے ہیں تو پتھر بھی اس کے سامنے شرما جاتے ہیں، جس پتھر پر پانی لگا تار اور مسلسل گرتا ہے اور اگر مسلسل بارش برستی ہے تو اس میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے اس میں بھی چشمے پھوٹنے لگتے ہیں لیکن انسان کا دل جب سخت ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے رات دن قرآن مجید سنایا جائے، حدیث کی تعلیمات سنائی جائیں، لیکن وہ ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں ہوتا ہے، اسی کو شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ، جبل گردد جبلت نہ گردد: کہ پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹل سکتا ہے لیکن آدمی کی فطرت نہیں بدلتی ہے، تو دل کی سختی کو دور کرنے کے لئے ہمیں روزانہ اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہیئے، میرے دوستو!! اللہ تعالی کا نام لینا چاہیئے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور جب دل کی سختی دور ہو جاتی ہے تو پھر حق بات اس پر اثر کرتی ہے۔

بدنظری دل کی سختی کا باعث ہے

حضرت باندویؒ سے کسی نے شکایت کی کہ حضرت مجھے دعاؤں میں رونا نہیں

آتا ہے حضرت نے فرمایا کہ تمہارا دل سخت ہو چکا ہے اور اس دل کے سخت ہونے کا سب سے بڑا سبب بدنظری ہے اب اگر آپ کہیں کہ ہم تو بدنظری تو کرتے نہیں ہیں ہم کہاں پرائی ماؤں اور بہنوں کو دیکھتے ہیں، تو میرے بھائیو ٹیلی ویزن دیکھنا بھی پرائی ماؤں اور بہنوں کو دیکھنا ہے صاف بات ہے ٹیلی ویزن بھی کیا ہے؟ اس میں بھی پرائی ماؤں بہنوں کو ایڈوٹائس (Advertise) کو اِدھر اُدھر کی چیزوں کو دیکھا جاتا ہے اس سے بھی آدمی کی نظر خراب ہوتی ہے اور پھر نظر کے ذریعہ ہی بعد کی ساری چیزیں وجود میں آتی ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے یہ فرمایا کر پہلے ہی بریک لگا دی، زِنَــــا الْعَيْــنَيْنِ اَلنَّظَرُ، کہ انکھوں کا زنا بدنظری ہے، آدمی جتنی اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، اور نور کے پیدا ہونے کے بعد سختی خود بخود ختم ہو جاتی ہے، یہ بات آپ آزما کر دیکھئیے کہ اللہ تعالی کے ذکر سے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہم لوگوں کو اسلامی اصول سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اٰمین جس کی زندگی میں یہ مبارک اصول آگئے تو وہ دونوں جہاں دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گیا۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

اور جنتی لوگوں کے بارے میں قرآن پاک بہت اچھے انداز میں فرماتا ہے کہ جنتی لوگ آپس میں بڑی محبت کے ساتھ بیٹھے ہونگے ارشاد ہے وَنَزَعْنَا مَا فِی صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلٍّ ، جنتیوں کے دل سے اللہ تبارک وتعالی کینہ وغیرہ سب نکال دیں گے، انکے دلوں میں ذرہ برابر کینہ نہیں ہوگا ، کیوں ؟ اس لئے کہ وہ جنت کا اعلی ترین مقام ہے جہاں انسان کو ہر قسم کی تکلیف سے نجات دی جائیگی اور کینہ میں تکلیف ہے تو پتہ چلا کہ جنت میں انسان کو کینہ نہیں ہوگا ، دنیا میں تو ایک دوسرے کے دل میں کینہ ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہی ہے آدمی چاہے کتنی ہی کوشش کرے، کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی خیر کو دیکھ کر حسد نہ ہو تو کچھ نہ کچھ جذبہ آہی جاتا ہے اسی لئے تو کینہ نکلنے کی دعا کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصحابِ اعراف کون ہیں

الحمد للہ وحدہ، والصلو ۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ الذین اوفوا عھدہ، اما بعد، فاعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، المص ،کِتٰبٌ اُنزِلَ اِلَیۡکَ فَلاَ یَکُنۡ فِی صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَذِکۡرٰی لِلۡمُو مِنِیۡن، اِتَّبِعُوا مَا اُنۡزِلَ اِلَیۡکُم مِنۡ رَّبِکُم وَلَا تَتَّبِعُوا مِنۡ دُونِہٖ اَولِیَا ءَ، قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُون، صدق اللہ العظیم.

معزز بھائیو دوستو اور بزرگو!! آج ہم نے تراویح میں سورہ اعراف کی تلاوت سنی ہے اس کے اندر قرآن مجید نے تین قسم کے انسانوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنتی اور جہنمی ،اور اصحاب اعراف ،اور انکی آپس کی گفتگو، یہ ایک دوسرے سے کیا مکالمہ کریں گے ،جنتی لوگ جہنمیوں سے کیا کہیں گے جہنمی لوگ جنتیوں سے کس چیز کا مطالبہ کریں گے ان ساری باتوں کو سورہ اعراف میں بیان کیا گیا ہے جو ایک اہم ترین مضمون ہے۔

اعراف کیا چیز ہے؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار ہو گی جسکی

وجہ سے جنت کی ٹھنڈک جہنمیوں کو نہ پہونچ سکے گی، اور جہنمیوں کی گرمی جنتیوں کو نہ پہونچ سکے گی اسلئے کہ اللہ تعالی بیچ میں پاٹیشن بنا دیں گے قرآن پاک کہتا ہے وَبَیْنَهُمَا حِجَاب،، کہ جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ایک حجاب ہوگا ایک پاٹیشن اور ایک دیوار ہوگی، اور اس دیوار کے اوپر جو لوگ ہونگے انہیں اصحاب اعراف کہا جاتا ہے جو نہ جنتی ہونگے اور نہ جہنمی ہونگے وہ لوگ بیچ میں کیوں ہونگے؟ اور یہ کون لوگ ہونگے؟ حضرات مفسرین کا اسمیں بڑا اچھا کلام ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں، اَلَّذِینَ اسْتَوَتْ حَسَنَا تُهُمْ وَ سَیِّئَا تُهُمْ، جن کی زندگی میں نیکیاں اور برائیاں دونوں برابر (Equal) ہونگی، کوئی بھی ایک پلڑا بھاری نہیں ہوگا، نہ اس نے زیادہ نیکیاں کی ہوگی اور نہ اس نے زیادہ برائیاں اپنی زندگی میں کی ہوگی تو جن کے پلڑے میں نیکیاں اور برائیاں برابر سرابر ہونگی ان کو اصحاب اعراف کہا جاتا ہے۔

وزن برحق ہے

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِینُه فَاُولٰئِکَ هُمُ المُفلِحُون، وَمَن خَفَّتْ مَوَازِینُهٗ فَاُولٰئِکَ الَّذِینَ خَسِرُوا اَنفُسَهُم بِمَا کَانُوا بِاٰیٰتِنَا یَظلِمُوْن:
جسکا پلڑا اعمال کے اعتبار سے بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوجائیگا اس لئے کہ قیامت کے دن وزن کیا جائیگا اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ فیصلہ اور عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ پر ایمان کی اساس اور بنیاد ہے۔ علامہ تفتازانیؒ کی ایک کتاب شرح عقائد نام کی ہے جو مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور اسی طریقہ سے مکتب میں تعلیم الاسلام اور دینی تعلیم

کا رسالہ وغیرہ جو پڑھایا جاتا ہے بچپن میں ہم نے اگر اسکو پڑھا ہو،اور اسکو اپنے دماغوں میں بٹھایا ہوتو ہمیں یاد ہوگا اس میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن وزن کیا جانا برحق ہے ہم ان چھوٹی چھوٹی کتابوں کو بھی حقیر نہ سمجھیں۔

وزن کے لئے شیء کا نظر آنا ضروری نہیں ہے

وزن برحق ہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ،اوراب جو موڈرن ٹکنالوجی آئی ہے اس سے سمجھنا اور زیادہ آسان ہوگیا، پہلے تو یہ سوال ہوتا تھا کہ نظر نہ آنے والی چیز کو کیسے ناپا جائےگا لیکن آج کے دور نے اس کو آسان کر دیا کہ تھرمامیٹر کے ذریعہ نظر نہ آنے والی چیزوں کو بھی ناپا جاتا ہے اور میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آدمی نے کوئی نماز پڑھی ہے اسکا خارج میں وجود تو نہیں ہے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ ہے میری تراویح کی بیس رکعت ،کوئی بتا سکتا ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ میں نے آج دس پاروں کی تلاوت کی ہے،کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ میرے دس پاروں کی تلاوت ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ میں نے اتنے روپیہ کی زکوۃ ادا کی وہ یہ ہے،صدقہ ادا کیا اور بتائے کہ یہ میرا صدقہ ہے۔لیکن ان سب کو قیامت کے دن ناپا جائے گا۔

وزن کس کا کیا جائے گا؟

قرآن پاک کہتا ہے کہ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جائے گا، وزن کیا جانا برحق ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وزن کس چیز کا کیا جائیگا؟ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وزن اعمال کا ہی ہوگا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وزن انسان کے اعمال کا نہیں ہوگا بلکہ اعمال کرنے والے خود انسان کا ہوگا انسان دیکھنے

میں دبلا پتلا ہے لیکن اسکے اعمال مضبوط ہونگے تو اسکی وجہ سے اسکا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ

اوراس پر دلیل یہ ہے بخاری شریف میں بہت دلچسپ واقعہ ہے سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ جناب نبی اکرم ﷺ کی مسواک توڑنے کے لئے درخت پر چڑھے، مسواک تو زمین سے نکالی جاتی ہے لیکن نیم وغیرہ کی مسواک درخت کے اوپر سے نکالی جاتی ہے، بہرحال حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ درخت پر مسواک توڑنے کے لئے چڑھے حضرت عبداللہ ابن مسعود حضور اکرم ﷺ کے خاص خادموں میں سے ہیں اور اسیطرح حضرت مغیرہ ابن شعبہ ہے حضرت حذیفۃ الیمان ہے یہ لوگ بھی اللہ کے رسول ﷺ کے خادموں میں سے تھے اور حضرت انس بن مالکؓ تو سرفہرست ہیں اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان چار صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی بہت خدمت کی حضور ﷺ کے وضو کا پانی اٹھا کر چلنا حضور ﷺ کی مسواک کو صاف رکھنا آپ ﷺ کے کپڑوں کو اٹھانا اور حضور ﷺ کی ضروریات کی چیزوں کو ساتھ لیکر چلنا یہ سب کام وہ کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو وہ صحابی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب جناتوں میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر بھی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ساتھ تھے، جناتوں کے مطالبہ پر حضور اکرم ﷺ ایک جماعت کی شکل میں انکے درمیان تشریف لے گئے تھے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو ساتھ لیا اور اصل مقام پر پہونچ کر ایک گول دائرہ کھینچا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ تم اسمیں مت آنا تم اسکی تاب نہیں لا سکتے ہو۔ میں تم کو جہاں

ٹھہرا تا ہوں تم وہیں ٹھہرنا، خیر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مسواک توڑنے کے لئے درخت پر چڑھے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ٹانگیں بہت پتلی تھیں، پیر بہت پتلے تھے، صحابہ کرامؓ وہاں جمع تھے (جنات والا واقعہ الگ ہے اور میں جو واقعہ نقل کر رہا ہوں وہ الگ ہے) جب صحابہ کرامؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ٹانگوں کو پتلی پتلی دیکھا تو ہنس پڑے کہ یہ کتنی پتلی پتلی ٹانگیں ہیں کتنے باریک باریک پیر ہیں حضور اکرم ﷺ نے دیکھا اور آپ ﷺ سمجھ گئے کہ صحابہ کرام کیوں ہنس رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَرِجلَا عَبدِ اللّٰہِ ابنِ مَسعُودؓ اَثْقَلُ شَیْءٍ یُوضَعُ فِی المِیزَانِ یَومَ القِیَامَۃِ،

کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی ان دونوں ٹانگوں کا وزن قیامت کے دن پوری امت کے اعما ل میں سب سے زیادہ وزندار ہوگا پورے امت کے اعمال ایک طرف اور پوری امت کا ثواب ایک طرف، اَثْقَلُ شَیْءٍ یُوضَعُ فِی المِیزَانِ یَومَ القِیَامَۃِ، سب سے زیادہ وزندار چیز قیامت کے دن اگر کوئی ہوگی تو وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ دونوں ٹانگیں ہونگی دیکھنے میں تو بڑی پتلی ٹانگیں ہیں لیکن اس نے اسلام کی راہ میں قربانیاں دیں اس نے اسلام کی راہ میں نبی ﷺ کی راہ میں، دعوت وتبلیغ کی راہ میں اپنے پیروں کو تھکا دیا ہے اسلئے قیامت کے دن یہ دونوں پیر سب سے زیادہ وزندار ہونگے اس سے سمجھ میں آتا ہے میرے بھائیو کہ خود انسان کی ذات کا وزن ہوگا۔

دوسرا قول وزن اعمال کا ہوگا

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت اعمال کو

ایک خاص قسم کی شکل دیں گے، شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ہر عمل کی ایک خاص شکل ہوگی روزے کی ایک خاص شکل ہوگی اور وہ عالم غیب ہے اسکو اس دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، نہ سمجھ میں آئے تب بھی ہم کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے اگر آخرت کی ہر چیز سمجھ میں آجائے تو پھر اَلَّذِینَ یُو مِنُونَ بِا لغَیبِ ، غیب پر ایمان لانے کا کا کیا مطلب؟

ہم ہر چیز کو اپنی عقل پر نہ جانچیں

بہت سے لوگ جو آج کل تعلیم یافتہ (Educated Person) ہوتے ہیں وہ آخرت کی ہر چیز کو اپنی میڈیکل اور ٹکنالوجی پر پرکھنا چاہتے ہیں یہ ذرا بیوقوفی کی بات ہے، اس لئے کہ یہ سب غیب کی خبریں ہیں، میں ان لوگوں سے پہلا سوال کرتا ہوں جو یہ پوچھتے ہیں کہ مولانا صاحب قبر میں عذاب ہوگا یہ سمجھ میں نہیں آتا، ملائکہ ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتے ،تو دیکھئے قیامت کے دن یہ سب ہوگا اور سنو، ہمارے اندر ایک روح ہے جسکے بل بوتے پر ہم قائم ہیں بتاؤ یہ بھی کہاں نظر آتی ہے اور وہ کیا چیز ہے؟ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود ہم اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ پہلے یہ ثابت کر کے بتاؤ، یہ ہمارا چیلینج ہے اور قیامت تک چیلینج رہے گا کہ کوئی یہ ثابت کردے کہ روح کیا چیز ہے لیکن اسکو ہر ایک مانتا ہے قرآن پاک نے خاموش کردیا کہ وَیَسئَلُو نَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن اَمرِ رَبِّی ، کہدو کہ روح تمہاری سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے یہ تو میرے رب کے آرڈر کا نام ہے، رب کا حکم ہوتا ہے تو تین ساڑھے تین یا چار مہینہ بعد روح بچے کے اندر پھونکی جاتی ہے، اور رب کا آڈر رہوتا

ہے تو اسکو کھینچ لیا جاتا ہے تو بہت سے لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اعمال کو مستقل ایک شکل دی جائیگی اور اسکو تولا جائیگا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب آدمی کو دفن کیا جاتا ہے اگر وہ مومن ہے تو نماز ایک طرف آکر کھڑی ہو جاتی ہے اور روزہ ایک طرف سے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور تلاوت ایک طرف سے کھڑی ہو جاتی ہے اللہ تعالی انکو شکل عطا فرمائیں گے۔

وزن کے مسئلہ کو سائنس نے آسان کردیا

لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک بڑی پتہ کی بات لکھی ہے کہ آج کی سائنس نے اس بات کو سمجھنا آسان کردیا اس طور پر کہ درجہ حرارت (Tempraure) دیکھنے میں نہیں آتا لیکن، اسکو ناپا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ تھرمامیٹر کو اگر آپ بغل کے نیچے یا زبان کے نیچے رکھدو گے تو بتایا جاتا ہے کہ بخار 98 ہے اور جس کو نورمل (Normal) سمجھا جاتا ہے 98 سے سو کے درمیان ہے تو کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے اور گر سو سے اوپر ہو جائے تو پھر ذرا سوچنا پڑتا ہے ایک سو پانچ ہو گیا تو پھر اور زیادہ خطرہ کی گھنٹی ہے یہ جو ٹیمپریچر کو ناپا جاتا ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ ٹیمپریچر ہے؟ ٹیمپریچر تو نظر نہیں آتا ہے، صرف حرارت ہوتی ہے لیکن یہ ناپا اور تولا کس چیز کو جاتا ہے. جی ہاں نظر نہ آنے والی چیز کو ناپا جاتا ہے، اسی طریقہ سے یہ جو ٹیمپریچر ہوتا ہے کہ بھائی اتنے تاپ مان کی ڈگری ہے اور اتنا ٹیمپریچر ہے اور اتنا درجہ حرارت ہے اس کو نظر نہ آنے کے باوجود ناپا جاتا ہے۔ اور دیکھو بلڈ پریشر (Blood pressure) کو چیک کیا جاتا ہے یہ ساری وہ چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتی ہیں اس کے باوجود اسکو ناپا جاتا ہے

اور چیک کیا جا تا ہے پتہ چلا کہ اعمال کو بھی نظر آئے بغیر ناپا جا سکتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالی جب مخلوق کو اتنا پاور اور اتنی قدرت دے سکتا ہے کہ نہ ناپے جانیوالی چیزوں کو بھی اور نظر نہ آنے والی چیزوں کو بھی اور نہ محسوس کی جانے والی چیزوں کو بھی ناپا، تولا اور پرکھا جا سکتا ہے، تو اللہ تعالی تو ہر چیز سے زیادہ قادر مطلق ہے وہ کیوں نہیں ناپ سکتا، بہرحال تو قیامت کے دن ایک تو وہ لوگ ہونگے جنکے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا اور ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں، تیسویں پارے میں ارشاد فرمایا کہ، فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ، اور دیکھو دنیا میں بھی وزن کرنے کے پلڑے الگ الگ ہوتے ہیں ہمارے بزرگوں نے مثال دی ہے کہ ہر ایک چیز کا وزن الگ مشین پر کیا جا تا ہے سونے کا وزن الگ مشین پر کیا جا تا ہے اور اناج اور غلہ کا وزن الگ مشین پر کیا جا تا ہے لوہے کو ناپنے اور تولنے کے کے لئے الگ مشین ہوتی ہے پتہ چلا کہ اعمال کے لئے بھی اللہ تعالی نے کوئی الگ مشین رکھی ہوگی۔

اعراف پر کون لوگ ہونگے؟

میں یہ عرض کررہا تھا میرے بھائیو، کہ اعراف پر یعنی جنت اور جہنم کے درمیان جو پارٹیشن کی دیوار ہوگی، اس پر وہ لوگ ہونگے جنکی نیکیاں اور برائیاں برابر سرابر (Equal) ہوگی نہ نیکیوں کا پلڑا بھاری اور نہ ہی برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، اور اللہ تعالی کے یہاں تو انصاف ہے، اللہ تعالی ایسے لوگوں کو جہنم میں بھی داخل نہیں فرمائیں گے، اسلئے کہ برائیوں کا پلڑا بھاری نہیں ہے، لہذا انکو درمیان میں ہی رکھا جائے گا ان کو جنت کی ٹھنڈی ہوائیں پہنچتی رہے گیں۔

اصحاب اعراف کا جہنمیوں سے سوال

اور یہ اصحابِ اعراف جہنمیوں کے عذاب میں اضافہ کرنے کے لئے وہاں رکھے جائیں گے، میں آپ کو قرآن مجید سمجھا رہا ہوں، قرآن مجید فرماتا ہے، وَنَادٰی اَصْحَابُ الاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعرِفُوْنَھُم بِسِیْمٰھُمْ کہ یہ جہنم کی پاٹیشن کی دیوار پر جو لوگ ہونگے وہ جہنمیوں کی طرف جھانک کر کہیں گے، مَا اَغْنٰی عَنْکُم جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُم تَسْتَکبِرُوْنَ ، کہ تم نے دنیا میں جو مال و دولت اکھٹی کر رکھی تھی بڑے بڑے عہدے تم نے جمع کر رکھے تھے، اپنے بزنس کو جو ڈیولپ کیا تھا اور بڑی بڑی فیکٹریاں جو قائم کی تھیں اور تم نے اتنے اکاؤنٹ جمع کر رکھے تھے اور تم بہت اترا اترا کر چلتے تھے، وہ سب کہاں ہیں؟ اور یہ کیا بات ہے کہ تم جہنم میں پڑے ہوئے ہو؟ اور اس طرح سوالات کر کر کے ان کو اور زیادہ عذاب دینے لگیں گے اور جب جنتیوں کی طرف اشارہ کریں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں تم دنیا میں کہا کرتے تھے کہ یہ تو رذیل قوم ہے، دیکھو یہ جنت کے اندر کیسے مزے لوٹ رہے ہیں یہ اصحاب اعراف ہونگے دونوں کو نشانیوں سے پہچانیں گے، یَعْرِفُونَ کُلًّا بِسِیْمٰھُمْ، یعنی اصحاب اعراف جنتیوں اور جہنمیوں کو چند مخصوص نشانیوں سے پہچانیں گے اور اس طرح کے سوالات کریں گے۔

جنتی حضرات کا جہنمیوں سے سوال

پھر جنتی حضرات کو اللہ تعالی ایک خاص قسم کا اختیار دیں گے جنتی حضرات

جہنمیوں سے بات کریں گے، وَنَا دٰی اَصۡحَابُ الۡجَنَّةِ اَصۡحَا بَ النَّا رِ اَن قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَاحَقًّا: کہ ہمارے رب نے ہم سے قرآن میں جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسکو سچ سچ یہاں پالیا ہم نے اسکو برابر پالیا۔اوراے جہنمیوں کیاتم بھی اپنے انجام کوپہنچ گئے اس کے بعدایک اعلان ہوگا اللہ تعالی کی طرف سے جیسے جیسے آرڈر ہوتا چلا جائیگا ویسے مختلف قسم کے اناؤنس مینٹ ہوتے جائیں گے،ایک اعلان یہ ہوگا کہ ،،اَلا لَعۡنَةُاللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِين ، کہ اللہ کی پھٹکار ہوظالموں پر،جو دنیا میں نیک اعمال کرنے والوں کامذاق اڑایا کرتے تھے،اور سچ بولنے والوں کےاوپر مختلف قسم کی آفتیں لاتے تھے،اللہ تعالی کو ماننے والوں پرمختلف قسم کے جملے کسا کرتے تھے ایسے لوگوں کے اوپر اللہ کی پھٹکار ہو۔

اہل جنت نعمتوں میں ہوں گے

اور جنتی لوگوں کے بارے میں قرآن پاک بہت اچھے انداز میں فرماتا ہے کہ جنتی لوگ آپس میں بڑی محبت کے ساتھ بیٹھے ہونگے صاف دل ہونگے،ارشاد ہے وَنَزَعۡنَا مَا فِی صُدُوۡرِهِم مِن غِلٍ ،جنتیوں کے دل سے اللہ تبارک وتعالی کینہ وغیرہ سب نکال دیں گے انکے دلوں میں ذرہ برابر کینہ نہیں ہوگا،اور جنتی حضرات کے دل سے کینہ کیوں نکالا جائیگا؟اسکی بہت اچھی وجہ ہمارے علماء نے لکھی ہے کہ کینہ اور دشمنی،حسد،اور کسی پر جلن اس وقت ہوتی ہے جبکہ اسکوایسا لگے کہ یہ چیز مجھے ملنی چاہئےتھی لیکن مجھےنہیں ملی اوراسکو کیوں ملی؟اسکا حقدار تو میں تھا،اسکا دعویدار تو میں تھا،مجھے یہ چیز ملنی چاہئےتھی،اس کو یہ مال ودولت اور یہ ثروت کیوں مل گئی،ایسی

صورت میں آدمی ایک دوسرے پر کینہ کرتا ہے لیکن جنت میں اللہ تعالی ہر انسان کو اسکے حق سے زیادہ نعمتیں دے گا اب دوسرے پر حسد کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو آدمی وہاں کہے گا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی هَدَ انَا لِهٰذَ ا، اللہ کے لئے تعریف ہے کہ اس نے ہم کو جنت تک پہنچا دیا۔

کینہ نکلنے کی دعا

اور کینہ پیدا ہونا انسان کی فطرت ہے ایسا ہوتا ہی ہے آدمی چاہے کتنی ہی کوشش کرے لیکن یہ انسان کی فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی خیر کو دیکھ کر حسد نہ ہو تو کچھ نہ کچھ جذبہ آہی جاتا ہے، اسی لئے تو کینہ نکلنے کی دعا کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ اسلام نے کینہ سے بچنے کی دعا بھی ارشاد فرمائی ہے اور وہ دعا یہ ہے ،رَبَّـنَا لاَ تَجْعَلُ فِـی قُـلُـوُ بِـنَا غِلًّا لِّلَّذِینَ اٰمَنُوا، حضور اکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اہل ایمان جو ہوتے ہیں وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری بھی مغفرت فرمایئے، اور ان لوگوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان کی دولت لیکر چلے گئے، انکی بھی مغفرت فرمایئے، اور کسی بھی ایمان والے بھائی کے بارے میں ہمارے دل میں کینہ مت پیدا فرمایئے۔ تو میرے بھائیو، جنتی حضرات کے دل سے بالکل کینہ نکال لیا جائے گا سورہ صٰفت کی آیات بتاتی ہیں کہ خاص قسم کی شراب جنتیوں کو پلائی جائیگی اور اس شراب کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنتیوں کے دلوں میں کینہ نہ ہوگا حسد نہیں ہوگا بغض اور عداوت نہیں ہوگی، بھائی چارگی ہوگی، محبت اور اخوت ہوگی۔

جنتیوں سے جہنمیوں کی فریاد

اور پھر فرمایا کہ جہنمی لوگ جب گرمی کو برداشت نہیں کرسکیں گے، ٹیمپریچر ان کے قابو سے باہر ہوجائیگا تو پھر وہ جنتیوں سے کہلوائیں گے، کہ اَفِیۡضُوا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ ، کہ تھوڑا سا پانی بھیجو جب مصیبت آتی ہے تو یہی صورت ہوتی ہے ابھی سورت میں جو سیلاب آیا تھا بڑے بڑے کروڑ پتی لوگ ایسے تھے جو ایک بوتل پانی کے لئے تڑپتے تھے، گھر میں سب کچھ پڑا ہے، اور سب سے پہلے سورت میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ پانی کو تقسیم کرنے کا تھا لوگوں کے پاس پانی ہی نہیں تھا۔ پانی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔

جنت کی چیزیں کافروں پر حرام ہے

تو میں یہ عرض کررہا تھا میرے بھائیو کہ جہنمی جنتیوں سے پانی مانگیں گے جس کو قرآن نے فرمایا، اَفِیۡضُو اعَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ ، علماء نے ذکر کیا ہے کہ ،مِن، یہاں پر تبعیضیہ ہے، مراد یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی دیدو، ہمارے لئے بہت کام کا ہوگا یا جو بھی اللہ تعالی نے تم کو دیا ہو، اس میں سے تھوڑا سپلائی کردو، پیچھے کے راستہ سے آگے کے راستہ سے کہیں سے بھی سپلائی کردو جنتی لوگ اسوقت کہیں گے، اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الۡکَافِرِیۡنَ ، اللہ تعالی نے جنت کی کوئی بھی چیز تمہارے لئے حلال نہیں کی ہے اس لئے کہ تم نے دنیا ہی میں جنت کے مزے لوٹ لئے آج جنت ہمارے لئے ہے ایک بھی چیز تمکو نہیں ملے گی کیوں؟ اسلئے کہ تم نے دنیا میں کتاب وسنت کا مذاق اڑایا

دنیا میں تم نے اللہ تعالی کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑایا تھا، اب اسکے نتیجہ میں تم کو کچھ بھی نہیں ملے گا، سورہ اعراف نے ان حقیقتوں کو کھولا ہے، اور سورہ اعراف میں اللہ تعالی نے اپنی اہم ترین نعمتوں کا بھی تذکرہ بھی فرمایا ہے، اسی طریقہ سے سورہ اعراف میں اللہ تعالی کی طرف سے انسان پر کی جانے والی سب سے بڑی نعمت جو لباس کی شکل میں ہے اس کو بھی ذکر فرمایا ارشاد ہے یٰبَنِی آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْآتِکُمْ وَرِیْشًا۔

پانی کے بغیر زندگی کا گزارا، ناممکن

اور پانی کے بغیر زندگی گزر رہی نہیں سکتی آدمی بھوکا رہ سکتا ہے لیکن پیاسا نہیں رہ سکتا، اسی لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جن لوگوں کی موت کا وقت قریب آتا ہے ان کا کھانا بند ہو جاتا ہے تب بھی زندگی کی امید قائم رکھی جاتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ زندہ ہو، اور جب پانی بند ہو جائے تو پھر سب گھر والے ہاتھ اوپر کر لیتے ہیں کہ اسکو پانی بھی نہیں جا رہا ہے بلکہ واپس آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اب اسکی زندگی نہیں رہی پانی (Liquid) کے اوپر سارا دارومدار ہے۔

انسان کی ابتدائی غذا بھی پانی ہی ہے

اور بچہ بھی دیڑھ دو سال پانی (Liquid) پر ہی جیتا ہے اپنی ماں کے دودھ پر، یا بوتل کے دودھ پر ہی رہتا ہے، اس کا کھانا پینا بعد میں شروع ہوتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالی کا عجیب نظام دیکھو کہ بچہ چھوٹا ہوتا ہے ابھی اسکا قوت ہاضمہ (Diging

Power) اتنا مضبوط نہیں ہوتا ہے اور اسکا کلیجہ بھی چھوٹا ہوتا ہے اسکے اندر کا معدہ بھی چھوٹا اور اسکی ساری کہ ساری مشنری ایک دم چھوٹی ہوتی ہے۔

بچپن میں دانت کیوں نہیں ہوتے ؟

اسی لئے اللہ تعالی انسان کو بچپن میں دانت دیتے ہی نہیں کہ ابھی دانت دیں گے تو ایسی غذائیں بھی چبا جائیگا جس کو اسکی قوت ہاضمہ برداشت نہیں کر پا ئیگی اور ویسے بھی آج کل کی مائیں بچوں کو دودھ پلانا عیب سمجھتی ہیں، پیدا ہوتے ہی بسکٹ کھلانا شروع کر دیتی ہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ ہضم نہیں کر پائیگا جب بچہ کی مشین تھوڑی مضبوط ہونے لگتی ہے تو اسکے اعتبار سے اسکو ہلکی ہلکی غذائیں دی جاتی ہیں لیکن اس عمر میں نہیں کھلانا چاہیئے جب وہ بالکل چھوٹا ہو اس لئے کہ ابھی وہ بچہ بھاری غذا برداشت نہیں کرسکتا۔

انسان کو دو دفعہ دانت دینے کی حکمت الٰہی

اسی لئے دیکھو۔ انسان کو زندگی میں دو دفعہ دانت دیئے جاتے ہیں اور وہ اسکی قوت ہاضمہ کے اعتبار سے دیئے جاتے ہیں، شروع میں اسکو ہلکی ہلکی غذا ہی چبانا ہے لہذا اسکو دانت بھی ہلکے ہی دیئے جاتے ہیں اور جب اسکی عمر ذرا پختہ ہونے لگتی ہے تو اسکو ذرا مضبوط دانت دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ اس غذا کو اچھی طرح چبا سکے، جس طرح کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مکسر گرائنڈر جو ہوتا ہے اسمیں الگ الگ قسم کی چھریاں ہوتی ہیں، اگر سیب کا جوس بنانا ہو تو الگ قسم کی چھری استعمال کی جاتی ہے۔ قیمہ بنانا ہو

تو الگ قسم کی چھری استعمال کی جاتی ہے، الغرض جس قسم کا جوس بنانا ہو تو اس قسم کی چھری (کپ) لگائی جاتی ہے اور اگر قیمہ بنانا ہو، اور ہم جیوس والی چھری کا استعمال کریں تو ہماری عقل کی اچھی خاصی داد دی جائیگی کہ واہ بڑے عقلمند لوگ ہیں میرے بھائیو! اس صورت میں ہمیں عقلمند نہیں بلکہ باؤلا کہا جائیگا تو الگ الگ چھریاں ہوتی ہیں کہ بھائی اس فروٹ کے لئے الگ چھری، اور اس فروٹ کے لئے الگ چھری، اور اگر آم کا جیوس (Apple Juice) بنانا ہے تو اسکے لئے الگ چھری اور اگر چیکو کا جیوس بنانا ہے تو اس کے لئے الگ چھری۔

اور اگر آرینج بنانا ہے تو اسکے لئے الگ چھری، اور اگر گوشت بنانا ہے تو پھر بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کے درمیان کا بھی فرق ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے انسان کے دانت کو بھی اسی طرح دو قسطوں میں بنایا کہ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے وہ اس قابل نہیں ہوتا ہے کہ مضبوط غذاؤں کو ہضم کر سکے اسلئے اسکے دانت بالکل ہلکے پھلکے دودھیارے دانت بنائے ہیں تا کہ وہ تھوڑی مضبوط غذاؤں کو بھی ہضم کر سکے، اور ایسے دانت جس سے وہ پارلے بسکٹ کو ہضم کر سکے (coconut) بسکٹ اور تھوڑی بہت چاکلیٹ کو چبا کر کھا سکے۔ یہ سب خدا کی قدرت ہے اور اللہ تعالی کی حکمت ہے گوشت اس کی ماں اس کو دیتی ہے لیکن ذرا مسل کر اور بہت زیادہ کوٹ پیس کر دیتی ہے تب جا کر وہ تھوڑا تھوڑا کھانے لگتا ہے، اسی لئے تو دواؤں میں بھی تقسیم کی جاتی ہے، کہ دو سال سے کم والے بچہ (Under two years) کو اتنا (Dose) خوراک دو، پھر اتنا دو، پھر دو سال کا ہو تو (2 years) آدھا ہو تو اتنا خوراک دو، اور

نوجوان (Adult) کو اتنا دو، یہ سب خدا کی مشنری کے مطابق ہے، اللہ تعالی نے اس قسم کی مشنری بنائی، اور خدا کی مشنری کبھی فیل نہیں ہوسکتی اور نہ کبھی اس کی مشنری میں خرابی آسکتی ہے۔

لباس کا مقصد ستر چھپانا ہے

اور لباس کے دو مقصد قرآن پاک نے بیان کئے ہیں اور اسی میں اسلام کا پورا نظام سمجھ میں آتا ہے کہ کپڑے ہم کیوں پہنتے ہیں؟ اس کو بھی اسلام بیان کرتا ہے ہم لوگ تو صرف کپڑوں کو زیب وزینت ہی کی چیز سمجھتے ہیں، ہم لوگ کپڑوں کو صرف اپنے بدن کی خوبصورتی کے لئے ہی سمجھتے ہیں قرآن نے لباس کا مقصد بیان کیا کہ یُوَارِی سَوآتِکُم وَرِیشًا، لباس ہم نے اسلئے اتارا ہے تاکہ تمہارا ستر چھپائے۔

چست کپڑے مکروہ تحریمی ہے

اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ایسے شرٹ پینٹ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس سے آدمی کے بدن کے اعضاء کی رکوع اور سجدہ میں شکل نظر آتی ہو یا نماز کے علاوہ اوقات میں اعضاء کی شکل نظر آتی ہو، اور چاہے عضو نظر نہ آئے، پارٹ آف دی بوڈی ڈائریکلی نظر نہ آئے لیکن اگر اسکی شکل سمجھ میں آتی ہو تو ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، ایسی نماز اللہ تعالی کے یہاں قابل قبول نہیں، سر کا بوجھ تو اتر جائے گا لیکن اللہ تعالی کے یہاں اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا اس لئے ایسا لباس پہننا چاہیئے جس سے ستر چھپ جائے۔

عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے

اور مرد کا ستر الگ ہے اور عورت کا ستر الگ ہے عورت کا ستر چہرے کیساتھ ہے عورت کا ستر چہرے سمیت پورا بدن ہے صرف اسکی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر ستر میں داخل نہیں ہیں صرف (Foot) پیر عورت کھلا رکھ سکتی ہے۔ چہرہ کھلا نہیں رکھ سکتی، ہمارے ان بھائیو کو اپنی یہ غلط فہمی دور کر لینا چاہیئے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے۔ بہت سے پڑھے لکھے حضرات خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں، جبکہ قرآن پاک نے صاف فرمایا کہ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ، یہ قرآن کی دلیل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ عورتیں اپنی زینت کھولیں اور انسان میں سب سے زیادہ اثر (Attraction) سب سے زیادہ تاثیر چہرے کے ذریعہ ہوتی ہے، اسکے بعد دوسرے پارٹ کی طرف انسان کی نظر ہوتی ہے، جب لڑکا لڑکی دیکھنے جاتا ہے تو وہ چہرہ کو ہی دیکھتا ہے چہرہ زینت کی چیز ہے چہرہ ہی کو دیکھ کر آدمی کے دل میں کسی کی طرف رغبت ہوتی ہے قرآن نے صاف اعلان کیا کہ: لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُن، کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرو اور چہرہ زینت ہے جیسا کہ آپ نے سن لیا اس لئے چہرہ بھی ستر میں داخل ہے اسی لئے تو بال بھی ستر میں داخل ہیں کیونکہ اس کو بھی زینت کی چیز سمجھا جاتا ہے۔

بے پردہ عورت کا انجام

اور بے پردہ عورت پر اللہ اور اسکے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، جو عورت گھر میں

بغیر دوپٹہ کے رہتی ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے تو باہر اگر بغیر دوپٹہ کے نکلے تو پھر کیا حشر ہوگا بلکہ ابن ماجہ کی روایت میں تو آتا ہے کہ اس گھر سے رزق کی برکت اٹھالی جاتی ہے جس گھر کی عورتیں گھر کے اندر بغیر دوپٹہ کے رہتی ہیں اپنے بھائی کے سامنے اپنے شوہر کے سامنے اپنے باپ کے سامنے بغیر دوپٹہ کے رہنا بھی اسلام نے پسند نہیں کیا جس کی وجہ سے روزی کی برکت اٹھالی جاتی ہے یہ جو ہم برکت کا رونا روتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے اور سمجھتے ہیں کہ پانچ دس روپیہ کے تعویذ سے تھوڑی روزی میں برکت آجاتی ہے اگر ایسے ہی روزی میں برکت آنے لگے تو پھر آدمی کو آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مزید ٹائم (Over Time) کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، دس بیس روپیہ کا تعویذ لگا دیا کہ بس کام ہو جانا چاہئیے تھا، نہیں میرے بھائیو، روزی میں اسطرح برکت نہیں ہوتی ہے رزق میں برکت تو اسی طریقہ سے ہوگی جو قرآن وسنت نے بیان کیا ہے۔

پینٹ کیسا پہنیں؟

میں ہمارے نوجوان بھائیو سے کہوں گا کہ آپ لباس پہنئے ہم لباس سے منع نہیں کرتے ہیں لیکن ایسا لباس پہنئے جس میں ہمارا ستر برابر ڈھکتا ہو، اور جسم کی شکل وصورت سمجھ میں نہ آتی ہو، اور نظر نہ آتی ہو، خاص طور پر پینٹ کا مسئلہ ہے پینٹ آپ پہنئے ،لیکن فٹ پینٹ مت پہنئے ،اور اسی طرح ٹخنوں کے نیچے پہنا جاتا ہے تو وہ بھی درست نہیں ہے، ارے دنیا میں کون کس کو عزت کے ساتھ دیکھتا ہے کہ اس نے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہنا ہے، میری سمجھ میں یہ بات آج تک نہیں آئی جبکہ میری عمر ۴۰ سال کی ہو

رہی ہے، لیکن میں اب تک اس نتیجہ پر نہیں پہونچ سکا کہ دنیا میں فیشن کیوں نکالے گئے؟ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے کو کمال کیوں سمجھا جاتا ہے یہی میری سمجھ میں نہیں آتا۔

عزت صرف اللہ کے دین ہی میں ہے

میرے بھائیو۔ عزت اگر کمانی ہے تو سنت نبوی ﷺ میں عزت ہے، میں تو بہت دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ اگر دشمنانِ اسلام کے دل میں اپنا رعب ڈالنا چاہتے ہیں تو سنت والے لباس کے ذریعہ ڈال سکتے ہیں اس لئے کہ قرآن پاک نے بہت پہلے اعلان کیا تھا کہ،، لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ کہ عزت اگر کسی کے لئے ہے تو وہ اللہ تعالی کے لئے اللہ کے رسول کیلئے اور مؤمنین کے لئے ہے، اور مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرے۔

باپردہ خاتون کی عزت ہوتی ہے

سنت کے لباس میں اللہ تعالی نے رعب رکھا ہے، سنت کے لباس میں اللہ تعالی نے عزت رکھی ہے اور سنتوں کو اختیار کرنے والے کی اسلام کے دشمن بھی عزت کرتے ہیں، اگر برقعہ والی عورت کسی جگہ پر آئے تو الحمد للہ ابھی بھی لوگ عزت کرتے ہیں اسکو چھیڑنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا، اللہ تعالی نے اس میں یہ بات رکھی ہے، اور جو عورت ایک دم فری ہوکر چلتی پھرتی ہے لوگ پہلے اسکے اوپر پتھر مارتے ہیں کہ یہاں تیر نشانے پر لگ سکتا ہے، لیکن برقعہ والی عورت ہو تو اللہ اسکی حفاظت فرماتے ہیں میں آپکو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر کسی عورت نے برقعہ پہن رکھا ہو، اس نے حجاب پہنا ہوگا اس نے سنت کے مطابق اپنی چال ڈھال اور نگاہیں رکھی ہونگی تو شیطان بھی شرماتا

ہے، کہ نہیں یار یہاں اپنا کام نہیں چل سکتا۔ لوگ اسکو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں میرے بھائیو! اگر دنیا و آخرت میں یقینی عزت کمانی ہے تو اسلامی نظام کو اپنانا ہوگا اپنے گھروں میں بھی اپنی زندگیوں میں بھی۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں، یُوَارِی سَوْاٰتِکُم، کہ ہم نے لباس اسلیئے اتارا ہے تا کہ تمہارا ستر ڈھک سکے۔

لباس کا دوسرا مقصد زینت ہے

اور لباس کا دوسرا مقصد قرآن پاک یہ بیان کرتا ہے کہ یہ لباس تمہاری زینت کی چیز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ تم لباس کے ذریعہ صرف ستر ڈھانکو، لباس کیسا بھی نہیں پہننا چاہیئے بلکہ ذرا ٹھیک ٹھاک لگنا چاہیئے۔

نماز کے لئے صاف ستھرے ہو کر جائیں

اسی رکوع کے اندر آگے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ، خُذُوا زِینَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کہ جب تم نماز کے لئے جاؤ تو ذرا اچھے کپڑے پہن کر جاؤ۔ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ لوگ بیوقوفی کرتے ہیں کہ نائٹ ڈریس میں مسجد میں آتے ہیں نائٹ ڈریس میں کسی کے چیمبر میں جائیں، ذرا میلی کچیلی لنگی لیکر کسی کے پاس جائیں، تب تو آپ کو شرم محسوس ہوتی ہے آدمی وہاں یہ سب چیزوں کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح میرے بھائیو، صاحب شرح وقایہ نے یہ جزئیہ لکھا ہے کہ ثیاب بِذلہ میں نماز پڑھنے کے لئے جانا مکروہ ہے، اور یہ ٹوپی بھی جو نماز میں پہنی جاتی ہے وہ ادب اور وقار کے لئے ہے، آدمی کسی بڑے کے یہاں اسطرح جاتا ہے کہ لوگ اسے سمجھتے ہیں کہ یہ آدمی کچھ ہے، غیر مسلم بھی سمجھتے ہیں ہم نے دیکھا کہ غیر مسلم جب کسی کے جنازہ

میں حاضر ہوتے ہیں یا کسی مسجد میں حاضر ہوتے ہیں تو کچھ نہیں ملا تو کم از کم وہ رومال باندھ لیتے ہیں، بیوقوف ہیں وہ لوگ جو خواہ مخواہ کے لئے خیال آرائی کرتے ہیں کہ نماز میں ٹوپی پہننا ضروری نہیں ہے، ارے ضروری نہیں تو گناہ بھی تو نہیں ہے جب گناہ نہیں ہے تو پھر اس کے پیچھے اتنی زیادہ مغز ماری کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہمیں مان لینا چاہیئے۔

نبی کریم ﷺ نے بغیر ٹوپی کے نماز نہیں پڑھی

اور ٹوپی پہنکر نماز پڑھنا جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے ایک طرف اہل حدیث ہونے کا دعوی اور دوسری طرف حدیث کی مخالفت، ایک دفع بھی کوئی ثابت کر کے بتائے کہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے بغیر عمامہ اور بغیر ٹوپی کے نماز پڑھی ہو، پھر اہل حدیث ہونے کا دعوی کہاں سے کرتے ہو؟ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آدمی جب نماز کے اندر آئے تو ذرا ٹھیک ٹھاک ہو کر آئے اسلئے کہ افسروں کے افسر اور پوری دنیا کے جتنے بھی حاکمین ہیں ان سب کے احکم الحاکمین کے سامنے وہ کھڑا ہوتا ہے تو ذرا ٹھیک ٹھاک ہو کر کھڑا ہو، اللہ رب العزت ہم لوگوں کو قرآن مجید کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور کتاب وسنت میں جو ہدایات ارشاد فرمائی ہیں اسکو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

حضور ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ،اَیُّ صَدَقَۃٍ اَفضَلُ ،سب سے بہترین صدقہ کونسا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ، اَن تَتَصَدَّقَ وَاَنتَ صَحِیحٌ شَحِیحٌ تَاَمَّلُ الغِنیٰ وَتَخشَی الفَقرَ ، بڑی عجیب وغریب بلاغت پر مشتمل روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسی حالت میں اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرو کہ تم صحت مند بھی ہو تندرست بھی ہو، ابھی تمہاری عمر کے باقی رہنے کے امکانات بھی ہیں تمہیں اپنی عمر کچھ لمبی نظر آرہی ہے مال کی تمہیں ضرورت بھی ہے اور مالداری کی امید بھی ،ایسے موقع پر خرچ کرنا چاہئیے ،اور جو صدقہ ایسے موقع پر خرچ کیا جاتا ہے، وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا بقدر ضرورت ہونی چاہئے

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ الذین اَوفَوا عَھدَہٗ اما بعد۔

رنگ ٹون پر اذان وغیرہ رکھنا

بھائیو بزرگو اور دوستو۔

یہ فتوی شائع ہوا ہے ہم سب لوگوں کو دھیان سے سن لینا چاہئے کہ موبائل کی رنگ ٹون میں اذان، قراءت، نعت، یا اسلام کی آوازوں کا سیٹ کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ یہ سب شعائر اسلامیہ ہیں اسلام کی پہچان ہیں، اور یہ رنگ ٹون آدمی کے وقت گزاری کیلئے یا تفریحی سامان کیلئے ہوتی ہیں کبھی استنجاء خانہ میں بج جاتی ہے کبھی آدمی برہنہ یا کسی خاص شکل میں ہوتا ہے یا کسی خاص صورت میں ہوتا ہے اور یہ رنگ ٹون بج جاتا ہے اس لئے مفتیان کرام کا فیصلہ ہے کہ موبائیل کی رنگ ٹون میں اس قسم کی آوازوں کو سیٹ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جہاں تک نماز میں موبائیل کی رنگ ٹون

بجنے کا مسئلہ ہے وہ تو بہت ہی زیادہ شرم کی بات ہے اسلئے ذرا اللہ کے بندوں اسطرف توجہ دینے کی ضرورت ہے نماز میں اللہ ہی کی طرف رجوع ہونا چاہیے، ہم کونسے اتنے بڑے بزنس مین ہو گئے ہمارا ایسا کونسا کروڑوں روپیوں کا ٹرن آور ہو رہا ہے کہ ہم نماز میں بھی موبائل چالو رکھتے ہیں جبکہ کمپنی نے خود اسمیں سائلینٹ (silent) پر رکھنے کا بھی انتظام کیا ہے اور اگر آدمی کروڑوں کا بزنس کرے تب بھی اس کو اجازت نہیں ہے انسان جب اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہو تو اسکو اپنی ہر ضرورت ایک طرف رکھ کر صرف اللہ تعالی ہی کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہونا چاہئے، اسلئے کہ اللہ تعالی نے مومنوں کی کامیابی اور فلاح کو خشوع پر موقوف کیا ہے ارشاد ہے، اَلَّذِینَ هُم فِی صَلَاتِهِم خَاشِعُونَ، جو لوگ نماز میں خشوع اور خضوع کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں ایسے ہی مومن کامیاب ہوتے ہیں، یہ ایک مسئلہ تھا جس کو میں نے ذکر کر دیا۔

موبائل میں گانا وغیرہ سیٹ کرنا

اور اسی طریقہ سے دوسرا ایک مسئلہ جو موبائل کے ذیل میں یاد آ رہا ہے کہ بہت سے نوجوان حضرات اپنے موبائل میں ایک پاؤنڈ اور پانچ پاؤنڈ کی مقدار دیکر کچھ گانے اور کچھ میوزک کی آواز سیٹ کرواتے ہیں یہ حرام ہے مکروہ تحریمی سے بڑھکر آگے ہم کہہ رہے ہیں کہ حرام ہے اور اسی طریقہ سے حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب اور مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی جو حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ کے خلیفہء اجل ہیں انہوں نے لکھا ہے اور ان کا یہ فتوی نشر بھی ہوا ہے کہ جو لوگ موبائل میں گانے وغیرہ سیٹ کرواتے ہیں وہ ڈبل گناہ کے مستحق ہیں گانا سیٹ کرنا تو گناہ ہے ہی، لیکن

مجبور ہو کر فون لگانے والے کو سننا ہی پڑیگا اب یہ تو ڈبل گناہ ہو گیا اور قرآن مجید میں سورہ عنکبوت کی ایک آیت کہہ رہی ہے، **لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالاً مَعَ اَثْقَالِھِمْ**؛ کہ ایسے لوگ اپنے بھی گناہ کا بوجھ اٹھائیں گے اور اور دوسروں کو جو گناہ پر مجبور کیا ہے اسکا بھی بوجھ اٹھائیں گے، اسلئے اللہ کے بندوں ہمیں اسطرف بھی غور کرنا ہے یہ جتنی ٹکنالوجی نکل رہی ہے آپ اسکا جتنا بھی استعمال کریں اس سے ممانعت نہیں ہے، لیکن **حَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ**، اس کے جو فائدیں ہیں فائدے ہی ہیں اور اسکے جو نقصانات ہیں نقصانات ہیں انٹرنیٹ کے استعمال میں بھی آدمی کو اپنے اوپر کنٹرول کرنا چاہیئے یہ چند باتیں تھیں جو میں نے ذکر کردی۔

عوالی پر آپ ﷺ کا گزر

اب ہم حدیث پاک کو پڑھتے ہیں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ **اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ** ﷺ **مَرَّ بِالسُّوْقِ قَافِلاً مِنْ بَعْضِ الْعَالِیَۃِ**، مدینہ منورہ میں عوالی نام کا ایک علاقہ ہے آج کل آدمی بقیع سے اوپر چلا جائے اسطرف کا جو علاقہ ہے اسکو عوالی کہا جاتا ہے، وہاں حضرت ابوبکرؓ کا مکان بھی تھا حضرت عمرؓ کے بھی بعض مکانات تھے، حضور ﷺ اپنے صحابہ کی زیارت کے لئے انکی ملاقات کیلئے کبھی مدینہ کے گردونواح میں کبھی اصلاح ذات البین کے لئے دو قبیلوں کے درمیان انکی ملاقات کیلئے یا خاندان میں اگر کچھ پھوٹ پھاٹ ہو تو اسمیں صلح کروانے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ عوالی کی طرف سے تشریف لارہے تھے، ایک بازار لگا ہوا تھا اس

کے پاس سے آپ ﷺ کا گزر ہوا، اور آپ ﷺ کے چاروں طرف صحابہ کرام کی جماعت تھی حضور پاک ﷺ نے بازار کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک بکری کے چھوٹے مردار بچہ کو دیکھا، مرے ہوئے بکری کے بچہ کی قیمت کیا ہوسکتی ہے؟ اسکو کوئی ہاتھ لگانے کیلئے بھی تیار نہیں ہوتا، بیچارے میونسپل کارپوریشن والوں کو ہی سب کام کرنا پڑتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ بھائی اسکو جلدی یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔

مردار بکری سے ایک سبق

حضور اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ ہر موقع کو غنیمت سمجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی نہ کسی موقع پر سبق دینے کی کوشش فرماتے تھے، آپ ﷺ جیسے زبان سے نصیحت فرماتے تھے، ویسے ہی آپ ﷺ کوئی ایسا موقع جانے نہ دیتے تھے تاکہ حسی اور عملی مشق کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی سبق مل جائے، تو آپ ﷺ اسکو بہت اچھا موقع سمجھتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ بکری کا بچہ پڑا ہوا ہے، **فَتنَا وَلَهُ**۔ حضور ﷺ نے بکری کے اس بچہ کو ہاتھ میں لیا اور اسکے کان کو پکڑا، اور پھر اپنے صحابہ کرامؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا، **اَيُّكُم يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ**، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ بکری کا یہ مردار بچہ ایک درہم میں خریدے، ایک درہم کیا حیثیت رکھتا ہے؟ بارہ پندرہ روپیہ، اور اس زمانہ میں خالص چاندی کا ہوتا تھا تو آج کے اعتبار سے پچاس روپیہ سمجھ لیجئے، پچیس پچاس روپیہ کی قیمت کیا ہوتی ہے؟ تو فرمایا کہ کوئی اس بکری کے بچہ کو ایک درہم کے بدلہ خریدے گا؟

صحابہ کرام کا عقلمندانہ جواب

صحابہ کرام نے اس بات کا صاف جواب دیا کہ ایک درہم تو کیا اگر مفت میں بھی ملے تو بھی ہم اس کا کیا کریں؟ اس کو ہم اپنے گھر پر لیجا کر کیا کریں گے اسمیں تو کوئی فائدہ نہیں ہے، مَا نُحِبُّ اَنَّہ لَنَا بِشَیْ ءٍ ہمیں تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ وہ ہمیں مفت ملے، مَا نَصنَعُ بِہٖ ہم اس کا کیا کریں یا ایک کوڑی کے بدلہ میں مل جائے ہمیں تو یہ بھی پسند نہیں ہے، حضور ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے آپ ﷺ جو جواب سننا چاہتے تھے اور اس جواب کو سن کر جو تربیت فرمانا چاہتے تھے اس میں حضور ﷺ کامیاب ہو گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ، اَتُحِبُّو نَ اَنَّہ لَکُم، کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ تمہیں مل جائے صحابہ کرام نے فرمایا کہ، لَو کَا نَ حَیًّا کَا نَ فِیهِ عَیْبًا لِاَ نَّهُ اَشَقُّ، صحابہ کرامؓ نے بڑا اچھا جواب دیا کہ اگر وہ زندہ بھی ہوتا تو بھی ہم اس کو نہ لیتے، اس لئے کہ اس میں عیب ہے ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے، جس کا کان کٹا ہوا ہو، جس کی کہ آنکھ پھوٹی ہوئی ہو، جس کے عضو میں کوئی عیب ہو، اس لئے کہ قربانی تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک نذرانہ ہے، اور تحفہ میں ہم ایک دوسرے کو ایسا عیب دار تحفہ دینا پسند نہیں کرتے ہیں کہ عیب دار تحفہ کسی کو دیا جائے، تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایسا تحفہ کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت

حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کون اس مردار بکری کے بچہ کو لے گا، صحابہ کرام نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ بھی ہوتا تو بھی ہمارے کام کا نہ تھا، لِاَنَّہ اَشَقُّ، اس لئے کہ اس کے تو دانت کٹے ہوئے ہیں اس میں تو عیب ہے اور پھر یہ مر بھی گیا ہے اس میں ہم کو کیا رغبت ہوسکتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑا اچھا جملہ ارشاد فرمایا اصل مقصد کو بیان فرمایا کہ، وَاللّٰہِ لَلدُّنیا اَھوَنُ عَلَیہِ مِنْ ھٰذا عَلَیہِ، جیسے یہ مردہ بکری کا بچہ جس کے کان کٹے ہوئے ہیں اس کی کوئی حیثیت تمہارے نزدیک نہیں ہے، جیسے وہ بے قیمت بے حیثیت ہے اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی قیمت اس سے بھی کمتر ہے، دنیا اس سے بھی زیادہ گئی گزری ہے۔

حدیث کے شارحین نے لکھا ہے کہ بکری کے مردہ بچہ کا تو کم از کم چمڑا بھی کام آسکتا ہے اس کے چمڑے کو اتارا جائے اس کو دباغت دی جائے تو وہ کام کا ہے بکری مرگئی اس لئے وہ حرام ہوگئی لیکن حلال جانوروں کے مرنے سے ان کی جلد حرام نہیں ہوتی، حلال جانور کی بات کر رہا ہوں۔ حرام جانور تو نجس العین ہیں وہ چاہے زندہ ہو یا مردہ، ان سے کچھ لینا دینا نہیں ہے مثلاً خنزیر، سور، اور اسی طریقہ سے کتے کو اگر کوئی ہزاروں پاؤنڈ کا صابن بھی لیکر صاف کرے تب بھی وہ پاک ہونے والے نہیں ہیں ہماری بات تو حلال جانور کے تعلق سے ہے۔

دنیا بکری سے بھی کمتر ہے

بہرحال حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس بکری کے بچہ کی تو ایک آدھ آنہ بھی تو قیمت آسکتی ہے، اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی قیمت اس سے بھی کمتر ہے، بلکہ کوئی قیمت نہیں ہے، اس لئے ایک روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا جو آپ نے بکثرت سنی ہوگی، لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ لَمَا سَقٰی الْکَافِرَ مِنْھَا شُرْبَۃَ مَآءٍ، کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ تعالی کے یہاں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالی کافر کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ دیتے، مومنین کے لئے (Reserve) خاص رکھتے دنیا کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالی نے اس کو عام کر کے رکھا ہے دشمنوں کو بھی کھلاتا ہے اور اپنوں کو بھی کھلاتا ہے اور اس روایت سے ہمارے ذہنوں میں ایک بات آنی چاہیئے کہ اللہ تعالی کے یہاں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے، اللہ تعالی صحابہ کرام رض کو بھی جزائے خیر نصیب فرمائے کہ انہوں نے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے حضور ﷺ کی روایات نقل کر کے بتانا چاہا کہ دنیا ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے، اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور قرآن مجید نے بھی مکمل اس بات کی کوشش فرمائی ہے کہ صحابہ کرام کا معمولی میلان بھی مال کی طرف نہ ہو۔

شریعت میں عقل انسانی کو دخل نہیں ہے

جس کو شریعت نے ناپاک اور حرام قرار دیا تو وہ ناپاک اور نجس ہے، ہمارے بہت سے مسلمان جو ذرا موڈرن خیال رکھتے ہیں حضرت مولانا تقی صاحب دامت

برکاتہم نے نقل فرمایا کہ کچھ لوگوں کو شرعی احکام پر اعتراض ہوتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سور (خنزیر) کو تو فارم میں پیدا کیا جاتا ہے بڑا کیا جاتا ہے وہ تو نجاست کچھ کھاتے بھی نہیں ہیں اس لئے یہ حرام نہیں ہونا چاہیئے میرے بھائیو! ہم اس طرح عقلی گھوڑے نہ دوڑائیں۔ میں نے کل پرسوں یہ بات کہی تھی مسلمان اللہ تعالی کے حکم کا غلام ہوتا ہے یہ تو حکمتیں ہیں اصل علت اللہ تعالی کا حکم ہے۔

دیکھئے۔ٹرافک لائٹ پر سگنل لگا ہو، اور رات کا ایک بجا ہو، چاروں طرف سے کوئی گاڑی نہیں آرہی ہو، لیکن اگر ٹرافک لائٹ ہے اور آپ نے اس کو پار کر دیا آپ پار کر گئے تو آپ مجرم ثابت ہونگے اسوقت اگر آپ یہ کہیں کہ ایکسڈنٹ کا کوئی خطرہ نہیں تھا کوئی گاڑی وغیرہ نہیں آرہی تھی اس لئے میں نے سگنل پار کر لیا تو یہ بات ٹرافک اصول کے خلاف ہے، اس لئے کہ آپ حکم کے پابند ہیں شریعت نے حکم دیدیا کہ یہ چیز حرام ہے تو وہ حرام ہی ہے، چاہے اس میں کوئی نقصان ہماری قلت عقل کی بنا پر نظر نہ آتا ہو، لیکن شریعت نے ہمارے تمام فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو ناجائز کہا ہے اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔

محبوب چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرو

اسی لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں وہی چیز قربان کرنی چاہیئے جو انسان کو محبوب ہو، جو ذرا اچھی ہو، قرآن مجید نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد ہے کہ وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِاٰخِذِيهِ اِلَّآاَنْ تُغْمِضُوْ ا فِيهِ ، یہاں ایک اور

تربیت فرمائی کہ آدمی اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتا ہے،کوئی کھانا کسی کو دیتا ہے یا کسی کو لباس دیتا ہے جب بھی کوئی چیز دے تو ایسی چیز دے جو اس کے کام آئے بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ،لَنْ تَنَالُوْ االْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ،اس آیت کے تحت ہمارے متصوفہ حضرات نے لکھا ہے کہ اعلی درجہ کا انفاق یہ ہے کہ آدمی اپنی محبوب ترین چیز کو خرچ کرے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے حضرات کام نہ آنے والی چیزوں کو صدقہ دیتے ہیں اور عقیدہ بھی رکھتے ہیں اس کو صدقہ میں دینا چاہیئے حالانکہ وہ نہ تو صدقہ دینے والے کے کام آتی ہے اور نہ محتاج اور سائل کے کام آتی ہے۔

واقعہ

اور اس کے ذیل میں محشی جلالین نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بازار میں نکلتے تھے،اور شکر خرید کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے کچھ لوگوں نے پوچھ لیا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ آپ شکر خرید کر اللہ تعالی کے راستہ میں کیوں قربان کرتے ہیں فرمایا کہ ، لَنْ تَنَالُوْ االْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، اور مجھے شکر بہت اچھی لگتی ہے،شکر میری مرغوب چیز ہے شکر میں مجھ کو ذائقہ ملتا ہے اور میں نے اپنے رب کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لَنْ تَنَالُو االْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، کہ آدمی اپنی محبوب ترین چیز کو خرچ کرے تو اس کو اعلی درجہ کی نیکی ملتی ہے میں اس آیت کے ظاہر پر عمل کر رہا ہوں، یہ ہے ہمارے اسلاف کا عمل،ہم بھی ان کی اس سنت پر عمل کرنے والے بنیں۔

بہرحال۔اللہ تعالی فرماتے ہیں آدمی ایسی چیز کو اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرے کسی

غریب، کسی فقیر، یا کسی محتاج، یا کسی دوست کو ایسی چیز نہ دے کہ اب گھر میں اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کو دے رہا ہے، یہ تو مجبوری کا خرچ کرنا ہے، جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ، **مری مرغی اللہ کے نام**، تو یہ کوئی صدقہ نہیں ہے صدقہ تو یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو اپنے لئے پسند کرے اور جس چیز سے اسے محبت ہو، چاہے وہ قربانی ہو، یا صدقہ کی کوئی اور قسم ہو، اس میں وہی محبوب شیٔ اور وہی پیاری چیز صدقہ میں دیں۔

افضل صدقہ

اسی لئے تو حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا جب پوچھا گیا کہ، **اَیُّ صَدَقَةٍ اَفْضَلُ**، سب سے بہترین صدقہ کونسا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ، **اَنْ تَتَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَاَمَّلُ الغِنٰی وَتَخْشَی الْفَقْرَ**، بڑی عجیب وغریب بلاغت پر مشتمل روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسی حالت میں اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرو کہ تم صحت مند بھی ہو تندرست بھی ہو، ابھی تمہاری عمر کے باقی رہنے کے امکانات بھی ہیں تمہیں اپنی عمر کچھ لمبی نظر آرہی ہے مال کی تمہیں ضرورت بھی ہے اور مالداری کی امید بھی، ایسے موقع پر خرچ کرنا چاہئے، اور جو صدقہ ایسے موقع پر خرچ کیا جاتا ہے وہ افضل ہوتا ہے۔

سکرات کے وقت کا صدقہ قبول نہیں

اب اگر کسی نے جان لیا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں ہے اور وہ لوگوں کو صدقہ دے یا ہدیہ پیش کرے، تو ایسے موقع پر تو اسلام بھی اس کے مال پر بریک لگا دیتا ہے، اور کسی بھی راہ میں اس کو وصیت کی بھی گنجائش نہیں رہتی ہے، بلکہ ایک ثلث (One Third) سے زیادہ اگر اس نے وصیت کی ہے، تو اسلام اس وصیت کو لغو قرار دیتا ہے، ایک ثلث تک وصیت کی حد ہے، چاہے مدرسہ کے کے لئے ہو، چاہے مسجد کے لئے دیا ہو، اس لئے کہ آدمی کی سکرات شروع ہونے کے بعد اس مال کے ساتھ اس کے ورثاء کا تعلق قائم ہو جاتا ہے، قدرے تعلق مرنے والے کا ہوتا ہے جو موت کے قریب ہوتا ہے اس کا اختیار اس مال میں (OneThird) رہتا ہے اس کو اتنا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایک ثلث مال میں وصیت کرے۔ مثلا اگر ایک ہزار کا وہ مرتے وقت مالک ہے تو صرف اس کے تہائی حصہ میں جس کی وصیت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

قوانین اسلام میں ہی فوائد ہیں

یہاں لگے ہاتھ ایک بات اور یاد رکھیں۔ علامہ مہائمیؒ جو ہندوستان کے بہت بڑے مفسر گزرے ہیں، ماہم میں جن کا مزار ہے ہم لوگوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہندوستان کی سرزمین نے کیسے کیسے بڑے بڑے علماء پیدا کئے ہیں علامہ مہائمیؒ کی تفسیر اصل عرب کے نزدیک ایک روحانی تفسیر سمجھی جاتی ہے، میں نے اپنے اساتذہ

کرام کواس کوایک مستند تفسیر کہتے ہوئے سنا ہے علامہ مہائمیؒ اپنی تفسیر میں باطنی علوم کونقل فرماتے ہیں خالص باطنی الہامی علوم انکی تفسیر میں نقل کئے گئے ہیں جولوگ دلچسپی رکھتے ہیں ان کواور ہم سب کواس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے اس میں انہوں نے لکھاہے کہ اسلام نے جتنی چیزوں کوحرام قرار دیاہے ان تمام چیزوں میں میڈیکلی اور سائنسی اعتبار سے انسان کی صحت **(Health)** کے لئے نقصان ہے اسلام نے اس کو دیکھاہے اسلام نے جتنی چیزوں کوحرام قرار دیاہے ان تمام چیزوں میں اس کی صحت کے لئے نقصان ہے، **وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ**، وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت پاک سے کہ اللہ تبارک وتعالی ان چیزوں کوحرام فرماتے ہیں جوخبیث قسم کی ہیں جو ناپاک ہیں اور جن کے کھانے سے انسان کے اخلاق پراثر پڑتا ہے چاہے وہ چیز ظاہر میں صاف شفاف نظر آتی ہو، اوراس کوکتنی ہی پاک جگہ رکھ کر ذبح کیا جاتا ہو، اور کھایا جاتا ہو، لیکن اس کے گوشت میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جواس کے اخلاق پراثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے خنزیر کوکتنا ہی پاک صاف کرکے کھایا جائے، لیکن اس کے گوشت میں بے غیرتی ہے اس کے خون میں بے حیائی ہے اس کے خون میں بے شرمی ہے اوراس کا گوشت کھانے والے پراثر کرتا ہے بلکہ جلد کا اثر بھی کھانے والوں پر پڑتا ہے جیسا کہ صحبت کا اثر انسان کی ذات پر پڑتا ہے!

اشیاء کا اثر انسان کی ذات پر پڑتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا معمول تھا کہ وہ

بخاری شریف کا درس دینے کے لئے بکری کے چمڑے پر بیٹھا کرتے تھے، اور درس دیا کرتے تھے اور اس کی وجہ اس طرح بیان فرماتے تھے کہ بکری میں تواضع ہے اسی لئے ہر نبی سے بکریاں چرائی گئیں اور نبی کی تربیت کے لئے بکریاں چروائی گئیں اللہ تعالی کا نظام بھی عجیب ہوتا ہے میں نے ہمارے استاذ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی بیمات صاحب نور اللہ مرقدہ کو بھی ان کے گھر پر دیکھا ہے کہ ان کی مسہری (چارپائی) پر بکری کا چمڑا ہوتا تھا تو اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آدمی جو لباس پہنتا ہے اسکا اثر اس کے بدن پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مردوں کے لئے ریشم کی ممانعت کا حکمتی پہلو

اسی لئے بعض بزرگوں نے ایک حکمت بڑی اچھی لکھی کہ مردوں کے لئے ریشم کا جو کپڑا احرام قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ جہاں اللہ تعالی کا حکم ہے وہاں اس کی حکمت یہ بھی ہے کہ ریشم کا کپڑا نرم اور نازک ہوتا ہے اور مرد کو اللہ تعالی نے مضبوط بنایا ہے، اب اگر مرد اس قسم کے کپڑے پہننے لگے، تو اس کی طبیعت کے اندر نزاکت پیدا ہوگی، اور اس کی صفت اور طبیعت عورتوں جیسی بنے گی، اور قرآن تو منع کرتا ہے، اَوَمَنۡ يُنَشَّؤُ فِي الۡحِلۡيَةِ وَفِي الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡن، مردوں کو جو زیب وزینت اختیار کرنے سے منع کیا گیا، وہ اس لئے کہ زینت شہامت رجال اور مردانگی کے خلاف ہے، اس لئے ہمیں شریعت کے ہر حکم کی حکمت سمجھنی چاہئیے شریعت جس چیز کو حلال قرار دیتی ہے اس میں ہمارا جسمانی اور روحانی کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے، اور جس کو حرام قرار دیتی ہے اس میں ہمارا روحانی یا جسمانی کوئی نہ کوئی نقصان ہوتا ہے۔

آپ ﷺ بہترین کمانڈر تھے

پاکستان کے ایک ریٹائر جنرل (کمانڈر) ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے حدیث دفاع، پڑھنے کے قابل ہے انہوں نے ریٹائر ہونے کے بعد یہ بات لکھی ہے اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ تمام غزوات میں حضور ﷺ نے جو فلڈنگ سیٹ کی تھی صحابہ کرام کو جو جمایا تھا اس سے ثابت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جہاں ایک طرف نبی تھے، وہیں دوسری طرف فوج کی کمانڈری کی پوری تعلیم بھی رکھتے تھے اور آپ ﷺ کو پوری مہارت تھی۔ چنانچہ قرآن پاک نے بھی اس جملہ کو نقل کیا ہے وَاِذْغَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّءُ الْمُؤمِنِیْنَ مَقَا عِدَلِلْقِتَا لِ ، کہ آپ مومنین کو جما رہے تھے۔ بہرحال انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک کامیاب کیپٹین بھی تھے اور وہ ہر چیز کے معلم تھے۔

دنیا کی طرف تھوڑا سا میلان بھی برداشت نہیں

اللہ کے رسول ﷺ بہت اچھی طرح جانتے تھے ہمارے لشکر کے سامنے ایک بہت مضبوط اور بہت چالاک خالد بن ولید جیسا کمانڈر ہے، ہوسکتا ہے وہ کہیں سے حملہ کر دے اس لئے تُبَوِّءُ الْمُؤمِنِیْنَ مَقَا عِدَلِلْقِتَا ل، حضور اکرم ﷺ نے بہت اچھا سیٹ اپ (set up) کیا۔ اور پچاس صحابہ کرام کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں جبل احد کے سامنے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جس کو جبل رماۃ کہا جاتا ہے، اس پر پچاس صحابہ کرام کو سیٹ فرمایا، ایک عبداللہ بن جبیر بھی تھے، اور ایک عبداللہ بن زبیر بھی تھے، اور فرمایا کہ تم کو اگر یہ خبر بھی مل جائے کہ ہم کو پرندوں

نے نوچ لیا ہے تب بھی تم میرے حکم سے پہلے اس پہاڑ سے نیچے اترنے کی کوشش مت کرنا حضور ﷺ کی یہ بصیرت تھی آپ ﷺ کی یہ دوراندیشی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خبر بھی مل جائے کہ ہم کو پرندوں نے نوچ لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لشکر ہم کو قیمہ قیمہ بنا ڈالے، تب بھی میرے حکم سے پہلے تم اس پہاڑ سے نیچے مت اترنا، لڑائی شروع ہوئی صحابہ کرام لڑنے لگے، اور شروع لڑائی کے اندر تو اسلام کی طرف ہی جنگ کا پاسہ رہا، چنانچہ اوپر جو صحابہ کرام تھے، انہوں نے اس منظر کو دیکھا، وہ یہ سمجھے کہ مسلمان جیت ہی گئے، مال غنیمت کی تقسیم ہو گی، مقصد میں ہم کامیاب ہو ہی گئے، اللہ تعالی نے اپنے دین کو بلند فرمایا اس لئے انہوں نے اپنا محاذ چھوڑ دیا۔ امیر نے روکنے کی کوشش بھی کی کہ بھائی اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ نیچے نہیں اترنا چاہئے جب تک حضور ﷺ کا حکم نہ ہو، لیکن صحابہ کرام یہ سمجھے کہ جیت ہو گئی اس لئے اب اتر پڑو، اور یہ ان کا اجتہاد تھا انہیں کیا معلوم کہ کس موقع پر کس طریقہ سے دشمنان اسلام حملہ کر سکتے ہیں وہ اتر پڑے مجھے اصل اس واقعہ میں جو کڑی ذکر کرنی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ **مِنْکُم مَنْ یُّرِیدُ الدُّنیَا وَمِنکُم مَّنْ یُرِیدُ الْاٰخِرَۃَ** ، کہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے میں تو تمہاری جماعت کو نمونہ (Ideal) بنانا چاہتا تھا۔ اور وہ بنے بھی، اس طور پر کہ حضور ﷺ کی زبان نے گواہی دی ، **اَصحَابِی کَالنُّجُوْمِ** ، میرے سارے کے سارے صحابہ کرام ستاروں کے مانند ہیں ، **فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُم اِھْتَدَیْتُم** ، صرف ابوبکر ہی نہیں ، صرف عمر نہیں ، ایک معمولی درجہ کے صحابی کو بھی

مانو گے انکی تقلید کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے (معمولی ابو بکر کے اعتبار سے ہے ورنہ ہمارے یہاں تو صحابہ کرام کا مقام بہت بلند و بالا ہے) ایک آخر میں اسلام لانے والے صحابی کی زندگی کو بھی تم لے لو گے، تو راستہ کامیابی کے ساتھ پار کر جاؤ گے پھر تم منزل مقصود تک پہنچوں گے۔

ہم اہل سنت والجماعت کا یہ فیصلہ ہے کہ صحابہ کرام معیار حق ہیں ان کو قیامت تک کی انسانیت کے لئے اللہ تعالی آئڈیل بنانا چاہتا تھا تو انکی معمولی درجہ کی ایک شک وشبہ والی زندگی جس کے دیکھنے والے کو یہ نوٹس کرنے کا موقع نہ ملے، اور کوئی دیکھنے والا اور کوئی مستقبل میں آنے والا مؤرخ اور ہسٹری کا لکھنے والا کہیں ان کی شان میں گستاخی نہ کر دے اسلئے وہیں پہاڑ پر ہی جنگ کے پاسے کو پلٹ دیا حالانکہ یہ صحابہ کرام دنیا کے مال کی وجہ سے نہیں اترے تھے وہ تو یہ سمجھ کر اترے تھے کہ ہم مقصد میں تو کامیاب ہو گئے۔لیکن کوئی دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ صحابہ کرام کی جماعت مال غنیمت کی محبت میں محاذ کو چھوڑ کر اتر پڑی اس لئے، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ،اللہ تعالی نے پورے جنگ کے پاسے کو پلٹ دیا اور وہ ہوا بھی ایسا ہی جس کا حضور اکرم ﷺ کو اندیشہ تھا۔خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا، اور مسلمانوں کو کافی نقصان ہوا، میں یہ بتانا چاہتا ہوں میرے بھائیو! کہ صحابہ کرام کی دنیا کی طرف معمولی بلکہ ادنی درجہ کی نظر تھی اس پر انہیں ڈانٹا گیا غزوہ بدر کے میدان میں بھی جب صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکرؓ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو فدیہ دیکر چھوڑ دینا چاہیئے اس پر بھی قرآن پاک کی ڈانٹ اتری تھی، تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ.

دنیا بقدر ضرورت ہو

ان سب باتوں سے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اسلام نے مکمل کوشش اس بات کی ہے کہ دنیا بقدر ضرورت ہمارے پاس ہو، اپنی ضرورت کے بقدر اگر کوئی آدمی دنیا کماتا ہے تو اس سے کوئی انکار نہیں ہے، بلکہ اسے تو ثواب قرار دیا گیا ہے ایک روایت میں تو اس کو فرض قرار دیا گیا ہے، کَسبُ الْحَلا لِ وَطَلَبُ الْحَلالِ، کو فرض قرار دیا گیا ہے، لیکن ضرورت سے زیادہ ہائے دنیا، ہائے دنیا، کرتے رہنا اور آخرت سے غفلت برتنا یہ غلط ہے۔ دنیا تو ایک ذریعہ ہے اور مقصد آخرت ہے ، وَلَلاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى حضور ﷺ کی تربیت اس طرح فرمائی گئی تھی کہ ذریعہ بقدر ذریعہ ہو، اور اصل مقصد ہو تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہے، اللہ تعالی ہم لوگوں کو حضور ﷺ کا مزاج سمجھنے کی اور صحابہ کرام کے ذریعہ سے قیامت تک کی انسانیت کو جو مزاج آپ ﷺ نے پلانا چاہا تھا ہمیں بھی اس میں کامیابی نصیب فرمائے ــــــــ آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

قرآن مجید کی آیت کریمہ ان صحابہ کی قبولیت کا اعلان لیکر نازل ہوئی جنہوں نے سچائی کو اپنا مزاج بنایا تھا، اس سے سچ کی اہمیت کا اندزہ ہوتا ہے کہ اسی سچ بولنے کی بنیاد پر ان کی شان میں قرآن پاک کی آیت شریفہ نازل ہوئی جو چودہ سو ستائیس سال پہلے سے پڑھی جارہی ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی اور جنت میں بھی اس کی تلاوت ہوگی اور ان صحابہ کرام کی فضیلت کا حافظ دنیا کا ہر بچہ بچہ ہوگا اور اس کی وہ تلاوت کریگا ان صحابہ کرام کی فضیلت کو ہم اپنی زبان میں پڑھیں، **لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِینَ اتَّبَعُوہُ فِی سَاعَۃِ العُسْرَۃِ** ؛ جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے توبہ قبول کی مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے کہ تنگی کے موقع پر بھی نبی ﷺ کی اتباع کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزوۂ تبوک، احوال وکوائف

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم، اما بعد ،فاعوذ با للہ من الشیطا ن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم؛.

وَاٰخَرُوْ نَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوبِھِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صٰلِحًا وّاٰخَرَ سَیِّئًا ، عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْ بَ عَلَیْھِم،اِنَّ اللّٰہَ غَفُو رٌرَّحِیمٌ؛.

وقا ل تعا لی، یَآ یُّھَاالَّذِینَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصّٰدِقِینَ صدق اللہ مو لانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الامی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشا ھدین والشا کرین، والحمد للہ رب العلمین؛۔

معزز بھائیو دوستو،اور بزرگو!!

حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں ایک عظیم اور بہت مشکل اور کٹھن ایک جنگ غزوہ تبوک کے نام سے پیش آئی ۹ھ رجب کا مہینہ تھا، اللہ کے رسول ﷺ کو خفیہ ایجنسی کے ذریعہ اس بات کی اطلاع موصول ہوئی کہ اٹالی کا امپائر (Empire) ایک بہت بڑے لشکر کو لیکر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔سخت

ترین فاقہ کا موسم تھا مسلمانوں کی فصلیں اورانکے کھیت بالکل تیار تھے اور بڑے مشکل ایام اور دن گزارنے کے بعد خوش حالی کے ایام آنے کے قریب تھے ایسے موقع پر اچانک دربار رسالت ﷺ سے اعلان ہوا کہ اب تک تو ہم نے اندرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے اب ہمیں بہت بڑے بیرونی لشکر کا مقابلہ کرنا ہے بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بیس ہزار کا مجمع لیکر روم کا امپائر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آنے والا تھا، حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس کی اطلاع فرمائی کہ ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکلنا ہے صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے حکم پر کب پس و پیش کر سکتے تھے فوراتیار ہو گئے۔

ہوا کے رخ پر چلنا منافقین کا شیوہ ہے

لیکن مجھے اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر دور اور ہر سماج میں منافقین کے نام سے ایک جماعت رہا کرتی ہے وہ لوگ آستین کے سانپ ہوتے ہیں آپ کے سامنے آپ کے جیسا اور دشمن کے سامنے دشمن کے جیسے، میرے پاس آئینگے تو میری تعریف اور میرے مزاج (Fevour) کی بات، اور آپکے پاس آئیں گے تو میری برائی اور آپ کے مزاج کی بات، میرے سامنے میرے مزاج کی اور آپ کے سامنے آپ کے مزاج کی بات کریں تو مضائقہ کی بات نہیں جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیا جائے، لیکن مکاری کے ساتھ ادھر کی بات اُدھر لگانا منافقین کا شیوہ ہے۔

حضور ﷺ کے دور میں بھی وہ جماعت تھی

اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں بھی وہ جماعت تھی جو حضور اکرم ﷺ کی

خدمت میں آکر قسمیں کھاتے تھے، اور اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کا سچا پکا عاشق بتانے کی کوشش کرتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ، نَشھَدُ اَنَّکَ لَرَسُولُ اللّٰہِ ، کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اے محمد ﷺ تم اللہ کے رسول ہو، شہادت کا لفظ بولتے تھے کوئی چھوٹا موٹا لفظ نہیں بولتے تھے بہرحال جب غزوہ تبوک کے لئے نکلنے کا اعلان ہوا صحابہ کرامؓ نے فوراً تیاری بتائی۔۔۔۔

غزوۂ تبوک کے وقت منافقین کا بہانہ

منافقین حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر بہانے بتانے لگے۔ اور عجیب بات کہی، دیکھو شیطان انسان کو کس طرح بہکاتا ہے کبھی کبھی شیطان انسان کو اچھے طریقہ سے بھی بہکاتا ہے اور اس کا علم ہمیں اسلاف کے واقعات سے بھی ملتا ہے۔ بہرحال انہوں نے بہانہ بنایا اور کہا کہ روم اور اٹالی کی بڑی طاقت سے لڑنے کے لئے جانے کو آپ کہہ رہے ہیں لیکن انکی عورتیں بڑی خوبصورت ہیں ہمیں خطرہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ غزوہ میں جائیں گے تو انکی عورتوں کے ساتھ ہم مبتلا ہو جائیں گے اس لئے ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے ساتھ نہ آئیں ورنہ ہمیں اپنے دین کے بارے میں آزمائش کا سامنا ہوگا۔

آپ ﷺ کو منافقین کا علم تھا

حضور اکرم ﷺ ساری بات سمجھ رہے تھے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا تعلق آسمانی نظام سے تھا یہاں ایک سوال پیدا ہونا چاہئے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو

معلوم تھا کہ میری جماعت میں اور میرے ساتھ رہنے والوں میں بہت سے منافقین ہیں بلکہ حضرت حذیفۃ ابن الیمان جو حضور اکرم ﷺ کے صحابی ہیں ان کو تو حضور ا کرم ﷺ کا سیکریٹری کہا جاتا تھا صَاحِبُ سِرِّ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ، تھے، اللہ کے رسول ﷺ کے راز کو جاننے والے تھے، حضور ﷺ نے ان کو پوری لسٹ بتا دی تھی کہ اپنی جماعت میں جو لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان میں فلاں فلاں نام کا شخص منافق ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قتل کی اجازت مانگنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی بھنک لگی تو فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں منافقوں کا سر اڑا دوں، انکی گردن قلم کردوں آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے، جب آپ کو معلوم ہے کہ اپنی جماعت میں ایسے لوگ بستے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا چونکہ یہ لوگ زبان سے کلمہ کا اقرار کرتے ہیں اور دنیا کی لسٹ میں ان کا نام مسلمان ہے اور میں ان کو قتل کروں گا تو دنیا میں میرا نام بدنام ہو جائیگا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کو ہی قتل کر دیتا ہے اسلئے میں اپنے دین پر کوئی دھبہ لگانا نہیں چاہتا ہوں ان کا معاملہ اللہ تعالی نمٹ لیگا۔

چند صحابہ کرام بھی غزوہ میں نہیں جا سکے

منافقین نے حیلے اور بہانے بتلا کر اجازت حاصل کر لی، اور کچھ لوگوں نے اجازت مانگنے کی جرأت بھی نہیں کی کہ جانے دو، ابھی اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے جب حضور ﷺ واپس تشریف لائیں گے تو ہم کوئی دوسرا بہانہ بنا لیں گے، اسی

کواللہ تعالی نے ارشاد فرمایا، يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُم اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ، اور تین صحابہ کرام تھے، جو آج کل آج کل کرتے کرتے رہ گئے انہوں نے سوچا کہ ہم سواری کا انتظام کرینگے اور ہم جلدی سے حضور اکرم ﷺ کے قافلہ کے ساتھ جاملیں گے آج نکلیں گے، کل نکلیں گے، پرسوں نکلیں گے، شام کو نکلیں گے اگر چہ کہ اسلامی لشکر روانہ ہو چکا ہے لیکن ہماری سواریاں تیز ہیں، ہم دیر سے نکل کر جلد ان کے پاس پہونچ جائیں گے، لیکن آج کا کام جب کل پر ٹالا جاتا ہے تو پھر وہ کام رہ جاتا ہے۔

عقلمند آج کا کام کل پر نہیں ٹالتا ہے

عقلمند آدمی وہ ہوتا ہے جو صبح کا انتظار نہیں کرتا ہے کہ صبح سے نماز کی پابندی کریں گے، نہیں بلکہ وہ فوراً شروع کر دیتا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتا ہے کہ جانے دو اب اتنے رمضان تو چلے گئے اب آئندہ سال روزہ رکھیں گے ہمارے یہاں مدرسوں میں بچے جب نئے سال میں آتے ہیں تو انتظار کرتے ہیں کہ ابھی تو گھر سے آئے ہیں تھوڑی سستی اترنے دو، بقر عید کے بعد محنت کریں گے، پھر کیا ہوتا ہے ششماہی امتحان آگیا اب اس طرح کرتے کرتے سال پورا ہو جاتا ہے اور وہ فیل ہو جاتے ہیں ایک تاجر آدمی بھی اس طرح سوچے کہ میں ابھی انڈیا سے آیا ہوں ذرا تھوڑا سا آرام کرلوں ایک آدھ مہینہ کے بعد کام شروع کروں گا، تو بیٹھے بیٹھے کون کھلائیگا اس طرح تو راجا کا راج بھی لٹ جائیگا پرانے لوگ کہا کرتے تھے، کہ کروڑوں سے کمائے تب بھی بیٹھ کر نہیں کھانا چاہیئے ایک ہفتہ دو ہفتہ کرتے کرتے تو پورا سال ختم ہو جائے گا انسان اس سے خود سست ہو جاتا ہے اور دوبارہ کام پر جانے سے کتراتا ہے۔

نیک کام فوراً شروع کردیں

اور جو نیک کام دل میں آیا بس اس پر بسم اللہ کرنی چاہیئے ،گزری ہوئی باتوں پر نظر نہیں کرنی چاہیئے کہ میں نے اب تک کچھ نہیں کیا اب ذرا اور دیر سے کروں گا، عقلمند آدمی وہ ہوتا ہے جو اس طرح کے نیک کاموں کو بلا کسی تاخیر اور تمہید کے فوراً شروع کر دیتا ہے اور ایک مسلمان کو تعلیم بھی دی گئی ہے کہ جہاں اس کے دل میں کوئی نیکی کا جذبہ پیدا ہو، اللہ کا نام لیکر بسم اللہ کہکر شروع کر دے۔

جلد بازی بھی نہ کریں

اور ہاں ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ ہر کام میں جلد بازی نہیں کرنا چاہیئے ،اس لئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ، اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَا نِ وَالتَّاَنِّی مِنَ الرَّحْمٰنِ ، کہ جلد بازی کرنا شیطان کا کام ہے اور سوچ سمجھکر قدم اٹھانا رحمٰن کی جانب سے ہے ایک عجیب بات مجھ کو یاد آ رہی ہے، مفسرین نے بڑا اچھا نکتہ ذکر کیا ہے اگر حق تعالی شانہ چاہتے تو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اور پوری کائنات کو ایک سکنڈ میں پیدا کر سکتے تھے کیوں بھائی کر سکتے تھے کہ نہیں؟ (جی ہاں) اسی لئے تو قرآن مجید میں اعلان فرماتے ہیں، وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ کَلَمْحٍ بِا لْبَصَرِ ،لیکن اس کے باوجود آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اس کی کیا وجہ ہے۔؟ ایک آیت کریمہ اور پڑھی گئی، اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ، آج بھی بارہویں پارے کے اندر یہ آیت پڑھی گئی کہ وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ وَکَا نَ عَرْشُہٗ عَلَی

الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُم اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا.. بارہویں پارے کے پہلے ہی رکوع میں یہ آیت پڑھی گئی دوسرے نمبر کی آیت ہے۔ان دونوں آیتوں کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا،تو سوال یہ کہ اللہ تعالی نے اتنا ٹائم کیوں لگایا اللہ تعالی چاہتے تو ایک سکنڈ میں پیدا فرما دیتے؟مفسرین نے بالاجماع یہ بات لکھی ہے کہ اللہ تعالی اس نظام کے ذریعہ دنیا والوں کو یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ کسی بھی کام کو جلد بازی سے نہیں کرنا چاہئیے ، بلکہ اس میں اچھی طرح غور وفکر کرنا چاہئیے کہ دیکھو میں نے ایک سکنڈ میں پیدا کرنے پر قادر ہونے کے باوجود چھ دن ان کے پیدا کرنے میں لگائے ، جب کہ میں قادر مطلق ہوں تو تمہیں کتنے اطمینان سکون اور غور وفکر کے ساتھ کرنا چاہئیے اس آیت میں بتلایا کہ ایک دم سے کسی بھی کام میں قدم نہیں رکھ دینا چاہئیے ۔

کسی بھی کام میں پہلے غور وفکر کریں

شادی بیاہ کا موقع ہو یا کوئی بڑی میٹر حل کرنی ہو،کوئی بڑا مسئلہ حل کرنا ہو تو اسمیں غور وفکر کرنا چاہئیے ایسا نہیں کہ جلد بازی سے قدم رکھ دیا،نہیں میرے بھائیو۔اس طرح جلد بازی کرنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے اسی لئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ، کہ پہلے مشورہ کرلو پہلے سوچو،اپنے خیر خواہوں سے اللہ والوں سے اور آپ کے ساتھ بھلائی کرنے والوں سے مشورہ کرو،ایک دم سے بسم اللہ نہیں بولنا ہے اسلام یہ بھی سکھاتا ہے۔

نیک کاموں میں مشورہ نہیں ہے

لیکن ایک بات یہ بھی سن لو کہ نیکی کے کاموں میں مشورہ نہیں ہے نماز پڑھنی ہے تو اب مشورہ کرنے بیٹھ گئے کہ آپ کا کیا مشورہ ہے نماز پڑھنی ہے یا نہیں ؟ اپنے بچہ کو مدرسہ میں رکھنا ہے تو مشورہ کرنے بیٹھ گئے کہ مدرسہ میں رکھنا ہے یا نہیں، بعض لوگوں کو استخارہ کا ایسا نشہ سوار ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ فون بھی کرتے ہیں کہ مولوی صاحب حج کے لئے جانا ہے ذرا استخارہ کر لیجئے۔ آپ حج کو جارہے ہیں اور استخارہ کرینگے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ، حج میں جانے کے لئے کیا استخارہ،؟ استخارہ تو کہتے ہیں خیر کو طلب کرنا اور حج تو سراپا خیر ہی خیر ہے اس کے لئے کیا استخارہ کریں؟ شادی ایک سنت ہے اس کے لئے کونسا استخارہ ؟ ہاں آپکے سامنے کچھ آپشن (Options) ہیں ان میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کے لئے استخارہ کیا جاتا ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ نیک کاموں کے لئے کوئی استخارہ نہیں ہوتا ہے۔

بہر حال تین صحابہ رہ گئے

جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ اکثر و بیشتر صحابہ تو نکلے لیکن یہ تین صحابہؓ رہ گئے اور یہ تین صحابی ایسے تھے جو آگے پیچھے تو کرتے رہے لیکن رہ گئے تو رہ گئے نہیں جا سکے مگر سچے تھے صحابہ کرام کی صفت سچ بولنا تھی انکی تربیت سچائی پر ہوئی تھی انہوں نے یہ بات ٹھان لی کہ اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ منورہ واپس آئیں گے تو ہم منافقوں کی طرح جھوٹ بول کر اپنے آپ کو نہیں بچائیں گے (مجھے غزوہ کی تفصیل

میں نہیں جانا ہے) بظاہر آدمی جھوٹ بولنے میں بچ جاتا ہے لیکن اخروی اعتبار سے وہ بڑے خسارہ میں پڑ جاتا ہے الغرض آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد تمام لوگ صفوں میں کھڑے ہو گئے۔

اٹالی کا امپائر بھاگ گیا

جنگ تو ہوئی نہیں، اٹالی کے امپائر کو جب پتہ چلا کہ حضور ﷺ اپنے لشکر کو لیکر نکلے ہیں تو اس کا پیشاب خطا ہو گیا لشکر ہی چھوڑ کر بھاگ گیا لڑائی کا موقع ہی نہیں آیا اور میرے بھائیو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب بندہ پورے طور پر ایمان و اعمال پر جما ہوا ہو تو اللہ تعالی انسان کی مدد فرماتے ہیں یہ تو اللہ کا وعدہ ہے آج ہمارے اندر ایمان و اعمال کی خرابی ہے اللہ ہم سب کو معاف فرمائے ۔۔امین۔

حضور ﷺ کو پانچ خصوصیتں دی گئی تھیں

اور یہ بھی سن لو کہ حضور اکرم ﷺ کو پانچ خصوصیتیں ایسی دی گئی تھیں جو کسی بھی نبی کو حاصل نہیں تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **اُعطِیتُ خَمسًا لَم یُعطَھُنَّ اَحدٌ قَبلِی ؛** مجھے پانچ خوبیاں اور پانچ خصوصیتیں ایسی ملی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ملی، ان میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ ،**نُصِرتُ بِا لرُّعبِ مَسِیرَۃَ شَھرٍ ،** کہ دشمن ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر دور ہوتا ہے اور اسکے دل میں میرا رعب ڈالدیا جاتا ہے پھر وہ مجھ سے لڑنے کی ہمت نہیں کرتا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کو اتنا رعب دیا گیا تھا تو بدر میں پھر دشمن کیوں سامنے آئے؟ احد میں کیوں سامنے آئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ناک کا بدلہ تھا، ان کی عزت کا مسئلہ تھا۔ اور پیشین گوئی حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی فرمادی تھی کہ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ: کہ یہاں فلاں ہلاک ہوگا یہاں فلاں ہلاک ہوگا اس لئے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالی کی ذات سے اسکا یقین تھا کون کہاں ختم ہوگا جیسا کہ ایک عقلمند کیپٹن قرائن کے ذریعہ پتہ لگا کر کہد یتا ہے کہ فلاں کی گیند بازی (over) میں فلاں کی وکٹ ہوگی اور فلاں کی گیند میں فلاں کی وکٹ ہوگی اور فلاں بولر کے ہاتھ سے فلاں بیٹسمین کی تقدیر جائیگی اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کو اوپر سے وحی آئی تھی آپ ﷺ نے بدر کے میدان میں جگہیں متعین کردی تھی ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانَ: کہ یہاں ابو جہل لڑھک جائیگا، اس لئے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کی ذات سے اس بات کا یقین تھا اس کے باوجود وہ لوگ سامنے آئے تو یہ ناک اور بڑائی کا مسئلہ تھا۔

عزت قبول حق سے رکاوٹ بنتی ہے

اور یہ ناک (بڑائی) انسان کو حق بات قبول کرنے سے روکتی ہے آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان جو کہہ رہا ہے، سب سچ ہے لیکن اس ناک کی وجہ سے اس کو قبول

نہیں کر پاتا ہے، چاہے آپ لاکھ کوشش کریں وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا اسلئے کہ اس کی ناک کا مسئلہ ہے اور اسی ناک کو مارنے کی اسلام تعلیم دیتا ہے اس لئے کہ اس ناک کو جب تک رگڑا نہیں جائے گا تب تک آدمی کسی کی بات کو مانتا نہیں ہے اور جب ناک (بڑائی) کا مسئلہ ختم ہو جائے گا تو انسان تھوڑا بہت اپنے حق میں کمی کو بھی برداشت کرلے گا۔

سجدہ میں ناک کیوں رگڑوائی؟

اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے احوط قول یہ ہے کہ سجدہ میں اگر پیشانی تھوڑی بہت ٹِک گئی اور تھوڑی نہیں ٹِکی تو چلے گا لیکن ناک اگر سجدہ میں نہیں رگڑی گئی تو سجدہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصل ناک رگڑوانا مقصود ہے، اسی ناک کی وجہ سے آدمی دنیا کے اندر حق بات کو قبول نہیں کرتا ہے، عرب کے مشرکین اور عرب کے کفار آپ ﷺ کو دل سے سچا مانتے تھے لیکن وہی ناک والی بات تھی آپ ﷺ کے چچا خواجہ ابوطالب نے کتنا ساتھ دیا ایک موقع پر جس وقت کہ کفار مکہ نے ابوطالب کو چیلنج کیا کہ اب اگر آپ کے بھتیجہ نے دعوت والے کام کو بند نہیں کیا تو ہم اس کو نعوذ باللہ قتل کردیں گے تب بھی انہوں نے ساتھ نہیں چھوڑا۔

خواجہ ابوطالب کی آنکھوں میں آنسوں آگئے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو بلا کر یہ پیش کش کی کہ بھتیجے اپنے کام کو روک دو، مگر آپ ﷺ نے عجیب وغریب جملہ فرمایا تھا جو مجھے اور آپ کو اور دنیا کے ہر انسان کو دعوت والے کام کی اہمیت وافادیت بتلاتا ہے اور ہمیں یہ مبارک کام اپنے سینہ سے لگانا چاہئے ایک ایسا جملہ فرمایا کہ حضرت مولانا علی

میاں ندوی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ جملہ ہر مسلمان کے گھر میں لکھا ہوا ہونا چاہیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ، لَوْ وَضَعُوْ الشَّمْسَ فِی یَمِیْنِی وَالْقَمَرَ فِی یَسَارِی اِلٰی اٰخِرِ قَولِہٖ ﷺ فرمایا کہ اگر پوری دنیا مل کر میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھدیں اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھدیں اور دنیا کی خوبصورت ترین عورت مجھے دیدی جائے اور دنیا کا پورا خزانہ مجھے دیدیا جائے تب بھی میں کلمہ توحید کی دعوت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

آج مسلمان ذراسی قیمت پر بک جاتا ہے

اور مجھے معاف کیجئے گا آج کل اس مسلمان کو ذرا پانچ سو پاؤنڈ کی لالچ دیدی جائے تو مسجد، مدرسہ کی ساری خبریں دشمنوں کو دیدیتا ہے دشمنوں کو اپنے ہی اندر کے لوگ پھونکتے ہیں دو کوڑیوں کی خاطر اچھے اچھے لوگ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں مسلمان اب پیٹ کا ڈھیلا ہو چکا ہے جیب کا بہت زیادہ لالچی ہو چکا ہے ذرا اسکو تھوڑے سے پیسوں کی لالچ دی جائے بس سب معاملہ ختم ہو گیا۔

صحابہ نے سچی بات کہہ دی

بہر حال جب یہ تین صحابہ کرامؓ پیچھے رہ گئے ہر منافق کو کوئی نہ کوئی بہانہ مل رہا تھا اور ہر منافق کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا جب ان تین صحابہ کرامؓ کی باری آئی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم بھی جھوٹ بول کر اپنی جان بچا سکتے ہیں، لیکن صاف بات ہے کوئی عذر نہیں تھا، ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا، محض سستی کی وجہ سے اور ہماری کھیتی اور فصل تیار تھی اسکی طرف ذرا توجہ دینے سے ہم نہیں آسکے۔ دیکھو یہ

حضرات یہاں سچ بولے اگر چہ کہ یہاں ذرا سی مشقت ہوئی، لیکن یہ تکلیف اور مشقت آسان ہے آخرت کی تکلیف سے، جن لوگوں نے جھوٹ کہا تھا انکی بات تو مان لی گئی کہ جاؤ ٹھیک ہے تم یہ کہہ رہے ہو، جاؤ تم یہ کہہ رہے ہو۔

ان لوگوں نے سچ کہا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں دیتا تم تمہارا کام کرو حضور ﷺ ناراض ہو گئے، اب ایک عام آدمی کہے گا کہ دیکھو سچ کہا تو یہ انجام ہوا، ایمانداری کا زمانہ نہیں ہے، ارے ہم جو یہ کہتے ہیں کہ ایمانداری کے ساتھ دھندا کرنے میں برکت نہیں ہوگی بے ایمانی کے ساتھ دھندا کرنے میں برکت ہے یہ سراسر غلط ہے، مسلمان آرام سے یہ کہدیتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں برکت اور سچ بولنے میں نقصان ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ہم عارضی نفع اور نقصان کا فیصلہ کرتے ہیں ارے بھائی ہمیں تو آخرت کے نفع اور نقصان کو دیکھنا چاہئیے۔

تینوں صحابہ کرام کے لئے آپ ﷺ کا اعلان

چنانچہ صحابہ کرام نے صاف فرمادیا کہ ہمارے لئے کوئی عذر نہیں تھا حضور اکرم ﷺ نے خطرناک سزا سنائی انہوں نے سچ کہا، لیکن مدینہ شہر میں اعلان ہوا کہ ان لوگوں سے کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہے ان لوگوں سے مکمل بائیکاٹ (Sociel baykat) بائیکاٹ کردو۔ اور ایک موقع تو وہ آیا کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ کچھ دنوں کے لئے اپنی بیویوں کو بھی ان کے میکے روانہ کردو۔ ان کا بائیکاٹ پچاس رات رہا۔

پچاس رات تک بائیکاٹ کی وجہ

ان کی تربیت اس طرح کی کہ پچاس رات تک ان کا بائیکاٹ رہا اور پچاس رات تک ہی کیوں؟ اس کی بڑی اچھی وجہ امام نوویؒ نے لکھی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ غزوہ تبوک کی آمد و رفت سفر اور حضر آنے جانے اور وہاں رہنے کی ٹوٹل مدت پچاس رات تھی ۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کیجئے میں بہت اچھے پوئنٹ پر آ رہا ہوں کہ پچاس رات دیگر صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ باہر رہکر مشقت برداشت کی قرآن نے اس کو، فِی سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ، کے الفاظ سے تعبیر کیا کہ غزوہ تبوک کے جانے میں اور وہاں رہنے میں اور واپس آنے میں کل ملا کر پچاس راتیں لگی تھیں جسمیں ان صحابہ کرام کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا یہ تین صحابہ کرام جو نہیں گئے تھے انہوں نے مدینہ میں آرام کیا تھا اب ان کو پچاس راتوں تک مشقتوں اور تکلیفوں میں مبتلاء کیا گیا تھا تاکہ (Equality) برابری ہو جائے۔

ان حضرات کے لئے زمین تنگ ہو چکی تھی

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے بڑا عجیب حال تھا اس بات کی قرآن پاک نے خود گواہی دی کہ، ضَاقَتْ عَلَيهِمُ الاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ، ان کو ایسا لگتا تھا کہ زمین ہمارے قدموں کے نیچے سے کھسک گئی، خطرناک حالات تھے، گھر والے الگ ہیں اور کوئی بول نہیں رہا ہے، اور حضور اکرم ﷺ ان کو نہ دیکھ رہے ہوں، جبکہ وہ آپ ﷺ کی ایک ایک نظر کو ترستے تھے، انکے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، تو ان پر کیسی گزرتی ہوگی، ایک عقلمند شاگرد یا ایک مرید محبوب کو اپنے استاذ اور شیخ کامل سے

کامل درجہ کا عشق ہوتا ہے اگر وہ ایک مجلس میں بھی اپنے آپ کو شیخ کی نظر سے محروم پاتا ہے تو پھر اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے، کہ میرے شیخ نے میری طرف نظر نہیں کی میرے استاذ نے مجھ کو دیکھا نہیں اور جب کہ وہاں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا معاملہ ہے، بہت انتظار میں تھے کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

سچ بولنے کا انعام

چنانچہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ان لوگوں کی قبولیت کا اعلان لیکر نازل ہوئی کہ اللہ تعالی نے تمہاری توبہ قبول کر لی اب تم مدینہ کے لوگوں سے بات کر سکتے ہو۔ دیکھو میرے بھائیو!! سچ بولنے کی کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ اسی سچ بولنے کی بنیاد پر ان کی شان میں قرآن پاک کی آیت شریفہ نازل ہوئی جو چودہ سو ستائیس سال پہلے سے پڑھی جا رہی ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی اور جنت میں بھی اس کی تلاوت ہوگی اور ان صحابہ کرام کی فضیلت کا حافظ دنیا کا بچہ بچہ ہوگا اس کی وہ تلاوت کریگا ان صحابہ کرام کی فضیلت کو ہم اپنی زبان میں پڑھیں،، لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ: جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے توبہ قبول کی مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے موقع پر بھی نبی ﷺ کی اتباع کی۔

تینوں صحابہ کا تذکرہ خاص طور پر فرمایا

یہ تو تمام صحابہ کرام کا تذکرہ ہے لیکن ان تینوں حضرات کے تذکرہ کو الگ سے بیان فرمایا کہ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان نازل ہوا

کہ ہم نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان کی توبہ کیا کی تھی؟ ان کی توبہ یہی تھی کہ انہوں نے سچ کہا تھا اقرار کیا تھا اور اسی کا نام تو توبہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا بس بات یہ تھی کہ ہم آگے پیچھے کرتے رہے اور آپ کے ساتھ نہیں آسکے اسی کا نام توبہ ہے۔

دل کی شرمندگی کا نام ہی توبہ ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ شرمندگی اور دل کے اعتراف کا نام ہی توبہ ہے لوگ توبہ کا مطلب بھی نہیں سمجھتے ہیں زبان سے توبہ کر لینے کو توبہ سمجھتے ہیں اور دل میں ہمارے وہی گناہ والی بات ہوتی ہے اور ایک بات یہ بھی سن لیں کہ چہرے پر دو چار بار ہاتھ مار لینے کا نام توبہ نہیں ہے توبہ کا تعلق تو دل سے ہے توبہ دل سے ہی ہوگی۔ اور دل سے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ کو کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

خوشخبری سنانے والے کو ہدیہ دینا

ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان لے کر ایک صحابیؓ تشریف لائے تو جن کے پاس وہ آئے تھے انہوں نے اس خوشخبری سنانے والے کو اپنی قمیص اتار کر ہدیہ میں دیدی یہاں سے علماء نے لکھا ہے کہ خوشخبری سنانے والے کو ہدیہ دینا سنت ہے اس لئے گجرات میں ایک رواج ہے لوگ اس کو رواج سمجھتے ہوں، اور رواج بھی وہ لوگ سمجھتے ہیں جن کو پیسہ نکالنا جان پر آتا ہے اور وہ رواج یہ ہے کہ مثلاً آپ

کے گھر بچہ پیدا ہوا، اور آپ کی بہن نے سب سے پہلے آپ کو خبر دی تو بدھائی مانگتی ہے تو اس کو دینا چاہیئے ، اب اس مسئلہ کے لئے مفتی صاحب کے پاس آتے ہیں کہ کیا چل رہا ہے دینا چاہیئے یا نہیں دینا چاہیئے ، پندرہ پچیس پاؤنڈ اس کو دیدینے چاہیئے اس کا حق ہے ہمارے بزرگوں نے ایک سنت ثابت کی کہ ان کے پاس وہ خوشخبری لیکر آئے تو انہوں نے اپنا کرتہ مبارک پیش کردیا۔

ان حضرات کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم

کیسے خوش ہونگے وہ صحابہ کرام جن سے سوشیل بائکاٹ کیا گیا تھا اب پوری کے پوری مسلم امت کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ تین سچے لوگ ہیں جو میرے نبی کے صحابہ ہیں تم ان سچے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو۔ ان حضرات کا بائکاٹ ہوا تھا لیکن سچ کا فائدہ ہوا، اور وہ منافقین جھوٹ بولکر چھوٹ گئے تھے لیکن آخرت میں انکی گرفتاری ہوگی اور ان کے سچ کا فائدہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کو ان کے ساتھ بات کرنے اور ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا چنانچہ اللہ نے فرمایا یَآ یُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ وَ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِینَ ، اے ایمان والو۔ تقوی اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

سچ آدمی کو نجات دلاتا ہے

اور حضور ﷺ نے فرمایا، اِنَّ الصِّدقَ یُنجِی وَاِنَّ الْکِذْبَ یُھلِکَ ، سچ انسان کو کبھی نہ کبھی نجات دلاتا ہے، آدمی کو سچ بولنے کی عادت ڈالنی چاہئے وقتی طور پر سچ میں انسان کو نقصان ضرور نظر آتا ہے لیکن سچ ہی انسان کو کبھی نہ کبھی بہت بڑا نفع پہنچاتا ہے پیارے نبی ﷺ کی گیارنٹی ہے ہم لوگ متردد (Confuse) کیوں

ہوں؟ ہم اپنے ارادے میں متزلزل کیوں ہوں؟ ایک مسلمان اور وہ پوچھے کہ جھوٹ بولوں گا تو چھوٹ جاوں گا، نہیں، میرے بھائیو یہ بات غلط ہے ہمیں تو نبی ﷺ کے قول پر اعتماد اور یقین ہونا چاہیئے کہ نبی ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ صاف اعلان فرمایا اِنَّ الصِّدقَ یُنجِی بیشک سچ بولنا انسان کو نجات دیتا ہے اسکو چھٹکارا دیتا ہے اور جھوٹ بولنا اسکو ہلاک کر دیتا ہے، پھر ہم نے تو جھوٹ بول کر ہی اپنی دنیا بنانی شروع کر دی اب وہ دنیا بننے کے بجائے بگڑ رہی ہے اور دیکھو ایک جھوٹ آدمی کو سو جھوٹ بولنے پر مجبور کرتا ہے۔

سچ کے ذریعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تربیت

دیکھئے! حضور پاک ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے اندر زنا کی عادت ہے چوری کی عادت ہے شراب پینے کی عادت ہے، جھوٹ بولنے کی عادت ہے اور یہ عادتیں مجھ سے چھوٹتی نہیں ہیں آپ اسکا کوئی علاج بتائیے، حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو تیرا کام کرتا رہ، لیکن ایک وعدہ مجھ سے کر لے کہ ہمیشہ سچ بولے گا، میں تجھ کو یہ نہیں کہتا کے یہ گناہ چھوڑ، وہ گناہ چھوڑ، وہ گناہ چھوڑ، بس مجھ سے سچ بولنا اب جتنے لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے سب تعجب کی نگاہ سے اسے دیکھنے لگے کہ یہ کیا بات ہے حضور ﷺ کو تو یہ فرمانا چاہیئے کہ سب کچھ گناہ چھوڑ دے جبکہ فرمایا کہ ٹھیک ہے تو کرتا رہ۔

پر ایک کام یہ کر کہ تو ہمیشہ سچ بولا کر، جھوٹ مت بولا کر، اور یہ تربیت کرنے کا ایک

طریقہ تھا وہ صحابیؓ وہاں سے چلے گئے انہوں نے سوچا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے جھوٹ بولنے سے کیوں روکا؟ دوسرے کاموں پر تنبیہ نہیں فرمائی ان کے دل میں یہ بات آئی کہ اب میں جب بھی حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤنگا آپ ﷺ پوچھیں گے کہ کیا تو نے شراب پی؟ تو مجھ کو سچ کہنا پڑیگا حضور ﷺ پوچھیں گے کہ کیا تو نے زنا کیا ہے؟ تو مجھ کو سچ کہنا پڑیگا اس لئے کہ میں نے وعدہ کیا ہے اور پھر میں شادی شدہ ہوں میری تو زندگی ہی ختم ہو جائیگی چوری کر کے آیا ہے تو سچ کہنا پڑے گا تو ہاتھ کاٹے جائیں گے ایک علاج آپ ﷺ نے بتایا اور ساری بیماریاں ختم، حالانکہ علاج ایک ہے۔

آپ ﷺ کامل ڈاکٹر تھے

میں نے ابھی ایک دو دن پہلے ایک مثال دی تھی کہ بڑا ڈاکٹر زیادہ دوائی نہیں دیتا ہے، وہ ایک دو گولیاں دیکر ساری بیماریوں کا علاج کر دیتا ہے، آپ ﷺ کامل بلکہ اکمل ڈاکٹر تھے، آپ ﷺ زیادہ دوائی نہیں بتایا کرتے تھے، بعض مرتبہ صحابہ کرامؓ بے تکلف رہا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ کچھ نصیحت کیجئے اللہ کے رسول ﷺ ایک جملہ ارشاد فرماتے تھے کہ، لَا تَغْضَبْ، غصہ مت کرنا لوگوں کے ساتھ لڑائی مت کرنا بظاہر یہ جملے مختصر ہیں لیکن ان کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔

سچوں کی صحبت سے تقوی ملتا ہے

بہر حال۔ ان تین صحابہ کرامؓ کو سچ بولنے کا اتنا بڑا اجر ملا کہ اللہ تعالی نے مدینہ شہر کے تمام لوگوں کو حکم دیا بلکہ قرآن پاک میں ان حضرات کا ذکر خیر فرمایا، اور

يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا کے ذریعہ قیامت تک کے انسانوں کو حکم دیدیا کہ تقوی پر اگر آنا ہے تو سچے لوگوں کے ساتھ صحبت رکھنی ہوگی اور یہ تصوف اس آیت کریمہ میں آ گیا کہ اصل مقصد تقوی ہے: اور تقوی حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ : کہ اے لوگو تم سچوں کے ساتھ رہو، اس لئے کہ جب انسان سچوں کے ساتھ رہے گا تو اس کی طبیعت بھی سچی ہی بنے گی کسی نے بالکل بے غبار بات کہی ہے کہ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند۔

اہل اللہ کی صحبت سے آدمی کامل بنتا ہے

دیکھو میرے بھائیو۔ کتابیں پڑھ کر آدمی کامل نہیں بنتا ہے بلکہ اہل اللہ کے پاس رہکر آدمی کامل بنتا ہے اس خاص بندہ کے ساتھ رہکر جس کے دل پر خدا تعالی کی نظر ہوتی ہے اس کے دل پر انوار و تجلیات اترتے ہیں نیک لوگوں کی صحبت میں رہکر ہی آدمی نیک بنتا ہے اللہ والوں کے ساتھ رہکر اور اللہ تعالی کے خاص بندوں کے ساتھ رہکر آدمی صالح بنتا ہے، اور یہ وہ حضرات ہوتے ہیں کہ جن کی صورت دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

رجال اللہ ہر زمانہ میں آئے ہیں

اور دیکھو اللہ تعالی نے ہدایت کے دنیا میں دو نظام چلائے ہیں (۱) ایک رجال اللہ کا نظام (۲) دوسرے کتاب اللہ کا نظام، ایسا تو کئی دفعہ ہوا کہ کتاب اللہ نہ آئی ہو لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رجال اللہ نہ آئے ہوں، اور کتاب اللہ کے اوپر اکتفاء کرلیا گیا

ہوا ایسا کبھی نہیں ہوا، یہ اللہ تعالی کا نظام ہے کئی انبیاء کرام ایسے ہیں جو نبی بن کر آئے ہیں کوئی کتاب ان کے ساتھ نہیں آئی، انہوں نے پچھلے نبی کی کتاب پر ہی لوگوں کو تعلیم دی اور اُنہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم پچھلے نبی کی ہی کتاب کے مطابق لوگوں کی رہبری (Guidence) کرتے رہو۔

انسان ہی انسان بناتا ہے

انسان ہی انسان بناتا ہے کتاب انسان نہیں بناتی ہے کتاب تو نقوش کا نام ہے وہ تو ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے اصل تو ہمارا دین اسلام سینہ بسینہ منتقل ہوتا ہے، اگر صرف کتاب کے ذریعہ ہی آدمی کامل مومن بنتا تو لوگ اپنے گھروں پر ہی کتابیں خرید کر عالم دین بن جاتے، مدارس دینیہ کھولنے کی بالکل ضرورت ہی نہ ہوتی، اور اللہ تعالی معاف فرمائے آج کل تو اور بالخصوص آپکے اس ملک (Country) میں تھوڑی بہت کتابیں پڑھ لیں اور تھوڑا بہت قرآن حفظ کرلیا تو اپنے آپ کو مفتی سمجھتے ہیں علم کی تو کوئی بو ہے نہیں، اور بن گئے مفتی، دیڑھ اینچ کی مسجد قائم کرتے ہیں اور بس کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اسلام کی خبر ہے بڑے آگئے۔ اسلام کی بو تو لگی نہیں، شریعت کے منشاء فرامین کو تو سمجھا نہیں، اللہ تعالی کو اور حضور ﷺ کو اور فرامینِ عالیہ اور اس کی روح کو اور نبوت کو تو سمجھا نہیں اور بن گئے مفتی۔ اُنہیں اللہ کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے کی تو کوئی پرواہ نہیں، انہیں فکر ہے کہ ہماری کنٹری کے لوگ ہم سے خوش رہیں، ایسے لوگوں سے خدا تعالی کہاں خوش ہوسکتا ہے۔

ہم غیروں کوخوش کرنے کی کوشش نہ کریں

مسلمانو!!ایک بات کان کھول کرسن لوکہ ہرموقع پرہم نےکوشش کی کہ ہماری ملک کےلوگ ہم سےخوش ہو،اوردشمنانِ اسلام خوش ہو،اورہم نےاس کی کوشش نہیں کی کہ اللہ اوراللہ کارسول ہم سےخوش ہو،شریعت ہم سےخوش رہے،ہم نےکہاں اس کی کوشش کی؟اگرایسا ہےتوپھراپنےایمان کی خیرمنانی چاہیئے،صاف بات ہےاتنا زیادہ ہم ان لوگوں کوخوش کرنےکی کوشش کریں کہ اسلام کےخلاف اعمال ہم کرنے لگ جائیں یہ بالکل غلط بات ہے۔

حالانکہ یہ بات طےہےکہ جب تک ہم ان کےدین کی پیروی نہیں کریں گے،وہ ہم سےراضی ہونےوالےنہیں ہیں۔قرآن نےپہلےہی پارےمیں اعلان فرمایاکہ۔ لَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَہُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَہُمۡ ، کہ یہودونصاری کوتم خوش کرنےکی کتنی ہی کوشش کرو،ان کواپنی کانفرنس میں بلاؤ،ان کواپنےسیمنارمیں بلاؤ،ان کی کانفرنسوں میں آپ جائیں،ان کےساتھ ایک میزپربیٹھ کرآپ کھاناکھائیں،وہ اس وقت تک راضی اورخوش ہونےوالےنہیں ہیں جب تک کہ آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں،وہ راضی ہونےوالےنہیں ہیں،آپ اپنےبارےمیں یہ سمجھتےہونگےکہ یہ ہمارےبارےمیں دشمنی کودورکریں گےاورہمارےساتھ ملیں گے،قرآن نےصاف اعلان کیاکہ، لَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَہُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَہُمۡ ، قرآن اپنی جگہ سچ ہےقرآن پاک نےپہلےہی فرمادیااوراس کےفرمان میں ذرہ برابرشک نہیں ہے۔

زہر اللہ والوں سے دوری کی بناء پر ہے

پتہ نہیں یہ زہر ہمارے نوجوانوں میں کہاں سے آرہا ہے اور یہ زہر اسی لئے آرہا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میسر نہیں ہے کسی اچھے استاذ کی تربیت حاصل نہیں ہے میرے بھائیو، اس بات کو یقین کے ساتھ سنو کہ خصوصی مطالعہ کے ذریعہ آدمی کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ کسی استاذ کی شاگردیت کو اختیار نہ کرے اور جو کسی عالم کے ماتحت بھی نہیں رہتا، وہ قرآن کے ذریعہ بھی بھٹک سکتا ہے کیا دوا کا ریکشن نہیں آتا ہے، کیا ملٹی وٹامن کا ریکشن نہیں آتا ہے؟ کیا ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر اگر آپ نے کسی دوا کا خوراک زیادہ لے لیا تو آپ کو ریکشن نہیں ہوگا؟ رییکشن ہوگا اور اس میں ڈاکٹر کا بھی کوئی قصور نہیں ہوگا اسمیں طریقہ کے اختیار کرنے کا قصور ہے گھی انسان کو طاقت دیتا ہے اس سے کون انکار کرے، لیکن اگر آپ کو زکام یا سردی ہے اور ڈاکٹر کی اجازت آپ نے نہیں لی، اور آپ کیلا دبائے جارہے ہیں اور گھی پیتے جارہے ہیں بتایئے آپ کو طاقت ملے گی یا بیت الخلاء لگیں گے؟ طاقت تو نہیں ملے گی البتہ بار بار بیت الخلاء کا دورہ کرنا پڑے گا۔

قرآن پاک کا ترجمہ ضرور پڑھیں مگر؟

قرآن پاک بہرحال ہدایت کی کتاب ہے احادیث طیبہ بے شک کتابِ ہدایت ہیں لیکن جب تک کسی عالم دین کی رہبری میں اس کو سیکھا نہیں جائیگا، تب تک وہ قرآن پاک سمجھ میں آنے والا نہیں ہے آدمی بھٹک سکتا ہے اور قرآن نے بھی تو کہا ہے، يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفَاسِقِينَ ۔ کہ اس

کتاب کے ذریعہ کئی لوگ گمراہ ہوتے ہیں اوراس کتاب کے ذریعہ کئی لوگ ہدایت پاتے ہیں،اورایک روایت میں تو فرمایا اللہ کے نبی ﷺ نے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَرۡفَعُ بِھٰذَا لۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیۡنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کئی قوموں کی تقدیر کو اونچا کرتے ہیں،اور کئی لوگوں کو اس کے ذریعہ نیچا کرتے ہیں۔

اپنی عقل سے سمجھنے والا گمراہ ہوجاتا ہے

کئی لوگ جوقرآن پاک کواپنی عقل کے مطابق لیکر بیٹھتے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں وہ گمراہ ہوجاتے ہیں وہ دین کے رہتے ہی نہیں ہیں اس کے لئے تو اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے اہل اللہ کے پاس رہ کر آدمی کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ قرآن پاک کو بھی پڑھے گا تو سمجھ کر پڑھے گا پوچھ کر مطلب سمجھے گا،نہ کہ اپنے ذہن میں اس کا جو مطلب آیا سمجھ لیا اور بیان کرنے بیٹھ گیا۔

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کی مثال

حضرت حکیم صاحب بڑی اچھی مثال دیا کرتے تھے،کہ جب کوئی اللہ والے کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اپنے قلب کو بھونتا ہے اوراس کے قلب کے اندر عشق الٰہی سے جلنے والی چنگاری کے ذریعہ وہ اپنے دل ودماغ کو جلاتا ہے، پھراس کو کسی جگہ اعلان کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی کہ میں ایک قیمتی ہیرا ہوں بلکہ دنیا والے خود اس کو محسوس کرتے ہیں کہ یہ کوئی اللہ والا لگ رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جیسے کہ ایک

کباب اور کچا سموسہ ہوتا ہے، عورتیں اس کے اندر مسالہ بھرتی ہیں، اور رکھ دیتی ہیں لیکن اسکی خوشبو کسی کو بھی نہیں آتی ہے اس لئے کہ ابھی کچا ہے، حتی کہ خود گھر والوں کو تک پتہ نہیں چلتا ہے لیکن وہی سموسہ اور وہی کباب جب گرم گرم تیل کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اس کو تلا جاتا ہے اور وہ سموسہ اور کباب گرمی کو برداشت کرتا ہے تو اب اسکی خوشبو کے اعلان کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے، بلکہ خود بخود محسوس کی جاتی ہے۔اور ویسے بھی ایک مقولہ مشہور ہے کہ: بوئے کباب مارا مسلمان کرد: کہ کباب کی بو نے مجھے مسلمان بنا دیا، ایسے ہی اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا یہ اپنے آپ کو بھوننا ہے جب آپ بھون جاؤ گے تو دنیا والوں کو بتانے کی ضرورت نہیں رہے گی کہ آپ کے اندر یہ خوبی ہے اور یہ خوبی ہے خود بخود آپ کی خوشبو کا چرچہ ہو جائے گا تو اللہ تعالی کی کتاب اتنی آسان نہیں ہے، یہ بخاری شریف اور یہ مسلم شریف اور یہ طلباء اور یہ علماء اتنے بیوقوف تھوڑے ہیں کہ دس دس سال مدرسوں میں جا کر لگاتے ہیں گھر بیٹھے صرف قرآن کا ترجمہ آجائے تو پھر کہنا ہی کیا، میں تو صرف ایک مثال دیتا ہوں کہ اگر کوئی ٹیلر بننا چاہے تو کیا وہ خالی کتاب پڑھکر ٹیلر بن سکتا ہے بتاؤ؟ ﴿جی نہیں﴾

گھر بیٹھے آدمی ڈاکٹر نہیں بن سکتا ہے

ڈاکٹری کی لائن میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ ساڑھے چار سال تک ایک طالبعلم پڑھتا ہے، اور اس کو ڈاکٹر لوگ ہی پڑھاتے ہیں، اور اس کے بعد اس کی عملی مشق کرواتے ہیں، اور اس کے پاس ہر قسم کا کام کروایا جاتا ہے، لیکن اس کو سرٹفکٹ نہیں ملتا ہے، انٹرشپ کرنا پڑتا ہے، تب جا کر اس کو وہ سرٹفکٹ ملتا ہے، اور پھر وہ اپنا

کلنک کھول سکتا ہے ارے بھائی اس نے چار سال تک پڑھا، تب جا کر اسے یہ حقیر ڈگری ملی، اب بتاؤ کہ اللہ کے کلام کے سامنے ڈاکٹری کی کیا حیثیت ہے، اللہ کے کلام میں جو علوم رکھے ہیں اس کے سامنے ٹیلرنگ اور الکٹریشن کی کیا حیثیت ہے، تو جب ٹیلرنگ اور الکٹریشن گھر بیٹھے پڑھنے سے کچھ سمجھ میں نہیں آتے ہیں، جب تک کہ اس کو کسی کے ساتھ رہکر نہ سیکھا جائے، تو کتاب اللہ اور بخاری اور مسلم کی یہ حدیثیں آج آدمی خود بخود کیسے سمجھ سکتا ہے، اس کو تو دل والوں کے پاس بیٹھ کر سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اپنے بچوں کو اللہ والوں سے جوڑو

میرے بھائیو!! اس لئے سن لو کہ اس زمانہ میں اپنی اولاد کی سب زیادہ یہ تربیت کرو کہ وہ بچے اللہ والوں سے مربوط ہو جائیں، میں ادباً آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ اس چیز کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، ہماری نئی نسل کسی نہ کسی کے ساتھ جڑی ہوئی ہونی چاہئے، جب یہ کنکشن جڑا ہوا رہیگا تو انشاء اللہ دوسرے ڈاکو اس پر حملہ نہیں کر پائیں گے، اور وہ ہر شیطانی فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

دعوت تبلیغ بہترین اصلاحی عمل ہے

پھر جماعت میں لگ کر ہو، چلہ چار مہینہ لگا کر ہو، سال لگا کر ہو، دیکھو اس زمانہ میں نو جوان اور بوڑھے سب کے لئے دعوت تبلیغ بہترین اصلاحی عمل ہے اس لئے کہ پہلے انسان اپنی اصلاح کے لئے خانقاہوں کے اندر جاتا تھا اور اپنی اصلاح کرواتا تھا، اب اس زمانہ میں کہاں خانقاہوں کا وجود رہا: الا ماشاء اللہ۔ اسلئے

اس زمانہ میں تبلیغ ماشاء اللہ ایک ایسا شعبہ ہے جس میں اپنی زیادہ تر اصلاح ہوسکتی ہے کہ اس میں خدمت کی بھی باری آتی ہے اپنا جھولا خود کو اٹھا کر چلنا پڑتا ہے، کبھی کھانا ملا، کبھی کچا پکا ہی ملا، اور پھر اپنی جان اپنا مال، یہ تو بہت بڑی بات ہے اسی لئے علماء تبلیغ فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں علماء فراغت کے بعد ایک سال خانقاہوں میں لگاتے تھے لیکن اس زمانہ میں وہ ایک سال ہمیں اللہ کے راستہ میں لگانا ہے، اور اپنی اصلاح کرنی ہے، خانقاہ میں جا کر ہو، یا پھر کسی اچھے عالم ربانی کے ساتھ لگ کر ہو، اور وہ ایک ایک چیز پوچھے بغیر کرنے والا نہ ہو، انشاء اللہ اسی میں پوری پوری کامیابی ہوگی۔

اکیلا انڈا گندا ہو جاتا ہے

ورنہ میرے بھائیو۔ انڈا اگر اکیلا رہتا ہے تو وہ انڈا بھی گندا ہو جاتا ہے، لیکن اگر اسی انڈے کے اوپر مرغی بٹھا دی جائے، تو اسمیں سے پھر چوزے نکلتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب مرغی بٹھائی جاتی ہے تو اس انڈے سے اکیس دن میں بچے نکلتے ہیں لیکن ان میں بھی جو انڈہ اکیلا رہتا ہے وہ گندہ ہو جاتا ہے ہماری آج کی نئی نسل کو الحمد للہ اللہ تعالی نے وافر مقدار میں صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے سمجھ بوجھ اچھی نصیب فرمائی، ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان بچوں کو علماء کے ساتھ مربوط کریں انشاء اللہ یہ بچے بھی اچھی نسل پیدا کریں گے، اور پھر وہ اکیلے رہ کر گندے نہیں ہونگے۔

حضرت مولانا اسعد صاحب مدنیؒ کا ملفوظ

مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ جن کو اب ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے اللہ تعالی ہمارے ان علماء کی قبروں کو نور سے بھر دے، وہ ہندوستان میں کئی

مرتبہ فرماتے تھے کہ میں جب یورپ کی کنٹری میں جاتا ہوں، تو وہاں کے لوگوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی اولاد کو ہندوستان و پاکستان کے علماء کے ساتھ مربوط رکھو، جس کے نتیجہ میں ان کا دین سلامت رہے گا، ورنہ جو نوجوان گھر بیٹھے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں، وہ سن لیں کہ اگر علماء کے ساتھ روابط نہ رکھو گے، تو معاشرہ کے لئے بربادی کا سبب بن جاؤ گے۔

سچوں کی صحبت سے انسان سچا بنتا ہے

سچوں کے ساتھ رہنے سے آدمی کا دین سلامت رہتا ہے، اسی لئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ، یَآ یُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِین، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو۔ سچوں کے ساتھ رہو، اور سچوں میں سے بن جاؤ اللہ تعالی ہم لوگوں کو اسلام کا مزاج سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اہل اللہ کے ساتھ ہمیں تعلق قائم کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اس لئے کہ اس کے بغیر تو چارہ ہی نہیں ہے ؎ صحبت صالح ترا صالح کند، کہ نیکوں کی صحبت تجھے نیک ہی بنائیگی صالح نوجوان بنائے گی۔

سچوں کو ہم کہاں ڈھونڈیں

اب رہا یہ سوال کہ اس زمانہ میں سچے لوگ کہاں رہیں؟ سب تو جھوٹے ہیں ارے ہم نے جیسا چشمہ لگایا ویسا ہی ہمیں نظر آئیگا، اور ہمارے مفسرین نے ایک بات بڑی قیمتی لکھی ہے کہ اگر سچے لوگ دنیا میں موجود نہ ہوتے تو پھر اس آیت پاک کا کیا مطلب ہوتا جو قرآن کہہ رہا ہے کہ اے یمان والو۔ اللہ تعالی سے ڈرو اور سچوں کے

ساتھ رہو، اگر سچوں کی جماعت نہ ہو، اور سچوں کا وجود ختم ہو جائے تو یہ جملہ عبث اور بیکار ہو جائیگا۔اور قرآن پاک تو عبث سے پاک ہے پتہ چلا کہ ہر زمانہ میں سچے لوگ موجود ہوتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت ایسی رہے گی جو حق کے اوپر ہوگی، اور اللہ تعالی اس کی مدد فرمائیں گے وہ حق پر جمے رہیں گے بہر حال اہل اللہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں یہ ہماری نظر کی کمی ہے اللہ تعالی شانہ نفس اور شیطان کے حملوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔۔۔۔۔امین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ایک آدمی کسی ملک میں رہتا ہے اس کو اس ملک کے جتنے بھی قوانین اور جتنے بھی دستور ہوتے ہیں اس کو ان پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اگر وہ اسکے مطابق عمل نہیں کرتا ہے تو پھر اس کو اس کے جان، اور مال کی سلامتی نہیں رہتی ہے تو اسلام کا یہ نظام ہے کہ اگر کوئی کلمہ کی دعوت کو قبول نہ کرے اور اسلامی حکومت میں رہنا چاہتا ہے تو اس کو جزیہ ادا کرنا ضروری ہے جس کو وہ ادا کر کے اپنی جان اور مال کی سلامتی کی ضمانت لیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا

الحمد للہ وحدہ ،والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ،وعلی الہ واصحابہ الذین اوفوا عھدہ، امابعد۔

اسلام کی یہ خاص تعلیم ہے کہ جب انسانیت میں دعوت کا کام کیا جائے تو سب سے پہلے کلمہ کی دعوت دی جائے ان کو توحید اختیار کرنے اور قبول کرنے کی دعوت دی جائے اگر وہ توحید کو قبول کرلیں تو پھر انکے ساتھ کسی بھی قسم کا تعرض چھیڑ چھاڑ جائز نہیں ،اور اگر کوئی توحید قبول نہیں کرتا ہے تو پھر اسلامی اصول کے تحت اسکو رہنا پڑے گا اسلام جیسا کہے گا ویسا اس کو کرنا پڑے گا اور بغیر اسلام لائے وہ اسلامی ملک میں رہنا چاہتا ہے تو اسکو جزیہ اور ٹیکس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

جزیہ اسلام نہ لانے کی سزا نہیں ہے

جب کسی علاقہ میں اسلامی حکومت کا قیام ہوتا ہے تو وہاں کے غیر مسلموں کے سامنے چند باتیں رکھی جاتی ہیں یا تو اسلام لے آؤ اور اگر نہیں لاتے ہو اور اسی علاقہ میں تمہیں رہنا ہے تو کچھ مخصوص رقم ادا کرو جس سے تمہاری جان مال کی

حفاظت ہم کریں گے معلوم ہوا کہ جزیہ کا ادا کرنا اسلام نہ لانے کی سزا نہیں ہے، بزرگوں نے بڑا اچھا اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے کلمہ توحید کو قبول نہ کرنے کی شکل میں جزیہ لینے کا حکم دیا ہے وہ جزیہ اسلام نہ لانے کی سزا ہے، میں آپ کو ابھی سمجھا تا ہوں اسلام کوئی شخص نہ لائے اور اسلامی ملک میں رہنا چاہے تو اس پر جزیہ ادا کرنا ہے، اس جملہ کا کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ انسان جب مومن ہوتا ہے تو اسکی جان اور اس کا مال محفوظ ہوتا ہے اسکی جان اور اس کے مال کو چھیڑنا اور اس کو پامال کرنا اس کو استعمال کرنا اور اس کو قتل کرنا یہ سب جائز نہیں ہے اور اگر کہیں مسلمانوں کے ساتھ کچھ جانی و مالی نقصان ہو جاتا ہے تو حکومت اس کی ذمہ دار ہے، اگر کوئی غیر مسلم ہے اور وہ جزیہ ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی ناگوار واقعہ پیش آتا ہے تو اسلامی حکومت اس کی طرف سے کاروائی کرے گی چاہے کچھ بھی ہو اس کی پوری ذمہ داری مسلمانوں کے اوپر عائد ہوتی ہے۔ اور اگر وہ جزیہ ادا نہیں کرتا ہے تو اس کی جان اور مال کی کوئی ضمانت اسلامی ملک نہیں لیتا ہے۔

زبان سے کلمہ پڑھنے والا محفوظ ہے

لیکن زبان سے جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ محفوظ ہو گیا اس کی جان محفوظ، اس کا مال محفوظ، اس کو کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتا، اور اسی کو قرآن پاک کہتا ہے کہ **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ:** جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ اے ایمان والو جو کوئی بھی تمہیں سلام کرے چاہے اس کے دل میں کچھ بھی ہو اس کو قتل مت کرو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ ﷺ کی وصیت

اور اسی طریقہ سے سیدنا معاذ بن جبلؓ جنہیں حضور پاک ﷺ نے یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجا تھا تو آپ ﷺ نے جو اہم اہم ارشادات فرمائے تھے ان میں ایک ارشاد یہ تھا کہ اِنَّکَ تَاْتِی قَوْمًا مِنْ اَھْلِ الْکِتَا بِ فَا دْعُھُم اِلٰی شَھَا دَۃِ اَن لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہ اے معاذ۔ راستہ میں تمہارا گزر اہل کتاب یعنی نصاری کے پاس سے ہوگا تم انہیں کلمہ کی دعوت دینا اگر وہ قبول کریں تو ان کی جان اور مال محفوظ ہوگیا، فَقَـد عَصَمُوا مِنِّی دِمَا ءَ ھُمْ وَاَموَالَھُم جس کا ترجمہ یہی ہے جو ہم آپ کو ابھی پڑھ کر سنائے ہیں کہ ان کی جان مال محفوظ ہوگئی۔

حضرت ابوبکرؓ کا استدلال

اور اسی روایت سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے بہت اچھی طرح استدلال کیا تھا اس موقع پر جب کہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا کہ ہم تو حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں زکوۃ دیا کرتے تھے اس لئے کہ قرآن پاک نے حکم دیا ہے، خُـذْ مِـنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ الخ۔ کہ اے محمد ﷺ آپ ان کے پاس سے صدقہ اور زکوۃ لیجئے اور ان کے مال کو صاف کیجئے، ان کے دلوں سے بخل کی بیماری کا ازالہ کیجئے، ان کے دلوں سے مال کی محبت کم کیجئے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کیجئے اب اس زمانہ میں حضور اکرم ﷺ نہیں ہیں تو یہ سب ہمارا کون کرے گا؟ لوگوں نے اس طرح حیلہ بازی کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی روایت کا سہارا لیکر ان کے خلاف

کاروائی کی اوران پر ارتداد اور اسلام سے نکل جانے کا حکم لگایا تھا اوران کے ساتھ جہاد فرمایا اوران کو مار بھگایا۔ بہر حال اہل کتاب اور وہ لوگ جو توحید کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ہیں وہ معصوم الدم نہیں ہیں ان کی جان اور ان کا مال محفوظ نہیں ہے اسلئے کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے، تو اب انکے جان اور مال کی سلامتی نہیں ہے، اب وہ معصوم الدم نہیں ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد آدمی کو اس کے جان اور اس کے مال کی سلامتی اور حفاظت ملتی ہے اور اسلام قبول نہیں کیا تو اب اس کے جان اور مال کی کوئی ضمانت نہیں ہے اس لئے کہ وہ خدا تعالی کی سرزمین پر اس کا باغی بن کر زندگی گزارتا ہے اللہ تعالی کی سرزمین پر اس کی بغاوت کرتا ہے اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کے خلاف وہ اپنی زندگی گزارتا ہے اب اسکی جان کہاں سے سلامت ہوسکتی ہے؟ یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو اب اسکے خلاف تلوار اٹھائی جائے یہ مطلب بھی نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ مخصوص اصول ہیں۔

اسلامی ملک میں اسلامی اصول ہونگے

ایک آدمی کسی ملک میں رہتا ہے اس کو اس ملک کے جتنے بھی قوانین اور دستور ہوتے ہیں اس کو ان پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اگر وہ اسکے مطابق عمل نہیں کرتا ہے تو پھر اس کو اس کے جان اور مال کی سلامتی نہیں رہتی ہے تو اسلام کا یہ نظام ہے کہ اگر کوئی کلمہ کی دعوت کو قبول نہ کرے اور اسلامی حکومت میں رہنا چاہتا ہے تو اس کو جزیہ ادا کرنا ضروری ہے جس کو وہ ادا کرکے اپنی جان کی اور اپنے مال کی سلامتی کی ضمانت لے لیتا ہے۔

جزیہ نہ دینے والے کا حکم

اور اگر کوئی جزیہ دینے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو پھر تیسرا اسٹیپ اسلام نے قتل کرنے کا رکھا ہے یہاں سے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا مزاج یا تو اسلام ہے یا پھر تلوار ہے یہ غلط ہے اسلام نے دوسرا آپشن دیا ہے وہ یہ کہ ٹیکس ادا کر کے اپنی جان اور اپنے مال کی آدمی ضمانت حاصل کر لے، اور ٹیکس کیا ہے کہ اپنی حفاظت کے لئے آدمی ایک مخصوص رقم ادا کرے اور اسلامی حکومت میں رہے اور اگر وہ اسلامی حکومت میں نہیں رہنا چاہتا ہے بلکہ نعوذ باللہ، دارالحرب میں منتقل ہونا چاہتا ہے تو پھر اس سے کچھ ٹیکس وغیرہ بھی نہیں لیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا حضرت ابو عبیدہؓ کو حکم

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو عبیدۃ ابن الجراحؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا جہاں نصاری رہا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ وہاں جو نصاری لوگ رہا کرتے ہیں ان سے جزیہ وصول کر کے لاؤ چونکہ بحرین اسلامی حکومت میں آچکا ہے کلکشن کر کے لاؤ، اور یہ بات بھی سن لیں کہ آپ ﷺ نے اہل بحرین کے ساتھ صلح کر لیا تھا کہ تم اہل کتاب ہو تم اسلام نہ لانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی ہے ہماری طرف سے کوئی زبردستی نہیں ہے اسلام زبردستی کا حکم نہیں دیتا۔ اور اسلام میں کسی کو داخل کرنے کے لئے کوئی زور زبردستی نہیں ہے، بالکل نہیں ہے صاف بات ہے، لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ کہ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہاں دین میں داخل ہونے کے

بعد پھر زبردستی کی جائیگی وہ باتیں الگ ہیں اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی کو کوئی زبردستی نہیں ہے کہ زبردستی کسی کو اسلام قبول کروایا جائے اور اس کو مجبور کیا جائے، نہیں ایسا بالکل نہیں ہے۔

ایک صحابیؓ کا واقعہ

یہ آیت کریمہ جو نازل ہوئی لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّین وہ اسی پس منظر میں نازل ہوئی کہ ایک صحابیؓ کے بھتیجے جو مدینہ میں کچھ تیل کی تجارت کرنے کے لئے آئے تھے اور وہ صحابی خود پہلے نصرانی تھے اللہ تعالی نے ان کو اسلام کی دولت سے مشرف فرمایا اب جب یہ بھتیجے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا تو اس وقت یہ آیت کریمہ اتری، لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّین ،دودھ کو دودھ کہنے کے لئے کسی کو زبردستی نہیں کی جاتی ہے دودھ تو ہر ایک کو دودھ ہی نظر آتا ہے دودھ ہر حال میں دودھ ہی ہے اسے منوانے کے لئے کسی کو زبردستی نہیں کی جائے گی۔

اگر کوئی دودھ کو دودھ نہیں مانتا ہے یا اس کو زہر کہتا ہے یہ اس کی بے وقوفی ہے آپ کتنا ہی سمجھایئے، نہ ماننے والے کے لئے زبردستی بھی کوئی کام نہیں کرتی ہے، قرآن نے وجہ بھی ذکر فرمائی کہ، قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف ہو گیا۔ حضرت تھانویؒ نے اس کا مرادی مطلب کسی مجلس میں ذکر فرمایا تھا، قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَی ، کا ترجمہ تو الگ ہوتا ہے، لیکن اس کا مرادی مطلب یہ ہوتا ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف ہو گیا اب کسی کو زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں۔

بحرین والوں کے ساتھ صلح

آپ ﷺ نے بحرین کے نصاری کے (Christian) کے ساتھ مصالحت فرمائی، صلح فرمائی اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام زبردستی کرنا نہیں چاہتا، حضور ﷺ چاہتے تو ان لوگوں کے ساتھ صلح کیوں فرماتے؟ اگر حضور ﷺ اسلام کو جبر واکراہ اور زبردستی کے بل بوتے پر ہی قبول کروانا چاہتے تو بحرین والوں کے ساتھ صلح نہ فرماتے یہ ایک نہیں بلکہ کئی کئی واقعات اس طرح کے اسلامی تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔ جن سے سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام نے کسی بھی موڑ پر زبردستی نہیں کی بلکہ ہمیں ایسی تو تاریخ ملتی ہے کہ اسلام نے غیروں کا ساتھ دیا، اپنے دشمنوں کا ساتھ دیا لیکن کہیں یہ نہیں ملتا ہے کہ اسلام نے اپنے قبول کروانے کے لئے زبردستی کی ہو۔

اہل خیبر کی آپ ﷺ سے درخواست

خیبر تو فتح ہو گیا تھا اور یہ تاریخ بھی ہمیں معلوم ہونی چاہئیے کہ خیبر پر جب اسلامی لشکر نے حملہ کیا اور اسلامی لشکر جیت گیا تھا اور ساری زمین مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھی تو خیبر کے لوگوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ آپ لوگوں کو کھیتی کا زیادہ تجربہ نہیں ہے، تم لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے ہو، اور ہم لوگ برسوں سے کھیتی کرتے آئے ہیں اسلئے ایسا ہو کہ زمین آپ کی رہے گی اور ہم لوگ اس میں کھیتی کریں گے اور اس میں ہم طے کر دیتے ہیں کہ جتنا زمین میں سے نکلے گا اتنا حصہ تمہارا اور محنت کے بدلہ میں ہم کو کچھ دیدیا کرنا، اور یہ بھی اللہ تعالی کی

طرف سے ایک نظام تھا بعد میں آنے والے ان لوگوں کے لئے جو خود سے کھیتی کرنا نہ چاہتے ہوں اور اپنی زمین بٹائی پر دینا چاہتے ہوں ان کے لئے اس میں سہولت ہے۔ بٹائی کی زمین یعنی کہ کھیتی میری ہے میں کھیتی کو جوتنے کے لئے اور اس میں فصل کرنے کے لئے کسی شخص کو ایک مخصوص حصہ طے کر کے دیتا ہوں اور مخصوص حصہ طے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جتنی بھی فصل اس میں سے نکلے گی اس میں سے تہائی تمہارا، اور دو حصے میرے یا آدھا میرا اور آدھا تمہارا۔

اور اس طرح کرنے میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ مصالحت فرمالی اور آج کل اس ملک میں بھی عالمی لیول پر جو یہ آواز اٹھائی جارہی ہے اسلام زبردستی اپنے آپ کو قبول کروانا چاہتا ہے یہ مذکورہ دلائل صاف دلالت کرتے ہیں کہ اگر زبردستی حضور اکرم ﷺ کو اسلام پھیلانا ہوتا تو آپ ﷺ ان سب لوگوں سے مصالحت نہ فرماتے اور نہ خیبر والوں کے ساتھ آپ ﷺ مصالحت فرماتے اور ایسے تو اسلامی تاریخ میں کئی ایک واقعات ملتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مصالحت فرمائی ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی اور بھی بہت سے مواقع ہیں حضور ﷺ نے بحرین والوں کے ساتھ مصالحت فرمائی تھی اور ان پر حضرت علاء ابن حضرمی ؓ کو گورنر بنا کر مقرر فرمایا تھا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو مال لینے کے لئے بھیجا ٹیکس کا مال تھا جس کو ہم جزیہ کے نام سے سن رہے ہیں اور اس کو یاد بھی رکھیں ایسا نہیں کہ ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے چھوڑ دیا۔

اس وقت مسلمانوں کے حالات اتنے سازگار نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کے کچھ

حالات بنے بھی تھے تو وہ غزوہ خیبر کی فتوحات کے بعد، جسکی بشارت اللہ تعالی نے پہلے ہی دی تھی کہ، نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِين. ابوداؤد کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے بعد اللہ تعالی نے اتنی فتوحات نصیب فرمائی کہ ایک ایک صحابیؓ کو چالیس چالیس ہزار درہم حصہ میں آئے اس زمانہ کے اعتبار سے یہ کوئی معمولی رقم نہیں تھی اور اس کے بعد مسلمانوں پر اچھے حالات شروع ہوئے اس سے پہلے بیت المال میں جو بھی مال مالِ غنیمت کی شکل میں یا ٹیکس کی شکل میں آتا تھا صحابہ کرام بے چارے ضرورت کی وجہ سے کچھ امید رکھتے تھے۔

ابوعبیدہؓ کے آتے ہی صحابہ کرام خوش ہو گئے

انصار نے مدینہ میں جب یہ سنا کہ حضور اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے کلکٹر نے جن کو بحرین سے جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ جزیہ لیکر آئے ہیں تو تمام صحابہ کرامؓ خوش ہو گئے انہوں نے سوچا کہ ہماری غربت کو مدنظر رکھ کر ہم کو بھی کچھ دیا جائیگا اور ہمارا بھی اس میں حصہ رکھا جائیگا صحابہ کرامؓ نے فجر کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگے، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ میرے صحابہ شاید اس امید پر بیٹھے ہیں کہ انہیں بھی آنے والے جزیہ کے مال میں سے کچھ دیا جائیگا۔ تو حضور ﷺ جیسے مربی اکمل اور آپ ﷺ جیسے معلم کامل مرشد اعظم انہوں نے فورا بھانپ لیا کہ صحابہ کرامؓ میری طرف دیکھ کر کیا کہنا چاہتے ہیں اور اس وقت ان کا کیا منشا ہے۔

آپ ﷺ کا جواب

توحضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں یہ بات پتہ چل گئی کہ ابوعبیدہ بحرین سے جزیہ لے کر آئے ہیں مجھے یہ سب سمجھ میں آرہا ہے صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ بالکل آپ کی بات صحیح ہے آپ نے ہمارے بارے میں جو سوچا وہ صحیح ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: **فَابشِرُوا**: خوش ہوجاؤ خوش ہوجاؤ، کہ میں تم کو نا امید نہیں کرنا چاہتا اور میں تمہیں خوش کرنے والی چیز کا تذکرہ تمہارے پاس کروں گا اور میں تمہاری ضروریات کو پورا کروں گا تمہیں اطمینان ہوجائیگا۔

آپ ﷺ کامیاب استاذ بھی تھے

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو سمجھتے تھے جیسے شاگرد استاذ کو سمجھتا ہے اور استاذ شاگرد کو سمجھتا ہے کامیاب استاذ اسی کو کہا جاتا ہے جو اپنے طالبعلم کے چہرے سے سمجھ لے کہ اس کی سمجھ میں بات آرہی ہے یا نہیں یہ کچھ پوچھنا چاہ رہا ہے یا کچھ بولنا چاہ رہا ہے کامیاب استاذ وہی ہوتا ہے ہمارے یہاں اسلامی نظام میں استاذیت اور شاگردیت کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ وہ کچھ منٹ، یا کچھ گھنٹے کے لئے لیکچر دے، اور چلا جائے استاذ کو نہ شاگرد سے کچھ پڑی ہے اور نہ شاگرد کو استاذ سے کچھ پڑی ہے وہ تو دل کا تعلق دل سے ہوتا ہے استاذ اپنے شاگرد کے چہرے سے بھانپ لیتا ہے کہ میرا شاگرد کیا کہنا چاہتا ہے۔

آپ ﷺ کی رزق کے بارے میں پیشین گوئی

لیکن آگے تربیت فرمائی کہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا اور دیکھو آپ ﷺ قسم بہت کم کھایا کرتے تھے جہاں بہت ضروری ہوتا تھا وہیں قسم کھاتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مَا الْفَقْرُ اَخشٰی عَلَیْکُمْ کہ میرے صحابہ مجھے تمہارے بارے میں کوئی خطرہ نہیں ہے کہ تم پر فقیری آئیگی اور صحابہ کے واسطے سے قیامت تک آنے والی امت کو خطاب فرمایا ہے کہ مجھے میری امت کے بارے میں اطمینان ہے کہ میری امت کو ضروریات کے مطابق روزی ملے گی میری امت لوگوں کے سامنے دست نگر بن کر نہیں رہے گی اور دیکھو پورے کا لفظ فرمایا سہولت کا نہیں ضرورت الگ ہے سہولت الگ ہے اللہ تعالی نے ہماری ضرورت اور حاجت پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے راحت پورا کرنے کا ذمہ نہیں لیا ہے۔

ورنہ آپ کہو گے کہ ہمارے پاس کہاں موٹر گاڑیاں ہیں اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ضرورت فرمایا راحت نہیں۔اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مَا الْفَقْرُ اَخشٰی عَلَیْکُم مجھے اطمینان ہے کہ میری امت پر اتنا زیادہ فقر و فاقہ نہیں آئیگا مجھے تو ڈر دنیا کی کثرت کا ہے خطرہ تو مجھے اس بات کا ہے کہ میری امت پر دنیا پانی کی طرح بہادی جائیگی اور میری امت اس کو ہضم نہیں کر سکے گی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَخشٰی عَلَیْکُم لَاَنْ یَبْسُطَ الدُّنیَا عَلَیْکُم کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کہ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ تم پر اور تمہارے بعد آنے والی اسلامی امت پر دنیا ریل پیل کی بہہ جائیگی اسی لئے اگر فیصد کے اعتبار سے دیکھا

جائے تو مسلمان اتنے زیادہ غریب نہیں ہیں۔لندن والو! تم بھی بہت مالدار ہو،لیکن اگر تم افریقہ میں چلے جاؤ تو وہاں مالدار ہونے کا مطلب مسلمان ہونا ہے،کوئی مالدار دکھا تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں (الا ماشاء اللہ) اور اگر مسلمان غریب بھی ہیں تو یہ مسلمانوں کی اپنے ہاتھ کی بات ہے اور پھر دوسری قومیں بھی غریب ہیں۔

اگر ایک آدمی اپنے ہاتھ سے ہی اپنے سر پر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے سر میں درد ہے تو اسکی شکایت بے جا ہے ہم لوگ جو غریبی کا رونا روتے ہیں یہ خود اپنی ہی طرف سے ہے اور اگر غریبی ہے تو یہ اللہ تعالی کا نظام ہے اس نے ایک نظام تو جاری فرمایا ہے کہ، وَهُوَ الَّذِی جَعَلَكُم خَلآئِفَ الارْضِ وَرَفَعَ بَعضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ ،ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ،وَرَفَعنَا بَعْضَكُم فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ، تو فقرو فاقہ جو ہمارے ذہن کے اندر ہے کہ مسلمان غریب ہیں تو اتنے بھی نہیں ہیں جتنا کہ انٹرنیشنل لیول پر اس کی ایڈوٹائس کی جاتی ہے اللہ تعالی ہم سب کو کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

آج تراویح میں جو آخری رکوع پڑھا گیا اس میں اللہ تعالی نے اسی عقیدہ کو سمجھایا کہ، اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ، مرد نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی تو خدا تعالی اسی وقت سے جانتا ہے کہ اس منی کے قطرہ کے ذریعہ کیا پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی؟ اللہ تعالی ہی اس کو جانتے ہیں قرآن مجید کی روشنی میں ہمارا یہ چیلنج ہے ابھی بھی ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جس وقت بچہ کا بیج ماں کے پیٹ میں بویا گیا کوئی امریکہ کوئی آسٹریلیا کوئی برطانیہ ذرا یہ بتلا دے پہلے ہی دن، یا پہلے ہی مہینہ میں اس نطفہ میں کیا ہے؟ لڑکا ہے یا لڑکی ہے قرآن ان کے سامنے چیلنج کر رہا ہے کہ تم نہیں بتلا سکتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے

الحمدللہ رب العالمین و الصلو ۃ و السلام علی رسو لہ الکریم
امابعد، قال اللہ تعا لی فی القراٰن المجید و الفرقا ن ا لحمید،فاعو ذ بالله من الشیطا ن الر جیم ،بسم الله الرحمن الرحیم، اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحا مُ وَمَا تَزْدَادُ ،و کُلُّ شَیءٍ عِندَہٗ بِمِقْدَارِ، عَالِمِ الغَیبِ وَالشَّھَادَةِ الکَبِیرُ المُتَعَالِ.
صد ق اللہ مو لناالعظیم:۔

محترم بھائیو۔ بزرگو۔اوردوستو!!

اللہ رب العزت علیم ہے خبیر ہے دنیا کا کوئی پتہ بھی اگر ہلتا ہے ساتوں زمین کے نیچے اگرکوئی چیونٹی بھی رینگتی ہے اسکی آہٹ کواور اسکی آواز کو بھی اللہ تعالی سنتے ہیں ساتوں زمین اورساتوں آسمان میں کوئی کیس ایسانہیں ہوتا جو خدا کے علم سے با ہر ہو اس نے فرمایا،وَیَعْلَمُ مَا فِی البَرِّ وَالبَحْرِ ، میں ان تمام چیزوں کو جانتا ہوں جو خشکی اورسمندر میں ہوتی ہیں۔ بلکہ اپنے علم کے محیط ہونے کو بتانے کیلئے اوراپنے علم کے عام ہونے کو بتانے کیلئے ایک عمومی انداز میں اس نے سمجھایا کہ، وَمَا تَسقُطُ مِن

وَرَقَةٍ اِلَّا یَعلَمُھَا کہ ایک پتہ بھی اگر گرنے والا ہوتا ہے تو خدا اس کو جانتا ہے وَلَا حَبَّۃٍ فِی ظُلُمٰتِ الاَ رضِ زمین کی تاریکیوں میں اگر کوئی بیج بویا جاتا ہے تو اس بیج میں سے پودا نکلے گا نکل کر کتنے پتے ہونگے یا نہیں نکلے گا، یا اس کے پکنے کے بعد کوئی سیلاب آجائیگا یا آگ آکر اس کو ختم کر دیگی ان ساری چیزوں کو اللہ تعالی جانتے ہیں ازل سے لیکر ابد تک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو کہ اللہ تعالی نہ جانتے ہوں اور جو خدا تعالی کے علم سے باہر ہو۔

ہماری غفلت کی وجہ

مجھے اصل میں اس وقت یہ بتانا ہے کہ میری اور آپ کی زندگی جو غفلت میں گزر رہی ہے اور جو منٹ منٹ اور سکنڈ سکنڈ پر ہم خدا تعالی کی نافرمانی کرتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس حقیقت کو بھلا دیا ہے کہ ہمارے ایک ایک قدم کو اللہ تعالی دیکھ رہا ہے ہماری ایک ایک بات کو حق تعالی شانہ جانتے ہیں اس کو سنتے ہیں اور جیسے بھی اس کے پاس ٹیپ ریکارڈ ہو، اس کو اسمیں منضبط کیا جاتا ہے اس کا صاف اعلان ہے ،مَا یَلْفِظُ مِن قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ:

ہوا میں اللہ تعالی کی قدرت

اور اب تو سائنس نے بھی اس حقیقت کو آسان کر کے سمجھا دیا سائنس آواز کی کھوج میں ہے وہ ایک آواز کی تلاش میں ہے، اور اس کی مکمل کوشش یہ ہے کہ آسمان میں پیدا ہونے والے جھونکے کے اندر کوئی نہ کوئی آواز سب سے بڑے سائنس داں جناب نبی اکرم ﷺ کی آواز ہے وہ مل جائے ، یا یہ کہ فون (Reciver) کے ذریعہ

گھروں میں آواز پہونچتی ہے تو یہ آواز کون پہنچاتا ہے؟ یہ آواز ہوا کی لہریں پہنچاتی ہیں ہم فون پر بات کرتے ہیں اور سامنے والا کوئی انڈیا میں ہوتا ہے اور کوئی پاکستان میں ہوتا ہے کوئی امریکہ میں ہوتا ہے اور وہاں جو آواز پہونچتی ہے یہ ہوا کے ذریعہ پہونچتی ہے۔ سیٹ لائٹ تو بہت بعد کی چیز ہے لیکن سیٹلائٹ کا کنکشن بھی ہوا کے ساتھ ہی ہوتا ہے اسی لئے آپ ایک کمرہ کو چاروں طرف سے بند کردیجئے اور ہوا کی لہریں اس میں نہ آتی ہوں تو اس کا نیٹ ورک (Reception) نہیں پکڑتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ہوا نہ ملنے کی وجہ سے سیٹ لائٹ کے ساتھ اس کا کنکشن نہیں ملتا ہے۔ بلکہ آپ موبائل کو بھی بند کمرے میں رکھدیں جہاں ہوا نہ آتی ہو تو وہاں بھی موبائل ٹاور نہیں پکڑتا، اور اس کی وجہ بھی یہی ہوا کا نہ ملنا ہے اللہ تعالی نے ہوا کے اندر وہ طاقت پیدا کررکھی ہے کہ انسان کے منہ سے جو بھی چیز نکلتی ہے ہوا اس کو کیچ کرتی ہے۔

فون والوں کی کمائی صرف ملائی

اسی لئے ریسرچ کرنے والوں نے لکھا ہے کہ ٹیلی فون موبائیل والوں کی کمائی ایک سال کے بعد خالص ملائی کی کمائی ہوتی ہے جتنا بھی خرچ ہوا ہے وہ ایک سال میں اسکو حاصل کرلیتے ہیں باقی اسکے بعد اسکا کوئی خرچ نہیں ہوتا، یہ تو کبھی کبھی ہم لوگوں کو سوچنا پڑتا ہے کہ بھائی کیا بات ہے کہ پانچ پاؤنڈ میں دوسو منٹ کی بات فری؟ انٹرنیٹ پر ساڑھے تین روپیہ میں ایک منٹ انڈیا سے بات ہوجاتی ہے کبھی کوئی سات منٹ بات کرواتا ہے بعض کمپنیاں بیس روپیہ میں بات کروادیتی ہیں آدمی کا دماغ کام نہیں کرتا ہے کہ اتنا آسان اور اتنا سستا کیسے ہوگیا، ریسرچ کرنے والوں

نے پھراس حقیقت کوسمجھایا کہ یہ جتنی بھی کمپنیاں ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ خرچ سیٹ لائٹ کے بھیجنے کا اور اسکے ساتھ کنکشن کرنے کا ہے اور وہ جتنا بھی ان کا خرچ تھا انہوں نے حاصل کیا ہے اس کے بعد تو پھر فری ہی فری، اس لئے کہ فون کی باتیں ہوا کے ذریعہ پہنچتی ہیں اور ہوا کا ٹیکس تو کسی کو ادا کرنا نہیں پڑتا ہے اللہ تعالی نے ساری چیزیں انسان کے تابع کر دی ہیں۔

اس لئے جب بھی کوئی کمپنی موبائل یا فون کی شروع میں آتی ہے تو ہم کو معلوم ہے کہ وہ ذرا مہنگی ہوتی ہے ہندوستان میں جب موبائل آیا تو فون آنے کا بھی چارج لگتا تھا 20 20 روپیہ 25 25 روپیہ لگتا تھا اور آؤٹ گوئنگ کا تو چارج لگتا ہی تھا مجھے اصل بات یہ سمجھانی ہے کہ اللہ تعالی نے ہوا کے اندر ایسی طاقت پیدا فرمائی ہے کہ وہ ہوا انسان کے منہ سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کو اور ایک ایک لفظ کو اخذ کرتی ہے اور اس کو محفوظ کرتی ہے ہم جو بولتے ہیں اس کو ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کیا جاتا ہے یہ کس کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے؟ ہوا اس کو پہنچاتی ہے، وہ معمولی سی پٹی ہوتی ہے اگر اسے پھیلایا جائے تو زیادہ لمبی نہ پھیلے، لیکن ایک سی ڈی کے اندر ایک ہارڈسک کے اندر کئی کئی تقاریر اور کئی کئی لمبے بیانات محفوظ کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالی کے یہاں ہر لفظ محفوظ ہے

اللہ رب العزت کے یہاں بھی میرے دوستو ہمارا کوئی جملہ ایسا نہیں جس کو محفوظ نہ کیا جاتا ہو، ایک ایک جملہ محفوظ کیا جاتا ہے اسی لئے قرآن مجید نے ہمیں سکھایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی انسان کے منہ کو تالا لگا دیں گے اور پھر یہ چمڑی بولیگی

یہ انگلی بولے گی یہ پیر گناہوں کا اقرار کریں گے انسان کی آنکھیں بولیں گی اور انسان بہت زیادہ قلق اور افسوس کے ساتھ اور بہت زیادہ تعجب کے ساتھ اپنی چمڑی سے بولے گا، وَقَالُوا لِجُلُودِهِم لِمَ شَهِدتُّم عَلَيْنَا ،لوگ اپنی چمڑی سے پوچھیں گے کہ تم ہمارے خلاف گواہی کیسے دے رہے ہو؟ تمہارے اندر ہمارے خلاف بولنے کی طاقت کیسے آگئی؟ تو وہ چمڑیاں کہیں گی، اَنطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِی انطَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ خَلَقَکُم اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرجَعُونَ: کہ آج بولنے کی طاقت ہم کو اللہ تعالی نے ہی دی ہے۔

اعضاء کا انسان کو جواب

مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی چمڑی کہے گی کہ ہمیں بولنے کی طاقت اسی ذات نے دی ہے جس نے ہر چیز کو بولتا کر دیا ہم سمجھتے کیا ہیں؟ ہم غفلت میں مبتلاء ہیں چمڑی قیامت کے دن کہے گی کہ جس اللہ نے کنکر میں بولنے کی طاقت پیدا کی جس اللہ نے درخت کے پتوں کے اندر بولنے کی طاقت پیدا کی، کیا جب درخت ہلتے ہیں تو آواز نکلتی ہے کہ نہیں نکلتی ہے (نکلتی ہے) جب ہوا چلتی ہے تو آواز نکلتی ہے یہی ان کی زبان ہے جو اللہ مینڈک سے بلوا سکتا ہے اور جو اللہ چڑیا سے بلوا سکتا ہے اسی اللہ تعالی نے ہماری اس چمڑی کے اندر بھی طاقت پیدا فرما دی ،اور ایک جگہ ارشاد ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِم اَلْسِنَتُهُم وَاَیْدِیهِم وَاَرْجُلُهُم بِمَا کَانُوا یَعْمَلُونَ: کہ قیامت کے دن انسان کی زبان بولے گی اور انسان کے ہاتھ اور پیر اسکے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

انسان غلط فہمی میں مبتلاء نہ ہو

انسان یہ نہ سمجھے کہ میں نے کوئی گناہ یا کوئی نافرمانی کی تو اب اس کو میں اکیلا ہی جانتا ہوں میرے علاوہ دوسرا کوئی بھی نہیں جانتا، اور میں نے کرلیا ہوگئی بات، نہیں میرے بھائیو، یہ ہمارے تمام اعضاء قیامت کے دن گواہی دیں گے اللہ تعالی کے یہاں پوری بات محفوظ ہے خدا تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے اللہ تعالی نے خود ارشاد فرمایا کہ، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ اس نے ہر چیز کو اپنے علم کے ذریعہ محیط کرلیا ہے ہر چیز کا اس نے احاطہ کرلیا ہے۔

جدید دور نے ہمیں سمجھا دیا ہے

ہم ذرا دنیا کے اندر دیکھیں۔ اور دیکھو جتنا زمانہ ٹکنالوجی کی طرف آگے بڑھتا جارہا ہے اتنا ہمارے لئے آخرت کو سمجھنا آسان ہوگیا ہے آپ ایئر پوٹ پر اتریں اور ذرا بورڈ کے بٹن کو کلک کریں برسوں کے برسوں کا ریکارڈ اس کے اوپر آجائے گا جب ایک مخلوق کے ہاتھ سے بنایا ہوا کمپیوٹر برسہا برس اور پوری دنیا کا ریکارڈ اپنے اندر محفوظ کرلیتا ہے تو کیا اللہ رب العزت احکم الحاکمین کے پاس اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ ازل سے لیکر ابد تک آنے والے تمام انسانوں کے اعمال کو محفوظ کرسکے اس کا صاف اعلان ہے آج تراویح میں جو آخری رکوع پڑھا گیا اس میں اللہ تعالی نے اسی عقیدہ کو سمجھایا: کہ، اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ. مرد نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی تو خدا تعالی اسی وقت سے جانتا ہے کہ اس منی کے قطرہ کے ذریعہ کیا پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی؟ اللہ تعالی اس کو بھی جانتے ہیں قرآن مجید کی

روشنی میں ہمارا یہ چیلنج ہے ابھی بھی ہم چیلنج کرتے ہیں کہ پہلے ہی دن، یا پہلے ہی مہینہ میں جب بچہ کا بیج ماں کے پیٹ میں بویا گیا کوئی امریکہ کوئی آسٹریلیا کوئی برطانیہ ذرا یہ بتلادے کہ اس نطفہ میں کیا ہے؟ لڑکا ہے یا لڑکی ہے قرآن ان کے سامنے چیلنج کررہا ہے کہ تم نہیں بتلا سکتے۔

پانچ چیزوں کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

قرآن پاک نے پانچ ایسی حقیقتیں بیان کی ہیں کہ ان پانچ حقیقتوں کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے جبرئیل امینؑ کے سامنے صاف جواب دیدیا تھا کہ مجھے بھی اس کا علم نہیں ہے اور ایسی پانچ چیزیں ہیں کہ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ خَمْسُ مُغِیْبَاتٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ، قیامت کا علم صرف اور صرف اللہ تعالی کو ہی ہے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ قیامت نزدیک ہے، قیامت نزدیک ہے ابھی تو قیامت دور ہے دنیا کو بہت سے فتنوں کا مقابلہ کرنا ہے اور دوسرے نمبر پر بارش کا علم، اور مادر رحم میں کیا ہے انسان کل کیا کرے گا اور انسان کہاں مرے گا ان تمام باتوں کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

علاماتِ قیامت تین طرح کی ہیں

قیامت کی علامتوں کی تین قسمیں ہیں بعض علامتیں وہ ہیں جو گزر گئی ہیں ختم ہوگئیں بعض علامتیں وہ ہیں جن سے ہم گزر رہے ہیں یعنی جو چل رہی ہیں اور بعض علامتیں وہ ہیں جنکا آنا ابھی باقی ہے وہ بڑی علامتیں یہ ہیں اور ان بڑی علامتوں سے اللہ تعالی ہماری اور ہمارے ایمانی بھائیوں کی حفاظت فرمائے امین۔ لیکن قیامت کب

واقع ہوگی ؟ اور کب آئیگی ؟ کیسے آئیگی ؟ کس دن آئیگی ؟ اسکا کسی کو علم نہیں ہے وہ تو کچھ قرائن سے بتایا گیا ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا نسائی شریف میں جمعہ کا بیان ذکر کرتے ہوئے امام نسائیؒ نے جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل رشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کو صبح میں تمام جانور زور زور سے چلاتے ہیں۔

اور وہ اس لئے کہ جانوروں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے انہیں خطرہ رہتا ہے کہ کہیں آج وہ جمعہ تو نہیں ہے جس جمعہ کو قیامت واقع ہوگی وہ چوکنا ہیں، اور یہ انسان غفلت میں ہے دیکھو جانور تک کو خطرہ رہتا ہے جانور بھی اس کے لئے بیدار رہتا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ آج قیامت قائم ہو جائے اور انسان اس حقیقت کو بھول چکا ہے کہ میرے ہر عمل کو میرے ہر قول کو اور میری ہر بات کو اللہ تبارک وتعالی جانتے ہیں کہ ارشاد فرمایا کہ ،وَاِنَّ عَلَیْکُم لَحَافِظِین کِرَا مًا کَا تِبِیْنَ یَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ایک ایک بات وہ لکھتے ہیں اور ایک ایک بات کا ریکارڈ اللہ تبارک وتعالی کے پاس لیجاتے ہیں جیسا کہ آپ بار ہا سنتے ہیں۔

اللہ تعالی کی شان رحیمی

میرے دوستو، اللہ تعالی کتنا مہربان ہے اور اسکی شان رحیمی کس قدر وسیع ہے حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے سیدھے طرف بھی ایک فرشتہ ہے اور بائیں طرف بھی ایک فرشتہ ہے جب آدمی کوئی نیک کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ فوراً اس کو لکھتا ہے اور جب آدمی کوئی گناہ کا کام کرتا ہے بائیں طرف والا فرشتہ لکھنے کیلئے قلم اٹھاتا ہے تو دائیں طرف والا کہتا ہے کہ (stop) ابھی رک جاؤ مت لکھو تیری محنت

بیکار جائیگی اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ بندہ جس کا گناہ تو ابھی لکھ رہا ہے اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے اور وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالی تجھے حکم دیدیں گے کہ تو ریکارڈ میں سے گناہ کو مٹا دے، ذرا تھوڑا رک جا اللہ رب العزت کتنا فضل فرماتے ہیں کہ نیکی کو فوراً لکھ دیا جاتا ہے یہ اللہ تعالی کی شان رحیمی ہے۔

اللہ تعالی حمل کو بھی جانتا ہے

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ، **اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى** ہر وہ عورت جو حاملہ (Pregnency) ہوتی ہے اس کے یہاں کیا جنم لینے والا ہے اور پیٹ میں کیا پل رہا ہے اللہ تعالی ہی اس کو جانتے ہیں ،**وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ** اور خدا تعالی کو اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ کس کا حمل گر جائے گا کسی کا چھ مہینہ میں کسی کا سات مہینہ میں حمل ساقط ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کو اس کا بھی علم ہوتا ہے۔

وَمَا تَزْدَادُ ؛اور اللہ تعالی کو یہ بھی معلوم ہے کہ دو بچے (Twince) پیدا ہونے والے ہیں یا پھر کتنے پیدا ہونے والے ہیں اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم ہے انسان تو یہ سمجھتا ہے کہ ایک بیج میں نے بویا لیکن جیسے کہ انسان دنیا میں ایک بیج بوتا ہے، اور اسکے ذریعہ کئی سو بیج اور دانے نکلتے ہیں ایسے ہی حق تعالی شانہ بھی کبھی انسان کے ایک بیج کے ذریعہ کئی کئی بچہ پیدا فرما دیتے ہیں اللہ تعالی اس بات کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کو سمجھتے ہیں۔

اولاد کی پیدائش کیلئے مؤثر نسخہ اور واقعہ

بروڈہ میں ہمارے ایک دوست تھے اس کی شادی (marrige) کو آٹھ سال (years) ہو گئے تھے اور ان کو کوئی اولاد ہی نہیں تھی اٹھارہ سال تک ان کو کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان کو قرآن مجید کی ایک آیت بتلائی گئی آپ کو بھی بتلا دیتا ہوں اگر کسی کو اولاد نہ ہو تو اس آیت کا ورد کریں ہر ایک کو اولاد کی تمنا اور خواہش ہوتی ہے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسکے یہاں نیک اولاد پیدا ہو، لوگ اس کے لئے دعائیں کرواتے ہیں بہر حال قرآن پاک نے ایک نبی کی زبانی یہ دعا سکھلائی آدمی کو یہ دعا کرنی چاہئیے اور وہ دعا یہ ہے کہ، رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآء بہت مختصر مگر بڑی جامع دعا ہے۔

ایک نبی کے یہاں اولاد ہی نہیں ہو رہی تھی، کئی برس گزر گئے انہوں نے محراب میں کھڑے ہو کر یہ دعا کی اللہ تعالی نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ بچہ بھی وقت کا نبی ہوا انہوں نے یہی دعا فرمائی تھی کہ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآء ، اے اللہ ہمیں نیک اولاد نصیب فرمائیے آج ہم لوگ تو صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اولاد نصیب فرما، یہ دعا مانگنی چاہئیے کہ اے اللہ ہمیں نیک اور صالح اولاد نصیب فرمایئے نبی نے ہمیں دعا کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور وہ نبی کی دعا قرآن پاک کو اتنی پسند آئی اتنی پسند آئی کہ قیامت تک قرآن مجید میں اس کو جگہ مل گئی۔ اب ہمارے اس دوست نے وہ دعا پڑھنی شروع کی اللہ تعالی نے اس کو ایک ساتھ تین بچے عطا فرما دیئے اور اس ترتیب سے

اس کا فیصد بھی برابر ہو گیا کہ آٹھ سال میں تین بچے برابر ہیں تو اللہ تعالی جب دینے پر آتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے اور یہ بات زیادہ قابل تعجب ہے کہ ان تین بچوں میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے یہاں دودھ کا انتظام پورے طور پر ہو رہا ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالی نے کمزوری کے باوجود میری بیوی کو اتنا دودھ دیا ہے کہ تینوں بچے سیر ہو کر پی لیتے ہیں اور اب تو وہ بچے بڑے بڑے بھی ہو گئے اور اسکول و مدرسہ میں جانے بھی لگ گئے۔

ہمیں ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے

اللہ تعالی کی شان کریمی کا یہی حال ہے میرے بھائیو، ایک بات اور ذہن میں بٹھا لیجئے کہ ہمیں ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا کوئی کام وقت پر نہیں ہوتا ہے تو ہم اس سے ناامید ہو جاتے ہیں لیکن جو ہمیں نہیں مل پایا ہے ہمارے لئے اسی میں فائدہ ہوتا ہے دیکھئے نبی کی دعا بھی قبول ہونے میں دیر لگی ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ظہر میں دعا کی اور عصر میں اس کا رزلٹ مانگتے ہیں ہم تو بہت جلد بازی کرتے ہیں قرآن کا صاف اعلان ہے: **عَسٰی اَنْ تُحِبُّوا شَیْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَکُمْ**، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، اور وہ چیز تمہارے حق میں بہتر نہ ہو، اور اس کو اللہ تعالی جانتے ہیں کہ وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ اس لئے وہ چیز عطا نہیں ہوتی، اسی لئے یہ اعلان کر دیا کہ، **وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**، کبھی کبھی ہماری تمنا ہوتی ہے کہ فلاں چیز ہونی چاہئے، ہمیں اس میں فائدے نظر آتے ہیں لیکن اس میں ہمارے لئے نقصان ہوتا ہے اللہ تعالی وہ کام نہیں

ہونے دیتا، اور بندہ یہ اعلان کرتا پھرتا ہے کہ اللہ نے میری دعا قبول نہیں کی، نعوذ باللہ، حالانکہ اس میں خود بندہ کا نقصان ہوتا ہے اور وہ چیز نہ ملنے میں بندہ کا فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے کبھی اللہ تعالی انسان کو اولاد اسی لئے نہیں دیتے ہیں کہ اللہ جانتے ہیں کہ اولاد کی صحیح تربیت کر پائے گا یا نہیں کر پائے گا، یا اس کو اولاد مہنگی پڑ یگی، ہر کام میں اللہ تعالی کی مصلحت ہوتی ہے جتنا ایک ماں کو اپنے بیٹے سے محبت ہوتی ہے اس سے کئی زیادہ اللہ تعالی اپنے بندہ سے محبت کرتے ہیں خدا تعالی اپنے بندوں کے لئے جو فیصلہ کرتے ہیں وہ بالکل صحیح فیصلہ ہوتا ہے۔

نبیوں کی دعا قبول ہونے میں بھی دیر لگی

دنیا میں انسان کو یوں لگتا ہے کہ میرے حالات ایسے کیوں ہو رہے ہیں حضرت موسی و ہارونؑ نے بھی فرعون کے مغلوب ہونے کے لئے بد دعا کی تھی وہ دعا جلدی قبول نہیں ہوئی، اس کا بھی ایک وقت مقرر ہوتا ہے ہم لوگ جلد باز بن گئے، چار دن میں دعا قبول نہیں ہوئی تو ناامید ہو جاتے ہیں ایک عورت مجھے بھارت میں ملی وہ کہنے لگی کہ میں تو اللہ تعالی سے ناراض ہوں (نعوذ باللہ) میں نے کہا کہ کیوں؟ کہا کہ میں تین سال سے دعا کر رہی ہوں کہ میری بچیوں کا رشتہ ہو جائے اللہ تعالی سنتا ہی نہیں ہے تو میں بھی اس سے ناراض ہوں، اب یہ حال تو ہمارا ہے، ہم جلد بازی کرتے ہیں حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تک دعوت دی تھی انہوں نے کیسا صبر کیا ہو گا، ہم اپنے بچے کو دو چار دن سمجھانے کے بعد تھک جاتے ہیں ہم اپنے سماج میں کسی کو نماز کی دعوت چار پانچ بار دینے کے بعد تھک جاتے ہیں کہ بھائی جانے دو،

وہ نماز کو نہیں آتا ہے۔ یہ نظریہ غلط ہے حضرت نوح ؑ نے نو سو پچاس سال تک دعوت دی اس کے باوجود وہ تھکے نہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالی کی طرف سے جو فیصلہ آنا تھا وہ آیا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں کبھی بھی اللہ تعالی سے ناراض نہیں ہونا چاہئے، کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ،: ہر چیز کو اللہ تعالی نے ایک خاص مقدار کے ساتھ پیدا کیا ہے۔قرآن پاک کی آیت کا ایک جزو ہے،وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّاعِنْدَ نَاخَزَا ئِنُہٗ ،اس بات کی طرف بھی اشارہ کرر ہا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالی کے یہاں ایک خاص مقدار کے ساتھ لکھی ہوئی ہے کہ کس کو کتنی روزی دینی چاہئیے وہ بھی اللہ تعالی کو معلوم ہے؛ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّاعِنْدَ نَا خَزَا ئِنُہ؛ ہر چیز کا خزانہ اللہ تعالی کے پاس موجود ہے۔

دو بیٹوں کے فرق میں خدا کی قدرت

ایک ساتھ ایک باپ کے دو بیٹے اسکول جاتے ہیں ایک میڈیکل میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور دوسرا ڈھور کے ڈھور رہ جاتا ہے، آپ بتائیے کہ کیا دونوں کو الگ الگ پانی پلایا جاتا ہے؟ کیا دونوں کو الگ الگ کھانا کھلایا جاتا ہے؟ نہیں بلکہ دونوں کا بیج ایک ہے، دونوں کی خوراک بھی ایک ہے اور دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے ہیں لیکن ،،وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَ آ ئِنُہٗ ،،اللہ تعالی کے یہاں ہر چیز کا علم ہے کس کو کتنا علم دینا چاہئیے اور کس کو کتنا مال دینا چاہئے کس کو کتنی صلاحیت دینی چاہئیے اور کس کو کتنی قابلیت دینی چاہئیے اللہ تعالی کو سب معلوم ہے اسی کو فرمایا کہ، وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُوم ،اللہ تعالی ہر چیز کو جانتے ہیں اور وہ ہماری مصلحت کے مطابق ہی کرتے ہیں بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ بندہ کبھی کبھی دعا کرتا ہے اے اللہ مجھے یہ

نصیب فرما مجھے یہ نصیب فرما لیکن وہ چیز اس کی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے اللہ تعالی اس کو نصیب نہیں فرماتے ہیں لیکن اس نے جو دعا کی ہے اللہ تعالی اس کی اس دعا کو رائیگاں بھی نہیں فرماتے ہیں اللہ تعالی اس کو آخرت کے لئے اپنے یہاں جمع فرما دیتے ہیں اور پھر قیامت کے دن اس کی اس دعا کا اجر و ثواب اس کو دیا جائیگا۔

اللہ ہی سے ڈریں

میرے بھائیو۔ اللہ تعالی ہر چیز کو جانتے ہیں، ایک ایک قدم ہمیں پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے آج کل ہمارا حال یہ ہے کہ بات کرتے وقت کہتے ہیں کہ ذرا آہستہ بولو، اس لئے کہ دیوار کو بھی کان ہوتے ہیں، ہم دیوار سے تو ڈرتے ہیں لیکن اللہ تعالی سے نہیں ڈرتے ہیں، کیا ہم نے کبھی سوچا کہ اللہ تعالی کے بھی کان ہیں جیسے بھی ہو، اسکے شایان شان، ہم کبھی کسی سے بات کرتے ہیں تو دائیں اور بائیں دیکھتے ہیں کہ کوئی جاسوس (Cid) ہے کہ نہیں ہے؟ اور یہ زمانہ تو اس کا ہی کا چل رہا ہے لیکن کبھی اس بندہ مومن نے یہ نہیں سوچا کہ خدا تعالی کے بھی فرشتے ہر وقت ہمارے پاس چوبیس گھنٹہ موجود ہیں۔ اور اس نے تو پہلے ہی بتا دیا کہ میں نے جاسوس بھیجے ہیں اور اس کے فرشتے دھوکہ بھی نہیں کھا سکتے، اور اس کی یہ قدرت ہے؛ اِنَّ اللّٰہَ یُمسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ بَعْدِہٖ؛ اور اس کا یہ اسٹاف ایسا ہے کہ کبھی ان کو بھوک نہیں لگتی ہے فرشتوں کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، اور نہ ان کو پینے کی ضرورت ہے وہ فرشتے ہر چیز کو اللہ تعالی کے حکم سے اپنے یہاں محفوظ کرتے ہیں یہ عقیدہ ہمیں اپنے دماغوں میں بٹھانے کی ضرورت ہے۔

غفلت مومن کیلئے موت ہے

بعض بزرگوں نے بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ جو آدمی آخرت کا انکار کرتا ہے اس کے پیچھے سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی زندگی غفلت میں گزری ہوئی ہوتی ہے ورنہ ایک عقلمند آدمی کبھی اس طرح کا فیصلہ نہیں کرسکتا اس کی عقل یہ نہیں کہہ سکتی کہ جیسی میری زندگی ہوگی گزر جائے گی اور پھر کوئی بدلہ لینے والا نہیں ہے ایسا اس کا دماغ نہیں کہہ سکتا لیکن ایک آدمی جان بوجھکر آخرت کا انکار کرتا ہے یہ سمجھ کر کہ اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی احتیاط کے ساتھ زندگی گزارنی پڑے گی وہ تو بڑی خطرناک بات ہے اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین، ایک طالبعلم جس کو پڑھنا ہی نہیں ہے وہی امتحان کا انکار کرتا ہے یعنی وہ امتحان کا تصور اپنے ذہن میں لاتا ہی نہیں، اسی طرح جس کو اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کا یقین ہی نہیں رہتا ہے وہ بھی آخرت کے تصور کو ذہن میں ہی نہیں لاتا ہے۔

اصل پیغام

ہمیں اصل یہ پیغام دینا ہے میرے بھائیو!! ہم اس بات کو اپنے قلب و دماغ میں بٹھائیں کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالی کے یہاں محفوظ ہوتا ہے اللہ تعالی برابر اس کو منضبط کرتے ہیں اور خدا تعالی ہمارے حالات سے بھی اچھی طرح واقف ہیں عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ اور آگے اس نے ایک اور مضمون کو کھولا ہے، سَوَآءٌ مِّنكُم مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ : ہمارے لئے تو دن اور رات میں کئے جانے والے

اعمال میں فرق ہے آدمی کے پاس کوئی کام آتا ہے تو وہ اس کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے کہ یہ کام رات میں کرنا ہے یا دن میں کوئی مخفی کام ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اس کام کو رات میں کریں گے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے ،اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے لئے تو دونوں برابر ہیں چھپ کر کرو ، یا کھل کر کرو ، مجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے ،ساتوں دروازے بند کر کے اگر کوئی اس میں کام کرتا ہے یا کوئی گناہ کرتا ہے خدا تعالی اس کو بھی جانتے ہیں ، وجہ اسکی یہی ہے کہ اللہ تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

مہلک بیماری سے بچنے کی دعا

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو ایک دعا بتائی ، کہ جو شخص بھی صبح فجر بعد اور اور مغرب بعد تین دفعہ یہ دعا پڑھے تو اس کو کوئی مہلک بیماری نہیں لگنے پائے گی اور وہ دعا یہ ہے۔ اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیم: یہ دعا فجر اور مغرب بعد تین تین دفعہ پڑھے نماز کے بعد، بغیر نماز کے نہیں تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائیگا۔

اثر کا دارو مدا یقین پر ہے

اور میرے بھائیو۔ اس پر ہمیں یقین بھی ہونا چاہیئے اس لئے کہ یقین بہت بڑی دوا ہے سب سے بڑی دوا یہی یقین ہے اس کو میں ایک مثال سے سمجھاؤں کہ آپ کو کسی ڈاکٹر پر یقین ہے اس پر اعتماد ہے تو آدھی بیماری اس یقین کے ذریعہ ہی ختم ہو جاتی ہے، آپ اس مریض کو کسی بھی دوسرے ڈاکٹر کے پاس لیجائیں اس کی بیماری میں

افاقہ نہیں ہوگا اگرچہ کہ دوسرے ڈاکٹر بڑی ڈگری والے ہونگے اور وہ اسکو اچھی سے اچھی دوا دینگے مگر اس کی بیماری اچھی نہیں ہوگی۔

لیکن آپ اس کو اسی ڈاکٹر کے پاس لیجائیں جس پر اس کو اعتماد حاصل ہے اگرچہ وہ ڈاکٹر کمزور ہے لیکن جیسے ہی آپ اس کے چیمبر میں داخل ہوگئے تو آپ کی آدھی بیماری وہیں پر اچھی ہوجائیگی، اور اسکی وجہ یہی یقین ہے یقین سے آدھی بیماری ختم ہوجاتی ہے تو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بتلائی ہوئی دعا کے لئے بھی یقین کی ضرورت ہے اسلئے کہ یقین سب سے بڑی طاقت ہے ارشاد باری تعالی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ : کہ یقین والوں کے لئے اس میں شفا اور رحمت ہے اور بعض حضرات نے تو مومنین کا ترجمہ یہاں پر یقین کرنے والوں سے کیا ہے میرے بھائیو۔ غیر مومنوں کو اس پر یقین ہوتا ہے اسی لئے انکو بھی اسکے ذریعہ شفاء حاصل ہوتی ہے اللہ تعالی ان کو بھی اس قرآن پاک کے ذریعہ شفاء عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک صحابیؓ کا واقعہ

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ دعا پڑھ کر روزانہ اس کا ورد شروع کیا ایک دن اتفاق سے میں اس دعا کو پڑھنا بھول گیا تو مجھ کو فالج ہوگیا فالج والا شخص حرکت نہیں کرسکتا ہے وہ بستر پر لیٹے لیٹے ہی رہتا ہے، اللہ تعالی ایسی مہلک بیماریوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔ بہر حال کچھ لوگ ان کی بیماری پر خبر پرسی کو گئے اور تعجب کے ساتھ ان کو دیکھتے رہے ان کا آدھا حصہ فالج ہوگیا

تھا انہوں نے فرمایا کہ تم مجھے تعجب سے مت دیکھو میں آج صبح آپ ﷺ کی بتائی ہوئی دعا پڑھنا بھول گیا تھا جس کے نتیجہ میں یہ بیماری مجھ کو لاحق ہو گئی ان کو کتنا یقین تھا تو ہمیں بھی یقین کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

اللہ تعالی حفاظت فرمارہے ہیں

اللہ تعالی کی طرف سے ہماری حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں آپ دیکھئے، دنیا میں اللہ تعالی کیسے ان لوگوں کی حفاظت کر رہا ہے میری باتوں کو اشاروں میں سمجھتے رہنا کہ ساری دنیا کی سیٹ لائٹ بعض لوگوں کو پکڑنے کے لئے تیار ہے ہر طرف سے ان پر کیمرے لگے ہوئے ہیں لیکن کیوں کسی بھی ملک کا کیمرہ ان لوگوں کی تصویر اور ان کو پکڑنے میں ناکام ہے؟ بات وہی ہے کہ فرشتے ہر طرف سے ان کی حفاظت کر رہے ہیں یہ تو بے وقوفی کی باتیں ہیں جو پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا کر رہا ہے کہ ہم نے ان کے جنازہ کو دیکھا اور انکی پتھری کا آپریشن ہوا تھا اس کو بھی ہم نے دیکھا ارے جب تم نے دیکھا تو پکڑا کیوں نہیں؟ جب اسکے اوپر اربوں اور کھربوں ڈالر انعام رکھا ہوا ہے اور تمہیں اتنا سب پتہ چل گیا تو تم نے انکو پکڑا کیوں نہیں۔ بات یہی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ؛مَن کَا نَ لِلّٰہِ کَا نَ اللّٰہُ لَہٗ؛ جو انسان اللہ تعالی کا ہو جاتا ہے اللہ تعالی اس کے ہو جاتے ہیں۔

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا

حدیث میں کتنی صاف بات فرمائی کہ جو شخص بھی خدا تعالی کا ہو جاتا ہے اپنے آپ کو وہ اللہ تعالی کے حوالے کر دیتا ہے اللہ کے دین پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے تو دنیا

کی کوئی طاقت اس کا بال بھی بانکا بھی نہیں کرسکتی ،اور یہ تو شروع سے چلا آرہا ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب ہجرت کے سفر کے لئے گھر سے باہر نکلے تو آپ ﷺ کے گھر کے اردگرد چاروں طرف دشمن کھڑے تھے لیکن کیا ہوا؟ کسی کو پتہ بھی نہیں چلا کہ آپ ﷺ یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں، یہ یہی یقین کی طاقت ہے اور یہ فرشتے حفاظت فرماتے ہیں اللہ تعالی بلا واسطہ حفاظت فرمانے پر بھی قادر ہیں لیکن چونکہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے اس میں فرشتوں کے ذریعہ حفاظت فرمائی اور دنیا کا نظام اسباب پر موقوف ہے، اس لئے فرشتوں کے ذریعہ حفاظت فرمائی اسی بات کوسورہ انفال میں سمجھایا گیا۔

فرشتوں کے ذریعہ حفاظت فرمانے کی وجہ

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تو بلا واسطہ (directly) فرشتوں کو اتارے بغیر تمہاری مدد کرسکتا تھا، لیکن اللہ تعالی نے فرشتوں کے ذریعہ حفاظت فرمائی اس کی کیا وجہ ہے؟ اسکی وجہ میرے بھائیو، اللہ تعالی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ : یہاں عقیدہ کو درست کیا گیا ہے قرآن پاک نے بہت قیمتی بات بیان فرمائی کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھے اور کوئی تاریخ لکھنے والا یہ نہ لکھے کہ غزوہ بدر میں تو مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور وہ تو فرشتوں کی وجہ سے جیت گئے تھے اللہ تعالی نے فرمایا کہ نہیں؛ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ : بلکہ ہم نے تو فرشتوں کو تمہاری تسلی کے لئے اتارا تھا اور تمہارے اطمینان کے لئے اتارا تھا باقی اللہ تعالی کی مدد کی وجہ سے

ہی اہل ایمان جیتے ہیں، نہ کہ فرشتوں کی وجہ سے، اور وہ بھی اس لئے کہ دنیا دار الاسباب ہے اس لئے فرشتوں کا انتظام کرنا پڑا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالی تو بلا واسطہ حفاظت کرنے پر قادر ہے مگر دنیا کے قاعدے کے اعتبار سے فرشتوں کے ذریعہ حفاظت فرماتے ہیں۔

غفلت ہو تو شیطان گھیر لیتا ہے

میرے بھائیو۔ اللہ والے اعمال کرنے سے فرشتے خوش ہوتے ہیں اور اگر ہم نے غفلت کی زندگی بسر کی، تو پھر شیطان چاروں طرف سے گھر لیتا ہے اور فرشتے اس سے دور ہو جاتے ہیں آدمی کی حفاظت نہیں ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد اگر چوہا بھی ہلنے لگا یا بلی کی بھی آواز آئی تو وہ ڈرنے لگتا ہے اللہ تعالی ہم لوگوں کو اور ہمارے اسلام اور ہمارے ایمان کو محفوظ فرمائے، اور اپنی قدرت پر یقین کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔۔۔۔امین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

جولوگ کسی فیکٹری، دوکان یا فارم میں کام کرتے ہیں، وہ اگر اپنے کام میں خیانت کریں تو ان کے لئے بھی عذاب ہے، وہ اپنی فیکٹری میں پہونچتے ہیں سات بج کر پچیس منٹ پر اور دستخط کرتے ہیں سات بجے کی، اور ان کا شام کو تین بجے روانہ ہونے کا وقت مقرر ہے، اور یہ لوگ تین میں دس کم پر وہاں سے نکل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں مدرسہ نے میرے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، صبح سات سے گیارہ تک اور دوپہر میں تین سے سوا پانچ تک، اور مغرب سے عشاء تک، اور پھر عشاء کے بعد ایک گھنٹہ تاکہ طلبا کی نگرانی ہو سکے کہ بچے پڑھ رہے ہیں یا نہیں، اب اگر میں مدرسہ میں پہنچوں سات بجکر دس منٹ پر، اور رجسٹر میں میں نے لکھا سات کا ٹائم، اور میں مدرسہ سے نکل رہا ہوں پونے گیارہ بجے اور میں نے لکھدیا گیارہ بجے کا ٹائم مدرسہ کا مہتمم جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، لیکن قرآن پاک کی وعید میرے اوپر ثابت ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزائے سیئات کسی قدر دنیا میں بھی ملتی ہے

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیٔات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ اللہ تعالی الی کافۃ الناس بشیرا ونذیرا؛ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا؛ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم .

مَن يَّعمَلْ سُوْءً ايُّجزَ بِہٖ وَلاَ يَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِيًّا وَّلاَ نَصِيْراً صدق اللہ العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین ؛

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میرے بھائیو دوستو، اور بزرگو! اللہ رب العزت نے اس دنیا کو دارالعمل

اور آخرت کو دارالجزاء بنایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اللہ تعالی کے احکامات کو بجالانے کی جگہ ہے، اور ماننے کی جگہ ہے اس کا پورا پورا اور صحیح صحیح بدلہ آخرت میں ملے گا ،لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان دنیا کے اندر بداعمالیاں کرتا رہے، دنیا میں بری زندگی گزارتا رہے اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا رہے اوراس کو دنیا میں کوئی سزا اور جزاء نہ ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، برے اعمال کا کچھ نہ کچھ بدلہ دنیا میں تھوڑا ہی سہی ضرور مل کر رہتا ہے، اور یہ بات قرآن پاک سے ثابت ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ :۔ظَهَرَ الفَسَا دُفِی الْبَرِّ وَالبَحُرِ بِمَا کَسَبَتُ اَیُدِی النَّا سِ لِیُذِیُقَهُم بَعُضَ الَّذِیُ عَمِلُو ا لَعَلَّهُم یَرجِعُون ،اللہ رب العزت انسان کے گناہوں کو اس کی بداعمالیوں کی کوئی نہ کوئی سزا کسی نہ کسی درجہ میں دنیا میں ضرور دیتے ہیں۔

ہم اپنا وہم دور کریں

ہم اپنے اس وہم کو دور کرلیں کہ ہم دنیا میں گناہ کرتے چلے جائیں اور ہمیں اس کی کوئی سزا دنیا میں نہ ملے۔انسانی عقل بھی اس کا انکار کرتی ہے کہ کانٹے بوئے اور پھول کی امید رکھے، یہ نہیں ہوسکتا، یہ نہیں ہوسکتا کہ کیکر کا درخت لگائے اور گلاب کے پھول کی امید رکھے، یہ نہیں ہوسکتا کہ بدبو پھیلائے اور خوشبو کی امید رکھے، میل کچیل کو پھیلائے اور صحت کی امید رکھے یہ نہیں ہوسکتا ہے: اَفَحَسِبتُم اَنَّمَا خَلَقنٰکُم عَبَثًا وَاَنَّکُم اِلَینَا لَا تُرجَعُونَ : کیا تم نے سمجھا کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا تم من چاہی زندگی گزارنا چاہو گے، ہمارے احکامات کی خلاف ورزی کرنا چاہو گے اور ہم

تم سے کوئی بدلہ نہیں لیں گے یہ نہیں ہوسکتا حقیقی بدلہ اور پورا پورا بدلہ تو بے شک آخرت میں ہی ملے گا، لیکن دنیا میں انسان کی بدعملی کا کوئی نہ کوئی بدلہ ملکر رہتا ہے۔

اُمم سابقہ کے واقعات

آج انیسویں پارے میں مسلسل کئی قوموں کے واقعات اور حالات سنائے گئے ہیں آخری چار پانچ رکعتوں کے اندر پہلی امتوں کے حالات سنائے گئے اور ہر امت کے حالات سنائے جانے کے بعد قرآن پاک نے نوٹس دی کہ ،اِنَّ فِی ذَالِکَ لَاٰ یَةً وَمَا کَا نَ اَکثَرُھُم مُو مِنِینَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ العَزِیزُ الرَّحِیم یعنی کہ امم سابقہ کے احوال میں اے لوگو تمہارے لئے سامان عبرت ہے لیکن اس کے باوجود ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور بے شک تیرا رب غالب بڑی حکمت والا ہے۔

ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافُھَمُ فَافُھَمُ

میں نے دوسرا مضمون سوچا تھا لیکن تراویح میں ذہن ادھر چلا گیا کہ اللہ تعالی ہر قوم کی حالت بیان کر کے بعد یہ نوٹس دیتا ہے کہ جو حالات میں سناتا ہوں قوم نوح کے، قوم عاد کے، قوم ہود کے، قوم ثمود کے، قوم شعیب کے، قوم لوط کے، جتنی بھی بڑی بڑی امتیں گزری ہیں، ان کے حالات قرآن مجید محمد الرسول اللہ ﷺ کے واسطے سے سناتا ہے، اور ہر قصہ پر قرآن پاک ایک نوٹس دیتا ہے کہ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَاٰ یَةً کہ اس قوم کے حالات میں انسانوں کے لئے عبرت ہے، اور دنیا میں آنے والے انسانوں کیلئے بڑا اسبق ہے کہ اے گروہِ انسانیت، ان واقعات کے ذریعہ عبرت حاصل

کرو، تم بھی ان کی طرح گناہوں میں مبتلاء ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آپڑے جوان کو ہلاک وخاکستر کرنے کے لئے آیا تھا۔

قوم نوح (علیہ السلام) پر دنیا میں عذاب

چنانچہ قرآن پاک نے حضرت نوحؑ کی قوم سے شروع کیا، حضرت نوحؑ کی قوم کے اندر بہت زیادہ نافرمانیاں تھیں اور حضرت نوحؑ ان کو مسلسل سمجھاتے تھے حضرت نوح نے نوسو پچاس سال تک ان کو سمجھایا ان کے اندر دعوت وتبلیغ کا کام کیا لیکن وہ قوم ایسی تھی کہ انہوں نے حضرت نوحؑ کی بات نہیں مانی حضرت نوحؑ کا مذاق اڑایا، اللہ تعالی نے اس قوم کو سزا دنیا ہی میں چکھادی، آخرت کی بات تو بعد کی ہے، میں نے بیان اس پر شروع کیا ہے کہ گناہوں کا بدلہ دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے اس لئے آپ یہ نہ سمجھیں کہ گناہوں کا بدلہ آخرت میں ہی ملے گا نہیں میرے بھائیو، یہی بات تو میں آپ حضرات سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی سزا دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے حق تعالی شانہ نے حضرت نوحؑ کو فرمایا کہ تم اپنی قوم کو سمجھاؤ۔

کشتی بنانے کا حکم

حضرت نوح نے اپنی قوم کو سمجھایا قوم نہیں سمجھی تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ،وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا کہ تم ہماری نگرانی میں کشتی بناؤ، اور ہم جیسی کشتی کہیں ویسی ہی بناؤ اور دیکھو نوحؑ وَلَا تُخَاطِبْنِی فِی الَّذِینَ ظَلَمُوا کہ ظالموں کے بارے میں مجھ سے سفارش مت کرنا۔ میں ان کے بارے میں تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔

ظالموں کیلئے صالحین کی دعا کا فائدہ نہیں

یہاں سے مفسرین نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنے آپ کو گناہوں میں ڈبویا ہوتا ہے اور کسی کے سمجھانے سے نہ سمجھے تو اہل اللہ رو رو کر مرجائیں، تہجد میں وہ اپنی ڈاڑھیاں تر کرلیں، اور اپنے آنسوؤں کا سمندر بہادیں اللہ تعالیٰ اس قوم کے حالات پر رحم نہیں فرماتے، پھر خانقاہوں کے بزرگان دین، دعوت وتبلیغ کے علماء، مدارس اسلامیہ کے طلباء اور فضلاء اور دنیا کے اہل اللہ رو رو کر اپنے آنسوؤں کا سمندر بہادیں لیکن قرآن پاک نے حضرت نوحؑ کو جو بات کہی تھی وہ اٹل فیصلہ ہے کہ وَلَا تُخَاطِبْنِی فِی الَّذِینَ ظَلَمُوا: کہ آپ ظالموں کے بارے میں میرے سامنے کوئی بات مت کرنا سفارش مت کرنا اس لئے کہ میرے یہاں فیصلہ ہوچکا ہے کہ اِنَّھُمْ مُغْرَقُونَ: کہ ان کو غرق کرنا ہے۔

متقی مومن ہی آلِ رسول ہوتا ہے

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا ایمان نہیں لایا تھا حضرت نوحؑ نے شفقت پدری میں اپنے بیٹے کے لئے سفارش کی اور فرمایا کہ اے اللہ یہ میرا بیٹا ہے، میری بات نہیں مانا، لیکن ہے تو میرا ہی بیٹا، نبی کا بیٹا ہے، نبی کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، نبی کی تخم ریزی ہے، لیکن قرآن پاک نے کہا کہ؛ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ، کہ یہ تمہارا بیٹا دنیا کے اعتبار سے ہے لیکن ہمارے یہاں یہ تمہارا بیٹا شمار نہیں کیا جاتا اس لئے کہ اسکے اعمال صحیح نہیں ہیں یہاں سے مفسرین نے ایک بات یہ ثابت فرمائی کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ نسب کی اولاد ہی کیوں نہ ہو، لیکن وہ اسلام کے اندر

نہ ہو، تو وہ اسلامی رجسٹری کے اندراس کی اولاد نہیں مانی جائے گی اگر کوئی پرایا انسان ہے لیکن وہ اطاعت شعار ہے شریعت کا پابند ہے تو وہ حضور ﷺ کی آل میں شمار کیا جاتا ہے اوراس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کُلُّ مُو مِنٍ تَقِیٍّ ؛ کہ ہر متقی مومن مسلمان میری اولاد میں سے ہے اور میری آل میں سے ہے، بہرحال حضرت نوح نے کشتی بنانا شروع کی، قوم نے مذاق اڑایا، قوم نے ٹھٹھا کیا، تحقیر کرنے لگے، چنانچہ اللہ تعالی کی طرف سے پانی کا ایسا سمندر بہا ایک ایسا سیلاب امڈ پڑا جس نے سب کو ہلاک کر دیا۔

سورت کا سیلاب حادثہ

ابھی ہم نے ماضی قریب میں ایک مہینہ پہلے ہی سورت کے سیلاب حادثہ کے حالات سنیں اس سے پہلے بھی اور ملکوں کے کئی ایک اور دوسری جگہوں کے بھی حالات سنیں، وہ تھوڑے تھوڑے ڈیمپ (Dames) کے دروازوں کو کھولنے یا کھلوائے جانے کے نتیجہ میں (جو بھی پولٹکس رہی ہو) اور پانی چھوڑنے کے نتیجہ میں کروڑ پتی روڑ پتی بن گئے اور ایک ایک قطرۂ آب کے لئے ترسنے لگے۔ اور میرے بھائیو وہ عذاب جو اللہ تعالی کی طرف سے آیا ہو، اور اس عذاب نے زمین میں سے چشموں کو بہا دیا ہو کیا حالت رہی ہو گی کہ پوری قوم تباہ و برباد ہو گئی سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوحؑ پر ایمان لائے تھے، اور جن کی نسلوں کو اللہ تعالی بچانا چاہتے تھے اللہ تعالی نے انہیں بچا لیا، اور باقی لوگوں پر دنیا ہی میں اللہ تعالی نے عذاب اتارا۔

قوم عاد کا تذکرہ

قوم عاد کون تھی؟ قرآن نے بھی مانا کہ وہ لوگ زبردست طاقت والے تھے کھڑے کھڑے پہاڑوں کو تراشتے تھے اور اس میں مکانات بناتے تھے اس زمانہ میں کوئی مشنری نہیں تھی وہ خود کھڑے کھڑے پہاڑوں کو تراشتے تھے، اپنے ہاتھ پہاڑوں پر مارتے تھے اور پہاروں کو چکنا چور کر دیتے تھے اور پھر ان پہاڑون کے اندر عالی شان مکانات بناتے تھے۔ جو لوگ تاریخ کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور دنیا کی تاریخ پڑھتے ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا کہ دنیا میں کئی پہاڑ ایسے ہیں جس کے اندر مکانات بنے ہوئے ہیں، کئی کئی آرٹ بنے ہوئے ہیں ہندوستان کے مہاراشٹر اسٹیٹ میں آپ جائیں اجنٹا اور ایلورہ کی غاروں کو آپ دیکھیں گے، تو آپ حیرت میں رہ جائیں گے کہ ان لوگوں نے پہاڑوں کے اندر کس قسم کا کام کیا ہے جاپان اور امریکہ کے ریسرچ کرنے والے مستقل وہاں پہونچتے ہیں لیکن ایک مومن کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے تو قرآن پاک کے اندر اس آرٹ کا تذکرہ پڑھا ہے کہ وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر اور پہاڑوں کو چاک کر کے گھر بناتے تھے، اور پہاڑوں کو چاٹ چاٹ کر دو پہاڑوں کے درمیان راستہ بناتے تھے، لیکن باہر سے بظاہر ایسا ہی لگتا ہے کہ یہ پہاڑ ہے اور اندر مکانات بنے ہوئے ہیں۔

عاد کی ہائٹ

ایسی زبردست طاقت ان کو اللہ تعالی نے دی تھی ان میں کا ایک آدمی اتنا قد آور ہوتا تھا کہ وہ ہاتھ میں مچھلی لیکر کھڑا ہوتا تھا اور اس کو سورج کے قریب لے جا کر

سکھاتا اور کھا لیتا تھا، اس کو پھر گیس کی ضرورت نہیں، بتی کی ضرورت نہیں، ایسی زبردست طاقت والے تھے اور کہتے تھے کہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ہم سے زیادہ طاقتور کون ہوسکتا ہے؟ ہمارا مقابلہ کون کرسکتا ہے دنیا میں ہم جیسا کوئی نہیں ہے مگر انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی۔

طاقت عذاب الٰہی سے نہیں بچاسکی

لیکن ان کی طاقت نے انہیں نہیں بچایا نبی کی نہیں مانی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اپنے وقت کے دعوت دینے والوں کی دعوت کو قبول نہیں کیا حق تعالیٰ شانہ نے انہیں زبردست عذاب میں پکڑا کہ آسمان سے ایک چیخ آئی اور زبردست آواز آئی تو اس آواز کو سن نہیں سکے اور اس آواز کی سختی نے ان کے دماغ کے پردہ کو پھاڑ دیا اور ان کا حال گول ہوگیا اور پھر وہیں کے وہیں ختم ہوگئے۔

قوم ثمود کا واقعہ

اس کے بعد نمبر آتا ہے قوم ثمود کا جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو نبی بنا کر بھیجا تھا، حضرت صالحؑ نے بھی بہت سمجھایا کوئی کسر نہیں چھوڑی، جگر گردہ نکال کر اور دل کی ہمدردی اور جذبات کے ساتھ اس قوم کو صحیح رخ پر لانا چاہا لیکن اس قوم نے نہیں مانا، چلینج کیا کہ ہم آپ کو نہیں مانتے جب تک کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ اور کوئی نشانی نہ دکھائیں حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں نشانی بتلاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم جو نشانی مانگیں گے وہی نشانی چاہیئے، فرمایا کہ نشانی بتلاؤ، انہوں نے نشانی مانگی، معجزہ مانگا کہ فلاں پہاڑی کے اندر سے اونٹنی کا بچہ نکالکر بتاؤ، انہوں نے متعین کیا

ہوا معجزہ مانگا، حضرت صالحؑ کی سفارش اور مطالبہ پر اللہ تعالی نے اونٹنی کا بچہ نکالا لیکن یہ حکم دیا کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے خاص طور پر پیدا کیا ہوا ہے **لَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ** اسکو کوئی تکلیف مت پہونچانا اور چونکہ از خود اللہ تعالی کی طرف سے پہاڑ میں سے پیدا ہوا ہے، اس لئے اس کو بہت زیادہ پانی کی ضرورت پڑے گی اس لئے جس کنویں سے تم پیتے ہو، اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہو تو ایک دن تمہارے جانوروں کے لئے متعین، اور ایک دن اس کے پینے کے لئے متعین رہے گا لیکن اس کو چھیڑنا مت۔

اللہ تعالی کی قدرت

اور میرے بھائیو۔اللہ تعالی پیدا کرنے میں کسی کا محتاج نہیں ہے اس نے حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اس نے حضرت حواء کو بغیر ماں کے پیدا کیا اس نے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اس نے ہر قسم کی چیزیں دنیا میں بغیر اسباب کے پیدا کی ہیں حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اس وقت کوئی نہیں تھا حضرت حواؑ کو آدم سے پیدا کیا آدمؑ حضرت حواء کے باپ تھے لیکن ماں تو کوئی نہیں تھی حضرت عیسیٰؑ تو بی بی مریم کے بطن سے پیدا ہوئے، والد محترم تو کوئی نہیں تھے، جو اللہ بغیر کسی سبب کے انسان کو پیدا کر سکتا ہے، پہاڑ میں سے اونٹنی نکالنا اس کے لئے کیا مشکل ہے؟

پانی پینے کی باری

تو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی ہے، یہ اللہ تعالی کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اس کو بہت زیادہ پانی کی ضرورت پڑے گی، **هٰذِهٖ نَاقَةُ**

لَّهَا شِرُبٌ وَّلَكُم شِرُبُ يَو مٍ مَّعلُومٍ ، کہ تم لوگ جس کنویں کے اوپر سے پانی پیتے ہو، اور جس حوض سے اپنے جانوروں کو پلاتے ہو تو ایک دن تمہارے جانور پئیں گے ، اور ایک دن اونٹنی پئیے گی اس کو چھیڑنا مت، یہ اللہ تعالی کا معجزہ ہے جو مجھے دیا گیا، لیکن جو قوم بغاوت سرکشی اور بدمعاشی پر اتر آتی ہے تو پھر اسے کسی سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا ہے ،ایک بات یادرکھیں کہ جب کسی قوم کی تقدیر میں ایمان لکھا ہوا نہیں ہوتا ہے تو آپ اس کو کروڑوں معجزے کروڑوں کرامتیں کروڑوں نشانیاں اور اللہ تعالی کی قدرت کے کتنے ہی کرشمے دکھاؤ، وہ ایمان نہیں لاتے ہیں قرآن پاک نے صاف ارشادفرمادیا کہ، وَاِن یَّرَو کُلَّ اٰیَةٍ لاَّ یُو مِنُوا بِهَا ، کہ جب کسی قوم پر ٹھپہ لگا یا جاتا ہے اور کسی قوم کی تقدیر کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں، تب بھی وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔

اونٹنی کا قتل اور عذاب الٰہی

چنانچہ ایک دن وہ اونٹنی پانی پینے کے لئے اس حوض یا کنویں پر گئی، قوم نے ایک شخص کو اکسایا اور اس نے اونٹنی کے کوچے کاٹ ڈالے اس کے پیر کاٹ ڈالے اللہ کی اس اونٹنی کو قتل کر دیا جس کو :نَا قَةُ اللّٰہِ : کہا جا تا تھا، جو مبارک معجزہ تھا، حق تعالی شانہ نے اس قوم کو زبردست قسم کا عذاب دیا کہ پوری زمین ہل گئی، زلزلہ آ گیا ایک منٹ اور سکنڈ کے اندر پوری قوم ہلاک ہوگئی، فَعَقَرُو هَا فَاَ صبَحُوا نَادِمِینَ ،اب پچھتانے لگے لیکن جب چگ گئی چڑیا کھیت ہے پھر پچھتائے کیا ہوت ہے۔اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے پانی بہہ جانے کے بعد تالاب (Dame) بنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔عقلمند انسان تو پانی آنے سے پہلے ہی تالاب بناتا ہے وہ انتظار

نہیں کرتا کہ پانی آئے گا اس کے بعد میں اس کا انتظام کروں گا اللہ تعالی نے اس قوم کو نیست ونابود کردیا انکی طاقت نے ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کا واقعہ

اس کے بعد حضرت لوطؑ کی قوم کا تذکرہ ہے جس نے ایسی فحش غلطی کا ارتکاب کیا کہ روئے زمین پر کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا جس کو کہتے ہیں ہم جنسی کا مرض، ان کا مرد مرد کے ساتھ بدکاری کرتا تھا ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری کرتے تھے حضرت لوطؑ نے ان کو خوب سمجھایا، وہ لوگ نہیں مانے اللہ تعالی نے عذاب بھیجا ایسا عذاب کہ پوری زمین کو اوپر اٹھالیا اور اوپر سے نیچے پٹخ دیا گرادیا، اور پھر ان کے اوپر نشان زدہ پتھر برسائے جس کے نتیجہ میں وہ قوم پوری کے پوری ہلاک ہوگئی۔

قوم شعیبؑ کا واقعہ

اس کے بعد حضرت شعیبؑ علیہ السلام کا تذکرہ ہے، انہوں نے اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ کرتے ہوئے سمجھایا کہ اے لوگو تم اللہ کو ایک مانو اور ناپ تول میں کمی مت کرو حضرت شعیبؑ کے زمانہ میں بزنس مین لوگ زیادہ تھے اس لئے حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ؛ اَوفُو االْکَیلَ وَلَا تکُو نُو ا مِنَ الْمُخْسِرِینَ وَزِنُوا بِالْقِسْطَا سِ الْمُستَقِیم، وَلَا تَبْخَسُو االنَّا سَ اَشْیَا ءَ ھُمْ وَلَا تَعْثَو ا فِی الْاَرضِ مُفْسِدِینَ جب تم لوگ کوئی ناپ تول کرو اور گن کر کوئی چیز دو تو اس میں کمی مت کرو آخری درجہ میں اتنا دو جتنا اس کا حق بنتا ہے اس میں کمی مت کرو، اور اگر تھوڑا زیادہ

دوتو بہتر ہوگا، کوئی نقصان نہیں ہوگا، نفع میں تھوڑا نقصان نظر آئے گا، لیکن اسلام کے حکم پرعمل کرتے ہوئے تم کروگے تو اسمیں تمہارے لئے برکت ہی برکت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، زِنْ وَارْجِح جھکتا ناپ تولو، اور اگر زیادہ نہیں دینا ہے تو اَوفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِینَ : کہ تم ڈنڈی مت مارا کرو، برابر وزن کر کے دو، مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں تو اور زیادہ خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے ،اس لئے کہ اس زمانہ میں الکٹرانک ترازو آچکے ہیں وہ کئی غلطیاں (Mistake) کر دیتے ہیں کمپیوٹر کی دنیا میں غلطی ہو جاتی ہے ایک مسلمان تاجر اور بزنس مین کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح تولیں۔

ناپ تول میں کمی پر وعید

لیکن ہمارا حال یہ کہ جب ہماری دینے کی باری آتی ہے تو ڈنڈی مار کر دیتے ہیں اور جب لینے کی باری آتی ہے تو پورا پورا لیتے ہیں ایک پیسہ بھی اگر کم ہے تو ہم نہیں لیتے ،قرآن نے ایسے لوگوں کے لئے بددعا فرمائی ہے قرآن نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے ارشاد ہے؛ وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِینَ اَلَّذِینَ اِذَا اکْتَالُوا عَلَی النَّاسِ یَستَوفُونَ وَاِذَا کَالُوھُم اَوْ وَزَنُوھُم یُخسِرُونَ اَلا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُم مَبْعُوثُونَ ،کہ ڈنڈی مارنے والوں کے لئے ہلاکت ہے اور ڈنڈی مارنے کا مطلب صرف بزنس مین لوگوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ اس آیت کریمہ کے حکم کے تحت وہ تمام افراد داخل ہیں جو کسی سے لین دین کا معاملہ کرتے ہوں اور اسمیں کوتاہی کرتے ہوں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں۔

ڈیوٹی میں کوتاہی مت کرو

بلکہ آپ ذرا سنئے ،اور مجھے معاف بھی کیجئے گا،لوگ کسی فیکٹری دوکان اور کسی فارم میں کام کرتے ہیں وہ بھی اگر ڈنڈی مارتے ہونگے تو ان کے لئے بھی عذاب ہے اور وہ کس طرح ؟اور ان کے ڈنڈی مارنے کا کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی فیکٹری میں پہونچتے ہیں سات بج کر پچیس منٹ پر، اور دستخط کرتے ہیں سات بجے کی ،اور ان کا شام کو روانہ ہونے کا وقت تین بجے مقرر ہے،اور یہ لوگ تین میں دس کم پر وہاں سے نکل جاتے ہیں مثال کے طور پر میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں مدرسہ نے میرے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، صبح سات سے گیارہ تک اور دوپہر میں تین سے سوا پانچ تک ،اور مغرب سے عشاء تک ،اور پھر عشاء کے بعد ایک گھنٹہ تاکہ طلبا کی نگرانی ہو سکے کہ بچے پڑھ رہے ہیں یا نہیں،اب اگر میں مدرسہ میں پہنچوں سات بجکر دس منٹ پر،اور رجسٹر میں میں نے لکھا سات کا ٹائم ،اور میں مدرسہ سے نکل رہا ہوں پونے گیارہ بجے،اور میں نے لکھدیا گیارہ بجے کا ٹائم ، مدرسہ کا مہتمم جانتا ہو یا نہ جانتا ہو،لیکن قرآن پاک کی وعید میرے اوپر ثابت ہوگی۔

اسلئے جو لوگ ٹائم کے اعتبار سے کام کرتے ہیں (اور آپ کی کنٹری میں تو ٹائم کا ہی زیادہ کام ہوتا ہے)تو ان کو برابر اپنے وقت کا خیال رکھنا چاہیئے ،ہاں اگر کوئی اپنی خوشی سے کہتا ہو کہ ٹھیک ہے بھائی تم کو میری طرف سے اتنے منٹ کی رخصت ،یا رمضان کا مہینہ ہے ہم تم کو اپنی طرف سے اتنے منٹ کی رخصت دیتے ہیں تو یہ بات اور ہے۔

آپ ﷺ کی پیشین گوئی

بہرحال تاجر حضرات (Buisnessman) کے لئے کسی کا حق ادا کرنے والے کے لئے جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ ہی میں بہت پہلے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ:۔ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِی اَثَرَۃً وَاُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَھَا یہ حدیث بہت جامع ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد ایک ایسا زمانہ دیکھو گے کہ ہر آدمی اپنی ہی فکر میں لگا ہوا ہوگا ہر ایک کی یہی سوچ ہوگی کہ میری ہی دنیا بن جائے اور دوسروں کی دنیا اجڑ جائے میرے سیٹھ (Boss) کا نقصان ہوتا ہو تو ہو، میری فیکٹری جہاں میں کام کرتا ہوں اس کا نقصان ہوتو ہو، لیکن میرا پیٹ بھرنا چاہیئے خود غرضی کا دور آجائے گا اور ایسے حالات آئین گے جن کو تم ناپسند کروگے۔

اس دور کا حل بھی ارشاد فرمایا

صحابہ کرام ؓ کو معلوم ہی تھا کہ وہ زمانہ ہمارے دور میں آنے والا نہیں ہے ہمارے لئے سوال کرلیا کہ اللہ کے رسول ﷺ اگر ایسا دور آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ،تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِی عَلَیْکُم وَتَسْئَلُوْنَ اللّٰہَ الَّذِی لَکُمْ : آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا وقت تم پر آجائے تو تم میں سے ہر ایک اپنے اوپر کا حق ادا کرے اور دوسرا تمہارا حق ادا کرتا ہے یا نہیں اس کی فکر نہ کرے بلکہ اللہ تعالی سے مانگو۔ مجھ پر جو حق ہے میں اس کو ادا کروں، اب دوسرا میرا حق ادا کرتا ہے یا نہیں، میں اس کو دیکھنے بیٹھوں گا تو میں اپنی جانب سے ادا کئے جانے والے حق میں بھی ڈنڈی ماروں گا۔

قوم شعیب پر عذاب الٰہی

حضرت شعیبؑ نے دعوت چلائی کہ تم ناپ تول پورا کرو، ڈنڈی مت مارو، اور زمین میں فساد مت مچاؤ، اللہ تعالی سے ڈرو لیکن اس قوم نے بات نہیں مانی، اللہ تعالی نے ان کو بھی زبردست قسم کے زلزلہ میں مبتلا کر دیا اور دنیا سے تہس نہس کر دیا یہ تمام قوموں کے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ۔

؎ جیسی کرنی ویسی بھرنی، نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، نہ مانے تو مر کے دیکھ

اسی لئے ان واقعات کے اخیر میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَاٰیَۃً. کہ ان واقعات میں عبرت ہے کہ دنیا ہی میں اس کا بدلہ مل جاتا ہے۔

داعی کے لئے اہم سبق

یہاں ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک داعی ایک مقرر اور ایک مبلغ کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ قوم میں جو بیماری ہو، اس بیماری کو دور کرنے کی کوشش کرے، قوم کے اندر جو بدعملی پائی جا رہی ہو، اس کو دور کرنے کی وہ کوشش کرے یہ اس کی ذمہ داری ہے ہر نبی نے دعوت تبلیغ کے کام میں سب سے پہلے توحید کی دعوت دی اور پھر اس کے بعد ان کی قوم میں جو برائیاں اور بداعمالیاں عام تھیں، اس کو انہوں نے توڑا، اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ ملیریا کا دور چل رہا ہو، اور کوئی ٹائیفائڈ کی دوا دے یہ دوا تو نقصان کرے گی، اور اگر یرقان کا دور چل رہا ہو جس کو کہ پیلیا کہا جاتا ہے جس میں بدن

پیلا پیلا ہو جاتا ہے اور اسمیں اگر کوئی ملیریاء کی دوا دے تو یہ نقصان کرے گی جیسی بیماری اسی قسم کا علاج ہر نبی نے کیا ہر نبی نے پہلے توحید کی دعوت چلائی آپ انیسویں پارے کے اندر پڑھ چکے ہیں ہر رکوع کے اندر آیا کہ اِنِّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ،اس کے بعد ہر نبی نے اپنی اسپیشل دعوت چلائی۔

ماں باپ کے نافرمان کو سزا

بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ان کو دنیا ہی میں سزا مل جاتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور ماں باپ کو ستانے والا اس وقت تک مرتا نہیں ہے جب تک کہ اس دنیا میں ہی اس کو اسکی سزا نہ مل جائے غور کرنا چاہیئے خاص طور پر ان لوگوں کو جو شادی (Marrige) کے بعد اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنی زندگی چینج کر دیتے ہیں اور اپنے ذہن کو بھی چینج کر دیتے ہیں اللہ تعالی ہم لوگوں کو صحیح عمل کرنے والا بنائے ،اور ہم لوگوں کو ہر ایک کا حق اسکے مطابق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے ،ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جب تک سزا نہیں بھگتتا ہے اس کی موت نہیں آتی ۔شرک کرنے والے کو بھی سزا ملتی ہے زنا کرنیوالے کو بھی موت سے پہلے ہی سزا ملتی ہے بات وہی ہے کہ گناہوں کا بدلہ اللہ تعالی دیتا ہے کسی نہ کسی طریقہ سے دیتا ہے کوئی ضروری نہیں ہے کہ سزا فوراہی ملے۔

بدنظری کی سزا بیس سال بعد ملی

لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم گناہ کرتے چلے جارہے ہیں اور ہم کو تو کوئی بدلہ بھی نظر نہیں آرہا ہے اللہ تعالی کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ ایمر جنسی بدلہ لے، میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں تعجب ہوگا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک شاگرد تھے اتنے بڑے شیخ قطب الاقطاب اور شیخ العارفین تھے ان کے پاس پڑھنے والا ان کا ایک شاگرد حافظ قرآن تھا اس نے ایک مرتبہ بدنظری کرلی، کسی عورت پر غلط نظر اٹھائی، بیس سال کے بعد اس کی سزا یہ ملی کہ وہ قرآن پاک کو بھول گیا بیس سال کے بعد یہ سزا دی گئی دیکھو اللہ تعالی ضرور پکڑتا ہے ضروری نہیں کہ فوری طور پر پکڑے وہ کبھی کبھی برسوں کے بعد بھی سزا دیتا ہے جس آدمی کو کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہے اس کو سمجھنا چاہیئے کہ میری کسی نہ کسی بدعملی کا نتیجہ ہے۔

بیوی کو ستانے کی سزا فوراً ملی

ایک صاحب ملے ہماری ملاقات ہوئی وہ کہنے لگے کہ مولانا میں نے اپنی زندگی میں ایک بہت بڑی ٹھوکر کھائی ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا آپ اپنے بیانات میں یہ واقعہ سنانا، تاکہ لوگوں کو بھی اس سے سبق ملے کہا کہ جب جب بھی میں نے اپنے گھر میں اپنی بیوی پر ظلم کیا اس دن کسی نہ کسی اعتبار سے میں نے اپنے بزنس میں نقصان ہوتے ہوئے دیکھا ہے یقین کے ساتھ انہوں نے کہا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑا کر توبہ کی الٹے کان پکڑے کہ میں اب اپنی بیوی کو کبھی نہیں ستاؤں گا تب جا کر میرا حال ٹھیک ہوا، میں نے کہا کہ تمہاری بیوی

تو بہت نصیب والی بن گئی اس کا تو کام ہی بن گیا، اور بیوی نے بھی تمہاری اصلاح کردی، ایسے لوگ دنیا میں خوش نصیب ہیں جو لوگ تھوڑی سی پکڑ میں سنبھل جاتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمارے لئے انتظام کیا ہے۔

اللہ کی پکڑ کی تین شکلیں

اور اللہ تعالی کے پکڑ کی کچھ شکلیں ہیں، اللہ گناہوں پر پکڑ کرتے ہیں تو اس کی تین شکلیں ہیں اللہ تعالی دنیا میں گناہوں کی جو سزا دیتے ہیں تین میں سے کسی ایک کے اعتبار سے سزا دیتے ہیں (۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نکیر کے درجہ میں سزا دیتے ہیں (۲) دوسرے نمبر پر اللہ تعالی تاخیر کرتے ہیں یہ بھی ایک سزا ہے (۳) اور تیسرے نمبر پر یہ کہ اللہ تعالی مکر کا بدلہ تدبیر سے کرتے ہیں گویا کہ اللہ تعالی کے عذاب دینے کے تین طریقے ہیں (۱) نکیر (۲) تاخیر (۳) تدبیر۔ان تینوں کو سمجھاتا ہوں۔

نکیر کے ذریعہ سزا دینے کا مطلب

نکیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی گناہ کی سزا اس طور پر دیتے ہیں کہ اس کو کسی مصیبت میں مبتلاء کر دیتے ہیں جانی ہو یا مالی ہو، یا بدنی ہو، اولاد کی گھر بار کی کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں، یہ اللہ تعالی کی طرف سے کسی گناہ کا بدلہ ہوتا ہے، آدمی اس کے اوپر سنبھل جائے تو اس کے لئے خوش نصیبی ہے، یہ وارننگ ہوتی ہے کوئی بھی مصیبت آئے تو سمجھنا چاہیئے کہ کہیں نہ کہیں مجھ سے غلطی ہوئی ہے، اب بتاؤ کون ہے جو سینہ تان کر یہ کہہ سکے کہ میں سو فیصد عارف ہوں میں سو فیصد اللہ کا ولی ہوں یہ

دعوی تو حضرت انبیاء کرامؑ اوران کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ ہی کر سکتے ہیں ورنہ یہ دعوی کرنے کا پھر کسی کو حق نہیں ہے، تو نکیر یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ انسان سنبھل جائے اور اپنی آخرت کو بنالے ورنہ تو میرے بھائیو۔ انسان وہاں پر خون کے آنسوؤں روئے گا لیکن وہاں اس کا رونا کوئی کام نہیں آئے گا دنیا ہی کے اندر موقع ہے۔

تاخیر والا عذاب

دوسرے نمبر پر اللہ تبارک وتعالی مہلت دیتے ہیں اور گناہوں کی سزا مہلت کی شکل میں ملتی ہے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ گناہ کرتا رہے، کرتا رہے، لیکن یہ بڑی خطرناک سزا ہے وہ ایسا سمجھتا ہے کہ کچھ نہیں ہو رہا ہے میں گناہ کر رہا ہوں، اللہ تعالی کو میرا یہ عمل ناپسند نہیں ہے وہ ایسا سمجھتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی رسی کو ڈھیل دیا جاتا ہے، پھر اچانک اس کو پکڑ لیا جاتا ہے جب اچانک پکڑ لیا جاتا ہے تو پھر خدا تعالی کی پکڑ کو کوئی نہیں روک سکتا، اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ : اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میری پکڑ بڑی زبردست اور مضبوط ہے۔

تیسری سزا تدبیر

تیسری سزا یہ ہے میرے بھائیو کہ اللہ تعالی جیسا عمل کیا ویسا ہی عمل اس کے یہاں کروا دیتے ہیں جیسا اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ویسا ہی دوسرا اسکے ساتھ کرتا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے ،، آمین ،، ایسے کئی ایک واقعات ہیں کہ کسی نے

دوسرے کے ساتھ کوئی نامناسب کام کیا اللہ تعالی نے اس کے ساتھ بھی وہی نامناسب کام کروایا کسی نے دوسرے کو ناحق ستایا اللہ تعالی نے بھی اس کو ستانے والے پیدا کردیئے اس لئے اس طرح کے کاموں سے بچنا چاہئیے ۔اگر آپ کے پاس طاقت ہے تو اس کا صحیح استعمال کریں مال ہے تو اس کا صحیح استعمال کریں اور اگر عہدہ ہے تو اس کا صحیح استعمال کریں۔

ایک سنار کا واقعہ

ایک سنار تھا سونا بیچنے والا جسے کہتے ہیں، بہت نیک آدمی تھا اللہ والا تھا میں نے ایک بات کہی تھی کہ جتنا بڑا نیک اس کے پاس اتنا ہی بڑا شیطان آتا ہے، وہ اپنی جویلری کی دوکان میں تجارت کرتا تھا اس کے گھر پر ایک نوکر تھا جو روزانہ پانی بھر کرلایا کرتا تھا پہلے زمانہ میں نل وغیرہ کا انتظام نہیں تھا،لوگ کسی کنویں وغیرہ سے پانی بھر کرلایا تے تھے چنانچہ وہ شخص اس کے یہاں اٹھارہ سال سے پانی بھر رہا تھا ایک دن ایسا ہوا کہ اسکی بیوی دروازے پر گئی تو اس پانی لانے والے نے اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا اٹھارہ سال سے اسکی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا وہ عورت حیران ہوگئی اسلئے کہ وہ بھی نیک مرد کی بیوی تھی اور وہ بھی نیک تھی وہ حیران ہوگئی کہ اٹھارہ اُنیس سال سے ہمارے گھر کا خادم ہے،اس نے کبھی مجھ کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اور اس نے آج میرا ہاتھ پکڑ کر دبایا وہ رونے لگی، کہ اے اللہ مجھے یہ کونسے گناہ کی سزا ملی وہ روتی رہی روتی رہی۔شام کو جب وہ جویلرا اپنے گھر آیا،تو اپنی بیوی کو روتا ہوا دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو؟ وہ عورت روتی رہی بہت پوچھنے کے بعد اس نے

یہ واقعہ سنایا کہ اٹھارہ اُنیس سال سے ہمارے گھر پر پانی لانے والا جس نے کبھی مجھ کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا آج اس نے میرا ہاتھ دبا کر اپنی شہوت پوری کی ، پتہ نہیں کونسے گناہ کی مجھ کو سزا ملی ۔ وہ جویلر بھی فوراً رونے لگا اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اس نے کہا کہ یہ میرے گناہ کی سزا تم کو ملی ہے اس نے کہا کہ آج ہی میرے ساتھ ایسا ہوا کہ ایک عورت آج میری دوکان پر بنگل خریدنے کے لئے آئی اس نے مجھ سے یوں کہا کہ ذرا بنگل پہنا دیجئے ، اسکے ہاتھ کو میں نے بنگل پہناتے پہناتے شہوت سے دبایا اللہ تعالی نے آج ہی میرے گھر میں اس کی سزا دیدی ، میرے بھائیو، اللہ تعالی سزا دیتا ہے چھوڑا نہیں جاتا، اگر کسی کی بیوی پر غلط نگاہ اٹھائی تو ہماری بیوی کے ساتھ یا ہماری بیٹی کے ساتھ یا ہماری بہن کے ساتھ یا ہماری خالہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی حرکت ہو کے رہتی ہے اسمیں کوئی دورائے نہیں ہے اپنے گھر ہی میں وہ واقعہ ہو جاتا ہے اس لئے اپنے آپ کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔

ایک بادشاہ کا اس واقعہ پر تجربہ

جب یہ واقعہ ایک عالم سے کسی بادشاہ نے سنا تو وہ بادشاہ بھی بڑا متقی اور نیک تھا، اس بادشاہ نے عالم سے پوچھا کہ کیا اس واقعہ میں قصاص تو نہیں ہے؟ قصاص کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی، قصاص کا سیدھا سادھا مطلب یہی ہے کہ آدمی نے کسی کو قتل کیا ہو تو اس کے بدلہ میں اس کو قتل کیا جائے ایک آدمی نے پتھر مار کر کسی کا سر پھوڑا ہو تو اسکو بھی پتھر مار کر اس کا سر پھوڑا جائے گا اللہ تعالی کا نظام ہے وہ بادشاہ بھی سمجھدار تھا تو اس بادشاہ نے عالم سے یہ واقعہ سن کر کہا کہ اس واقعہ میں

قصاص تو نہیں ہے تو عالم نے کہا کہ بالکل قصاص ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے، کہا کہ ٹھیک ہے میں اس پر تجربہ کر کے دیکھتا ہوں، چنانچہ اس بادشاہ کی ایک لڑکی تھی بہت زیادہ خوبصورت تھی پری جیسی لڑکی، لیکن اس لڑکی کی عزت سلامت تھی، کبھی کسی نے اس کے اوپر نظر نہیں اٹھائی تھی بادشاہ نے تجربہ کرنے کے لئے اپنی لڑکی کو یوں کہا کہ تم آج باہر جاؤ اور ذرا راؤنڈ لگا کر آؤ۔ اور اس کے پیچھے پیچھے ایک عورت کو اس طرح لگا دیا کہ اس لڑکی کو پتہ ہی نہ چلے، وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی چودھویں رات کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھی وہ باہر نکلی مارکیٹ میں چکر لگا کر آئی، مگر کسی نے اس کے اوپر نظر نہیں اٹھائی، لیکن جب وہ واپس آئی اور اپنے باپ کے فلیٹ میں داخل ہوئی۔ جب وہ اپنے کمرہ میں داخل ہو رہی تھی تو ایک آدمی نے اس کو دیکھا اس پر جھپٹ ماری اور اس عورت کو گلے سے چمٹایا اور اس کو دبا کر چھوڑ دیا اب یہ بیٹی اندر جا کر رونے لگی اس کے باپ نے پوچھا کہ بیٹی تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تو تمہارے پیچھے ایک عورت کو چھوڑا تھا تمہارے ساتھ تو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بیٹی نے کہا کہ ابا جان پورے راستہ میں میری طرف کسی نے نظر نہیں اٹھائی لیکن اس طرح کا واقعہ پیش آیا، اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے چنانچہ اس کے باپ نے کہا کہ میں نے بھی اپنی زندگی میں کبھی کسی عورت پر نظر نہیں اٹھائی لیکن ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک عورت کو اپنے گلے سے لگا کر کر اسے دبایا تھا اس کا نتیجہ اس طرح میری بیٹی کے ساتھ نکلا۔

ہمیں سنبھال لیا گیا

یہ صحیح صحیح باتیں ہیں اللہ تعالی گناہوں کا بدلہ دنیا میں دیکر رہتے ہیں، ہمیں تو

فی الوقت اوراس ٹائم میں اس کا بدلہ نہ ملے تو دھوکہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے یہ تو خدائی نعمت ہے کہ ہمیں سنبھال لیا گیا اور اگر ہمیں نہ سنبھالا گیا ہوتا تو پھر ہمیں خطرناک قسم کے الارم کی گھنٹی ہے کہ کس وقت اسکی کیا سزامل جائے ،اور ایسی سزا ملے کہ جس کے بعد توبہ کی گنجائش ہی نہ ہو، اور ایسی سزا تو بڑی خطرناک ہے اس لئے میرے بھائیو!! گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو، زندگی سلامت رکھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے اپنی زندگی کوسنبھالنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے ،اللہ رب العزت ہم لوگوں کو گناہوں سے بچائے ،اور ہم لوگوں کو نیکیاں کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، ہمارے دارین کوسوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

میرے بھائیو؛۔محبت تو آنے جانے سے بڑھتی ہے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے سے بڑھتی ہے، آپس میں محبت ہو تو رشتہ داریاں بڑھتی ہیں پہلے لوگ بیل گاڑ الیکر کئی کئی میل دور تک اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے اور وہاں مستقل دو چار دن تک رہتے تھے اس سے محبتیں بڑھتی تھیں اور اس مال و دولت نے رشتہ داریاں اور آپسی محبت ختم کردی۔اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ؛ ثُمَّ تَتَدَابرُونَ؛ کہ مال و دولت کی کثرت اور زیادتی کے بعد تم ایک دوسرے سے منہ موڑنے لگو گے کسی کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے دنیا ہی کو اپنا مقصد سمجھ رکھا ہے دنیا تو ہمیں رشتہ داریاں نبھانے کے لئے دی گئی ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کے لئے اور انسانی ہمدردی کے لئے دنیا دی گئی لیکن ہمارے یہاں معاملہ الٹا ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا آنے کے بعد مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لانبی بعده وعلی اٰله واصحابه الذین اوفوا عهده امابعد۔

بھائیو بزرگو اور دوستو!

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایران اور روم کی دو بڑی بڑی طاقتیں تمہارے ہاتھ میں آجائیں گی تو تمہارا یہ حال ہوگا کہ تم بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہو جاؤ گے اور بعد میں ہوا بھی ایسا ہی، کہ مسلمانوں نے جب ایران اور روم دونوں کو فتح کرلیا تو ان کے اندر دنیا کی بہت سی بیماریوں نے جنم لیا حضور اکرم ﷺ نے اپنی بصیرت بھری نگاہوں سے دنیا کی کمزوری کو بھانپ لیا تھا اس لئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ذرا تم بتاؤ جب یہ دو بڑی بڑی طاقتیں تمہارے ہاتھوں میں آجائیگی تو تم کیا کرو گے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے جواب دیا کہ :نَفۡعَلُ کَمَا اَمَرَنَا اللّٰہُ ہم ایسا ہی کریں گے جیسا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے انہوں نے بڑا اچھا جواب دیا کہ دنیا ہمارے پاس آنے کے باوجود بھی ہمارا طرز اور ہمارا رویہ وہی رہے گا جس کا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے انہیں اپنے آپ پر اعتماد تھا، صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے جو

تربیت پائی تھی اس کے نتیجہ میں انہوں نے جواب دیا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا کی ان آفتوں کی طرف اشارہ فرمایا جن آفتوں کولیکر دنیا آتی ہے۔

دنیا آنے کے بعد کی آفتیں

آگے اللہ کے رسول ﷺ نے ان آفتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ارشادفرمایا: **تَنَا فَسُونَ ثُمَّ تَتَحَا سَدُونَ ثُمَّ تَتَدَا بَرُونَ ثُمَّ تبا غَضُونَ** چار بیماریوں کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ جب مال ودولت کی کثرت ہوتی ہے اورانسان کے ہاتھ میں بہت زیادہ دولت آتی ہےتو وہ بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے(۱) ایک تو اس میں تنافس کی بیماری آتی ہے (۲) دوسرے حسد کی بیماری آتی ہے(۳) اورتیسرے اس کے اندر پیچھے ہٹنے کی بیماری آتی ہے (٤) اورچوتھے بغض پیدا ہوگا یہ چار الفاظ ہیں جوحضوراکرم ﷺ نے ارشادفرمائے ہیں بہت بلند الفاظ ہیں ہرایک کے اندراپنی اپنی خوبی ہے۔

تنافس کا مطلب

اورمسلمانوں کے ہاتھ میں بہت سے ممالک آجائیں گےتو سب سے پہلے آپس میں تنافس پیدا ہوگا تنافس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل میں یہ بات آئے کہ میرے علاوہ اس چیزکوکوئی لینے نہ پائے میں ہی ساری چیزوں کولےلوں میرے علاوہ کسی بھی شخص کو مال ودولت دنیا کی ثروت یادنیا کی حکومت ملنے نہ پائے وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہوکہ کسی اورکے پاس یا کسی اورکے ہاتھوں میں دنیا چلی جائے،اس کوتنافس کہتے ہیں دنیا آنے کے بعدسب سے پہلے تنافس کی بیماری آتی ہے۔

دوسرا مرحلہ حسد

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ثُمَّ تَتَحَا سَدُونَ : پھر تمہارے اندر حسد پیدا ہوگا حسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی دوسروں سے نعمت کے ختم ہونے کی تمنا کرے چاہے اس کو ملے یا نہ ملے۔اس کو حسد کہتے ہیں یہ تو سراسر ناجائز ہے اس کی تفصیل انشاءاللہ ابھی بتاتا ہوں۔اسی کو یوپی کی کہاوت میں کہا جاتا ہے کہ تیری بکری مرجائے چاہے میری دیوار گرے یعنی اگر میری دیوار تیری بکری پر گرے تو مجھے میری دیوار کے نقصان کا کوئی غم نہ ہوگا لیکن تیرا تو نقصان ہونا چاہیئے کہ میرے ایک ہزار پاؤنڈ کا نقصان ہوجائے تب بھی مجھے گوارہ ہے، لیکن تیرے پانچ سو پاؤنڈ کا نقصان تو ہونا ہی چاہئے چاہے پھر میرا بڑا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔دیوار کے مقابلہ میں بکری کی کیا قیمت ؟ دیوار تو بہت زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور دیوار کے پیچھے جو محنت ہوتی ہے وہ بڑی کٹھن محنت ہوتی ہے۔

بوڑھے لوگوں سے پوچھو کہ وہ ایک دیوار کتنی محنت سے کھڑے کرتے تھے اُن بیچاروں نے ایک دیوار کھڑی کرنے کے لئے پوری زندگی کمائی کی۔اور اس کمائی کو داؤ پر لگا دیا تب جا کر وہ دیوار مکمل ہوئی، آدمی کے دل میں جب حسد پیدا ہوتا ہے تو پھر کسی بھی نعمت والے کی نعمت کو دیکھ کر کسی کو بھی عیش وعشرت میں دیکھ کر اس کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے، جلن ہوتی ہے، اور وہ کسی بھی چیز کو دیکھ کر مثلاً علم کی دولت کو دیکھ کر، مال کی دولت کو دیکھ کر، عزت کی دولت کو دیکھ کر حسد کرتا ہے۔

حسد نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے

اور حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے کہ آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح حسد انسان کی ساری نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے تو دنیا کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ دنیا آپس میں ایک دوسرے کو حسد میں ڈالدیتی ہے ایک کا حسد اسکے دل میں تو دوسرے کا حسد تیسرے کے دل میں۔

حسد اور رشک میں فرق

ایک بات یہ بھی سن لیجئے، کہ ایک ہوتا ہے حسد اور ایک ہوتا ہے رشک، حسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے ملے یا نہ ملے اس کا مال بہر حال ختم ہو جائے لیکن رشک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر یا کسی کی بہت زیادہ عزت کو دیکھ کر یا کسی کو بہت بڑا عالم دیکھ کر کسی کو بہت بڑے مرتبہ والا دیکھ کر میرے دل میں یہ تمنا ہو کہ کاش مجھے بھی یہ نعمت مل جائے اور اسکے پاس بھی باقی رہے یہ بڑا عالم ہے یہ بڑا مالدار ہے یہ بڑا عزت والا ہے اسکی عزت سلامت رہے اللہ کرے کہ مجھے بھی ایسی ہی عزت مل جائے اس طرح کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

ایک دوسرے کی محبت ختم ہو جائے گی

اور پھر آگے تیسری بیماری کی طرف اشارہ فرمایا کہ۔ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ۔ پھر تم پیچھے ہٹنے لگو گے کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ پھر تم پشت دکھانے لگو گے کہ تمہارے اندر

ایک دوسرے کی محبت ختم ہو جائے گی دنیا جب بہت آتی ہے تو پھر یہی حال ہوتا ہے کوئی رشتہ دار کسی کو پوچھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔اس لئے کہ مال و دولت اس کو اندھا بنا دیتا ہے۔

دنیا کی کثرت رشتہ داریاں ختم کر دیتی ہے

معاف کیجئے۔۔میں ایک مثال کے سمجھانے پر مجبور ہوں ہندوستان کے کلچر پر آپ غور کیجئے وہاں ایک دوسرے کی رشتہ داری کو نبھانے کے لئے انسان اپنے آپ کو نہیں دیکھتا، وہ اپنی مشغولیت کو قربان کر دیتا ہے اپنا نقصان ہو جائے اس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔اور یہاں آپ لندن میں دیکھئیے مال و دولت کی کثرت اور اسکی ریل پیل نے رشتہ داریوں کو بھی ختم کر دیا عید کے دن فون پر مبارکباد دیدی بس بہت ہو گیا اور اسی پر سارا معاملہ ختم ہو گیا کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو گیا فون پر مبارک باد دیدی کسی کے یہاں کسی کا انتقال ہو گیا بس فون پر تعزیت کر لی ابھی پرانے لوگوں میں الحمد للہ یہ سنت باقی ہے خدا کرے کہ نئی نسل میں بھی باقی رہے۔ورنہ یہاں کا حال یہ ہے کہ کئی نوجوانوں کو پوچھا کہ پھوپی کسے کہتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں ہے ویسے شاید ابا کا کوئی رشتہ دار ہے، اس کو رشتہ داری نہیں کہتے ہیں۔لندن والو! زندگی کا مقصد صرف دنیا کمانا نہیں ہے بلکہ رشتہ داری نبھانا اسلام کا ایک اہم ترین شعبہ ہے۔تو میرے بھائیو۔دنیا ہر ایک کی پرسنل لائف لیکر آتی ہے اور اب تو ہندوستان میں بھی کم ہونے لگا ہے اور یہ کمیونیکشن کے جتنے بھی اسباب ہیں ان کی وجہ سے اور بھی بگاڑ آ گیا ایک تو یہ فون نے سب ستیاناس کر دیا آپس کی ملاقاتیں ایک دوسرے کی خبر گیری سب ختم

ہوگیا کوئی ہارٹ اٹیک کا مریض ہوتو بس فون کر کے پوچھ لیا اور کچھ نہیں، اس طرح سے رشتہ داریاں نہیں بنتی ہیں۔

محبت آنے جانے سے بڑھتی ہے

میرے بھائیو۔ محبت تو آنے جانے سے بڑھتی ہے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے سے بڑھتی ہے۔ آپس میں محبت ہوتو رشتہ داریاں بڑھتی ہیں پہلے لوگ بیل گاڑ الیکر کئی میل دور تک اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے اور وہاں مستقل دو چار دن تک رہتے تھے اس سے محبتیں بڑھتی تھیں اور اس مال و دولت نے اس محبت کو ختم کرا دیا اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ: کہ مال و دولت کی کثرت اور زیادتی کے بعد تم ایک دوسرے سے منہ موڑنے لگو گے کسی کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے دنیا ہی کو اپنا مقصد سمجھ رکھا ہے دنیا تو ہمیں رشتہ داریاں نبھانے کے لئے دی گئی ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کے لئے اور انسانی ہمدردی کے لئے دنیا دی گئی لیکن ہمارے یہاں معاملہ الٹا ہوگیا ہے

دنیا کی کثرت دشمنیوں کو جنم دیتی ہے

اور اللہ کے نبی ﷺ نے اخیر میں فرمایا کہ :ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ :تمہارے اندر آپس میں دشمنیاں پیدا ہونگی، اس دنیا کی وجہ سے تم آپس میں لڑ پڑو گے بھائی بھائی کا نہیں رہے گا بہن بھائی کی نہیں رہے گی بلکہ بیٹے اور باپ کے درمیان بھی جھگڑے ہونگے ہم دیکھتے ہیں حضور ﷺ نے جن چار بیماریوں کی طرف اشارہ فرمایا تھا بالکل ہمارے سامنے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ پہلے تنافس کی بیماری پیدا ہوئی آدمی تمنا

کرتا ہے کہ اس کو یہ چیز نہ ملے صرف مجھ کو ہی ملے، آدمی ہر ایک کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کرتا ہے حسد بھی کرتا ہے اور آپس میں بغض وعداوت بھی رکھتا ہے اور ایک گھر میں رہنے والے دو سگے بھائی ایک دوسرے سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ایک ماں کے پیٹ سے جنم لینے والے بھائی اور بہن ایک دوسرے سے بات کرنے کو تیار نہیں، جن کا رشتہ خالص محبت والا رشتہ ہوتا ہے۔ وہ بہن جو بھائی کی ایک ایک نگاہ کے لئے ترستی ہے لیکن دو کوڑیوں کی خاطر اب بہن بھائی کی بھی نہیں جمتی ہے گھر میں جب تک ایک بوڑھا رشتہ دار ہوتا ہے تب تک تو اسکی نگاہوں کے سامنے شرم سے کچھ چیزیں باقی رہتی ہیں لیکن جہاں اس کی آنکھ بند ہوتی ہے تو پھر کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں بلکہ آپس میں دشمنی پیدا ہونے لگتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ ساری چیزیں دنیا کی کثرت ہی لیکر آتی ہے اس لئے دنیا اتنی ہونی چاہیئے جس سے آدمی کی محبت آپس میں باقی رہے اور اس کو انسان ہضم کر سکے۔

شکر گزار بننے کا طریقہ

آگے اللہ کے رسول ﷺ نے انسان میں شکر گزاری کے جذبات پیدا کرنے کے لئے اور ناشکری کی بیماری کو ختم کرنے کے لئے ایک بڑا اچھا معیار بتایا ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ اِذَا نَظَرَ اَحُدُکُم اِلٰی مَنْ اَفضَلُ عَلَیْہِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَا لْیَنْظُر اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلَ مِنْہُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَیْہِ: اس کا ماحصل اور مراد یہ ہے کہ آدمی کے دل میں جب یہ تمنا پیدا ہو کہ میں اپنے سے زیادہ مالدار لوگوں کو دیکھوں تو اسے نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ

اسے اپنے سے ہلکے درجہ (Lower) کے لوگوں کو دیکھنا چاہیئے اس لئے کہ آدمی جب اپنے سے اوپر درجہ کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو اسکے دل میں ناشکری پیدا ہوتی ہے اس کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے اس کے دل میں مال کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے کہ اس کے پاس دس کمروں کا مکان ہے اور میرے پاس پانچ کمروں کا ہے میں بھی دس کمرے والا مکان بنانے کی کوشش کروں گا حرص اور لالچ پیدا ہوتی ہے اور لالچ کی کوئی انتہاء نہیں، آدمی قبر میں جانے تک اس قسم کی لالچ اور طمع میں پڑا رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سے ہلکے درجے کے لوگوں کو دیکھا کرو، اور دیکھو میرے بھائیو، انسان اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھے گا تو اسکے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا کہ اوہو، میرا تو سر ڈھانپنے کے لئے اللہ تعالی نے ایک مکان دیا ہے کئی لوگ بیچارے سر ڈھانپنے کے لئے بھی پریشان ہیں۔

اور ایک اینٹ کو ٹیکہ لگائے ہوئے آسمان کے نیچے زندگیاں گزار رہے ہیں، کئی لوگ ایسے ہیں جو کرائے کے مکان ہی میں اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں، کئی لوگ ایسے ہیں جو بے چارے دو دن اِدھر پانچ دن اُدھر، ایسے ہی زندگیاں گزار دیتے ہیں، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ اس نے مجھے کم از کم پیٹ بھر کر روٹی اور مکان تو دیا، اور ایک نہیں دو دیئے ، انسان اس طرح سوچتا ہے تو پھر اس کو شکر گزاری کی توفیق ہوتی ہے، یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ہم میں سے شاید کوئی ایسا ہو کہ جس کے پاس اپنا ذاتی مکان نہ ہو، کوئی آدمی ایسا نہیں ہے ہر آدمی کے پاس ہے الحمد للہ، اللہ تعالی کا احسان ماننا چاہیئے اور ہمارے پاس تو ڈبل ڈبل مکان ہے اس ملک میں بھی ہر ایک کے پاس اللہ تعالی نے مکان زمین سب کچھ دیا ہوا ہے اب ہم زیادہ اوپر کے لوگوں کو نہ دیکھیں

بلکہ اپنے سے نچلے درجہ کے لوگوں کو دیکھیں اور اس کے بہت سے فوائد ہیں جس کو انشاءاللہ ابھی سمجھاتا ہوں۔

پہلا فائدہ۔ ہمدردی پیدا ہوتی ہے

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ جب آدمی اپنے سے نچلے درجہ کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو اسکے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ مجھے میرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے کہ میرے پاس تو تین کمروں کا مکان ہے فلاں کے پاس تو ذاتی مکان بھی نہیں ہے وہ تو بے چارہ کرائے کے مکان میں زندگی گزارتا ہے وہ ختم ہو جائیگا اس کی اولاد کا کیا ہوگا میں اپنا دوسرا مکان اور بنالوں گا پہلے اس کو ایک آدھ کمرے کا انتظام کر دیتا ہوں اس کو ذرا ایک گاڑی کا انتظام کردوں گا مجھے تو اللہ تعالی نے بہت بڑی دوکان دی ہے اس طرح وہ سوچتا ہے۔

مالدار لوگوں کو دیکھنے کا نقصان

اور ابن حجر نے بہت پتہ کی بات لکھی ہے کہ جب آدمی اپنے سے اوپر کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو پھر وہ ایک روپیہ بھی نہیں نکالتا ہے، اس لئے کہ اس کو تو وہ ایک روپیہ بچا کر رکھنا ہے وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے پاس اور زیادہ مال آئے اس لئے کہ اس کی نظر تو مالدار پر ہے اور وہ سوچتا ہے کہ اس کی طرح مجھے بھی دوسرا مکان بنانا ہے ،اور اپنے اندر ترقی کرنی ہے، اس لئے وہ ایک ایک روپیہ رکھتا ہے، وہ کسی کو کچھ دینے کے لئے تیار بھی نہیں ہوتا ہے، لیکن جب آدمی اپنے سے نچلے درجہ کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو پھر یہ بات اس میں پیدا نہیں ہوتی۔

شکر گزار بننے کا دوسرا طریقہ

اس لئے بزرگوں نے شکر گزاری کے جذبات کو پیدا کرنے کے لئے دوسرا بھی ایک طریقہ لکھا ہے کہ آدمی اپنے ماضی کو یاد کرے یہ شکر گزاری کا دوسرا طریقہ ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شکر گزاری کی توفیق اس وقت ہوتی ہے جب آدمی اپنے سے نچلے درجہ کے لوگوں کو دیکھتا ہے اور دوسرا طریقہ ہمارے بزرگان دین نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ آدمی اپنے پریشانیوں کو یاد کرے کہ میرے باپ داداؤں کے پاس کیا تھا ہماری زمین کی کیا قیمت کیا ہوا کرتی تھی، ہمارے مکان کی قیمت کیا ہوا کرتی تھی ہمارے یہاں صبح کھانا آتا تھا تو شام کی فکر ہوتی تھی اور شام ہوتی تھی تو صبح کی فکر پڑتی تھی، اللہ تعالی نے ہم لوگوں کو کتنی دولتوں سے نوازا ہے کہ سال سال بھر کا اناج اور غلہ ہمارے گھروں میں پڑا رہتا ہے، بلکہ کئی کئی سالوں کا اناج اور غلہ پڑا رہتا ہے جب آدمی اس چیز کو سوچتا ہے، اپنے ماضی کو یاد کرتا ہے تو پھر وہ تکبر نہیں کرتا، وہ بڑائی نہیں جتلاتا ہے۔

ماضی کو یاد نہ کرنے والا متکبر بن جاتا ہے

لیکن جب آدمی اپنے ماضی کو بھول جاتا ہے تو پھر وہ تکبر کرنے لگتا ہے اور دوسرے کو بھول جاتا ہے اور پھر وہ دوسروں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کہنے لگتا ہے۔ میں تو یوں کہتا ہوں کہ ہم دوسروں کو کون سے منہ سے کہتے ہیں ہمارے بھی کون سے ٹھکانے ہیں ذرا اپنے باپ داداؤں کو پوچھئے کہ ہم بھی جب اس ملک میں آئے تھے تو ہمارا کیا ٹھکانہ تھا پہلے ہماری بھی حالتیں کیا تھیں؟

وراثت میں برکت ہے

درمیان میں ایک بات اور یاد آئی کہ اللہ تعالی نے وراثت میں بہت برکت رکھی ہے، ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ وراثت ایسی چیز ہوتی ہے کہ آدمی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، یہ اللہ تعالی کا تحفہ ہے جو اللہ تعالی نے انسانوں کو نصیب فرمایا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر لوگ جو مالدار بنتے ہیں وہ وراثت کے بل بوتے پر ہی مالدار بنتے ہیں، باپ داداؤں کی زمین ملی، باپ داداؤں کی دوکانیں ملی، باپ داداؤں کی پراپرٹیاں ہمیں حاصل ہوئیں، تو ہم لوگ کروڑ پتی بن جاتے ہیں، یہ وراثت کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالی برکت نصیب فرماتے ہیں۔ آگے کی روایت میں اسی کی طرف اشارہ ہے، فَهُوَ اَجدَرُاَنْ لَّاتَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کہ آدمی اپنے سے نچلے درجہ کے لوگوں کو دیکھے گا تو اللہ تعالی کی نعمت کو حقیر نہیں سمجھے گا اللہ تعالی کی نعمتوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ بال سے آدمی کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے عورتوں کو تو ہونی ہی چاہئیے اس لئے کہ عورتوں کی زینت ہی ان بالوں میں رکھی گئی ہے عورتوں کو اپنے سر کے بال کاٹنا حرام ہے۔۔ جیسے مرد کو ڈاڑھی رکھنے کا حکم ہے ایسے ہی عورتوں کو بھی چوٹیوں کا حکم ہے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں: سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی، وَزَيَّنَ النِّسآءَ بِالذَّوَآئِبِ، کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھیوں کے ذریعہ اور عورتوں کو چوٹیوں کے ذریعہ زینت بخشی۔

عورت مرد کی مشابہت نہ اختیار کرے

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالی پھٹکار برساتا ہے لعنت نازل فرماتا ہے

ان عورتوں پر جو مردوں کی شکل اختیا کرتی ہیں، بال کٹا کر یا ہپی کٹ کٹا کر، اور چھوٹے چھوٹے بال کر کے مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور یہ سب مردوں کی مشابہت ہے کہ عورت مرد جیسے کپڑے پہنے، عورتوں میں ٹی شرٹ پہننے کی بیماری ہے، رات میں پہنتی ہو تب بھی اس کو اجازت نہیں ہے شرٹ مردوں کا لباس ہے عورتیں اس کو نہیں پہن سکتی، ہمارے گجراتی معاشرہ میں اب شاٹ کٹ کی بیماری آئی ہے اپنے گھروں میں اپنی ماں بہنوں کو سمجھانا چاہیئے، کہ یہ شاٹ کٹ کپڑے جو ہماری گجراتی عورتیں پہننے لگی ہیں وہ حرام ہیں۔

اس لئے کہ اس کے اندر سے ستر کی کیفیت نظر آتی ہے اور اسکے اندر سے بدن کا آدھا حصہ نظر آتا ہے، چاہے اس سے ستر ڈھک جاتا ہو تب بھی وہ حرام ہے، اس لئے کہ ان کپڑوں کو جو پہنا جاتا ہے ایک تو وہ شاٹ کٹ ہوتے ہیں، اور اسمیں بھی فٹ پہنتی ہیں، یہ تو اور زیادہ برا ہے۔ آپ اچھے کپڑے پہنیں اچھے کپڑے پہننے سے کوئی منع نہیں کرتا ہے، چاہے وہ کتنے ہی مہنگے کیوں نہ ہوں، اس کی پوری اجازت ہے ایسے کپڑے پہننا جس سے ستر کی کیفیت نظر آئے اور جس سے عورت کی ہائٹ اور اسکی قد وقامت نظر آئے، ایسی عورتوں پر اللہ تعالی لعنت برساتا ہے کسی بزرگ کی بددعا لگ جائے تو آدمی اس سے ڈرتا ہے کہ مجھے کسی اللہ والے کی بددعا نہ لگے مجھے کسی نیک آدمی کی بددعا نہ ملے ہم اللہ والوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے تڑپتے ہیں اور اسکے لئے اپنی لاکھوں روپیہ کی دولت داؤ پر لگا دیتے ہیں بہت سے بے چارے مالدار لوگ جو اپنے مال کی قربانیاں دیتے ہیں وہ اسی لئے کہ کسی عالم اور بزرگ کی دعا لگ جائے کسی ذاکر

شاغل کی دعا لگ جائے اسکی بد دعا سے ہم بچ جائیں۔عورتیں مردوں کا لباس اختیار کریں اور مرد عورتوں کا لباس اختیار کریں اس صورت میں تو اللہ تعالی کی طرف سے بد دعا ہے، اور اللہ تعالی کی لعنت ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو عورتیں مردوں کی شکل وصورت اختیار کرتی ہیں، ان پر اللہ تعالی کی لعنت برستی ہے: ارشاد ہے، **لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ** : کپڑوں کے ذریعہ اپنی شکل وصورت کے ذریعہ اپنے سر کے بال کاٹ کر جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں تو اللہ تعالی ان پر لعنت برساتے ہیں۔

مرد عورت کو خلاف شرع پر مجبور نہ کریں

میرے بھائیو۔ ہماری طرف سے بھی ان عورتوں کو اس قسم کی زبردستی نہیں ہونی چاہئے عورتوں کو ہم شریعت اپنانے سے کیوں روکیں؟ شرعی لباس پہننے سے انہیں ہم کیوں روکیں؟ قیامت کے دن ہماری بازپرس ہوگی قیامت کے دن ہمیں پوچھا جائے گا کہ ہم نے اپنی بیوی کا کیسا مزاج بنایا، ہم نے اپنی بیوی کا کیسا ذہن بنایا، عورت کو سمجھانا بہت آسان ہے۔ہم لوگوں نے چونکہ ہاتھ سائڈ میں کر لئے ہیں ہمیں بھی اپنی من چاہی زندگی گزارنی ہے، اس لئے ہم عورتوں کو روکتے نہیں، اصل میں مرد اس لئے نہیں روکتا کہ اس کو ڈر لگتا ہے کہ میں اس کو روکوں گا تو وہ بھی مجھے غلط کاموں سے روکے گی اس لئے اس کو اپنی زندگی گزارنے دو، میں بھی اپنی زندگی گزاروں، اس طریقہ سے سماج بنتا نہیں ہے اس طریقہ سے کمیونیٹی بنتی نہیں ہے بلکہ بگاڑ پیدا ہوگا۔

ہمیں ایک دوسرے کی فکر کرنی ہوگی

سماج کا پورا ڈھانچہ جو آج کل ٹوٹ گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کی کوئی فکر ہی نہیں، باپ سوچتا ہے کہ میں نے میرے بیٹے کو بڑا کر دیا اب وہ جانے اس کا کام جانے، باپ سوچتا ہے کہ میری بیٹی کی شادی کر دی اب وہ جانے اس کا کام جانے، مسلم شریف کی بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شادی کے بعد کئی مسئلوں پر حضرت عائشہ کو ڈانٹا ہے۔ پتہ چلا کہ شادی کے بعد بھی بیٹی کی طرف توجہ دینا چاہئیے۔

تھوڑے سے بال کا آپ بناؤ سنگار کر سکتے ہو، چھوٹے بچوں کو جو لباس ہم پہناتے ہیں اسمیں بھی غور کرنا چاہئیے بہت سی مرتبہ چھوٹا بچہ دودھ پینے والا ہوتا ہے اس کو آپ شرٹ پہنائیں جس کے اوپر تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے اور تصویر سے فرشتہ نہیں آتا ہے، بلکہ شیطان قریب آتا ہے پھر یہ بچہ روتا ہے بچہ نیند کے اندر ڈر جاتا ہے گھبرا جاتا ہے اور ہم تعویذ لینے کے لئے دوڑتے ہیں کہ میرا بچہ رات میں ڈر رہا ہے، ڈرے گا نہیں تو اور کیا ہوگا؟ شیطان اس کو ڈراتا ہے۔ شیطان اس کو رلاتا ہے شیطان کا تو کام ہی ہے کہ بچہ کے پیدا ہونے سے لیکر اس کو مرتے دم تک رلاتا ہے بچہ پیدا ہوتا ہے اسی وقت سے شیطان اس کو چوکہ لگا کے رلاتا ہے کپڑوں کی طرف بھی ہمیں نظر کرنے کی ضرورت ہے

بنی اسرائیل کے تین افراد کا واقعہ

آگے کی روایت میں بنی اسرائیل کے تین افراد کا واقعہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں سے ایک شخص گنجا تھا یعنی

اس کے سر پر بال ہی نہیں تھے مرد کو بھی سر پر بالکل بال نہ ہوں اور وہ ائیر پوٹ جیسا بن گیا ہو تو ذرا شرم آتی ہے لوگوں کے سامنے سر کھولنے سے شرم آتی ہے لیکن انسان کو بال رکھنے کے لئے اجازت ہے اور کانوں تک بال رکھنے کی اجازت ہے۔اس سے بڑے بال رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بالوں کی رعایت کرنی چاہیئے رعایت کا مطلب یہ ہے کہ اسمیں تیل ڈالنا اس کو گھولنا اور اس کو اچھے طریقہ سے رکھنا اور اس کا خیال رکھنا ضروری ہے تو بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک کوڑ والا ایک گنجہ اور ایک نابینا۔

تینوں پر اللہ تعالی کا انعام

اللہ تعالی نے ان تینوں آدمیوں کو آزمانا چاہا چنانچہ ان تینوں کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا کہ باری باری ان تینوں کے پاس جاؤ۔فرشتہ پہلے تو کوڑ کی بیماری والے کے پاس آیا کوڑ کی بیماری (Skin) جلد سے تعلق رکھتی ہے دھوپ میں وہ شخص کھڑا نہیں رہ سکتا ، اور اس کو ہی چمڑی کی قدر ہوتی ہے چنانچہ اس کوڑ والے کے پاس فرشتے نے آکر پوچھا کہ تمہارے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کونسی ہے سب سے بڑی نعمت تمہارے نزدیک کونسی ہے؟اس نے کہا اچھا کلر اور اچھی چمڑی مجھے بہت پسند ہے،اللہ تبارک وتعالی مجھ سے میری یہ بیماری دور کردے بس میں یہی چاہتا ہوں آدمی کو کوئی بیماری ہوتی ہے وہی اس کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہو جاتی ہے چنانچہ وہ فرشتہ تھا اللہ تعالی نے بہت سے فرشتوں کو ایسی اجازت اور طاقت دی ہے اس فرشتے نے اس کے پورے بدن پر ہاتھ پھیرا،اور اس کی بیماری دور ہوگئی، اس کی چمڑی

اچھی ہوگئی پھراس کو پوچھا کہ تجھے کونسا مال زیادہ پسندیدہ ہے اس نے کہا کہ اونٹ مجھے زیادہ مل جائے یا گائے زیادہ مل جائے اس زمانہ میں لوگ جانوروں کو بہت بڑی ملکیت (Property) سمجھا کرتے تھے چنانچہ اس کو اللہ تعالی نے فرشتہ کی دعا کے نتیجہ میں مال دیدیا، بہت زیادہ اس کو اونٹ ملے، برکت ملی۔ اوراپنے زمانہ کا وہ شخص رئیس آدمی بن گیا۔

اس کے بعد وہ فرشتہ دوسرے شخص یعنی گنجہ کے پاس گیا جس کے سر پر بال نہیں تھے، اس سے پوچھا کہ تجھے سب سے زیادہ محبوب چیز کونسی ہے اس نے کہا کہ اچھے بال مجھے بہت پسند ہے اور مجھ میں جو بیماری ہے اللہ تعالی اس کو دور فرمادے چنانچہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے سر پر اللہ تعالی نے بال اُگا دیئے، اس سے پوچھا کہ تجھے کونسا مال زیادہ اچھا لگتا ہے، اس نے کہا کہ میرے پاس گائے زیادہ ہو، اور وہ بھی دودھ دے، اور اس کے بچے پیدا ہوں، اور میں اس کو فروخت کروں، اس نے دعا کی اللہ تعالی نے اس کو بھی نعمت سے نواز دیا، اور تیسرے نابینا شخص تھے اور جن کی نگاہیں ختم ہو چکی تھیں، اس آدمی کے پاس فرشتہ آیا، اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز چاہئیے، اس نے کہا کہ اللہ تعالی میری نگاہوں کو لوٹا دے میں دیکھنے والا بن جاؤں میری بینائی کے لئے دعا کر دیجئے۔ اور اس کی بھی دعا کر دیجئے کہ میرے پاس دولت بہت زیادہ ہو جائے، چنانچہ فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا، اسکی آنکھیں صحیح ہوگئیں اور اس کو اللہ تعالی نے بہت دولت اور بہت برکت نصیب فرمائی یہ تو انعام والا معاملہ ہو گیا۔

فرشتہ کا آزمائش کے لئے دوسرا دورہ

اتنا ہونے کے بعد پھر وہ فرشتہ دوسرے دورہ پر نکلا پہلے دورہ میں تو اس نے ان تینوں کی مرادوں اور چاہتوں کو پورا کر دیا دوسرے دورہ میں پھر اس کوڑ والے کے پاس وہ فرشتہ گیا لیکن دوسرے دورہ میں فرشتہ اپنی شکل وصورت بدل کر گیا اللہ تعالی نے فرشتہ کو شکل وصورت بدلنے کا اختیار دیا ہے حضور اکرم ﷺ کے پاس فرشتہ ہمیشہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آتا تھا اپنی شکل میں تو دو چار دفعہ ہی حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے کبھی حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں کبھی کسی اجنبی کی شکل میں کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں جبرئیل امین یشریف لاتے تھے۔

کوڑھی کا جواب

چنانچہ یہ فرشتہ کوڑھ والے کے پاس ایک مسکین غریب اور فقیر کی شکل میں آیا اور کہا کہ میں بہت غریب ہوں فقیر ہوں اور بہت دور سے سفر کر کے آیا ہوں میرے پاس اسوقت کوئی وسیلہ نہیں ہے، میں نے سمجھا کہ تم ہی میری مدد کرو گے میں اس اللہ کا واسطہ دیکر تم سے مانگتا ہوں سوال کرتا ہوں جس نے اتنا اچھا کلر تم کو دیا ہے تمہاری اتنی اچھی جلد بنائی اور تم کو اتنا زیادہ مال ودولت دیا تم ایک آدھ اونٹ مجھ کو دیدو، تاکہ اس کے ذریعہ میں اپنی منزل مقصود پر پہونچ سکوں۔ اس آدمی نے اپنے زمانہ میں جب کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اس کو بھلا دیا اور جواب دیا کہ لینے والے بہت سے لوگ ہیں اب مجھے کئی

لوگوں کو دینا پڑتا ہے، تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا میں تم کو جانتا بھی نہیں ہوں، تم کیا میرے پاس آگئے، اتنا زیادہ میرے پاس مال ودولت ہے تو اسکے لئے تو میرے کئی حقوق متعلق ہیں میں تم کو نہیں دوں گا اس کوڑھ والے کو اس فرشتہ نے یاددلایا کہ تجھے یاد ہے کہ تیری حالت کیا تھی، کیا تو بدل گیا؟ تو ایک اونٹ اور ایک ایک بکری کے لئے ترستا تھا تو فقیر تھا تیرے پورے بدن پر صحیح چمڑی نہیں تھی۔اللہ تعالی نے تجھے یہ مال دیا ہے اور تیری اس چمڑی کو درست کردیا اس نے اس کو یہ ساری باتیں یاددلائی لیکن اس آدمی نے جھوٹ کہا اور اس نے کہا کہ مجھے تو یہ مال وراثت میں ملا ہے مجھے تو میرے باپ داداؤں کی محنت کے نتیجہ میں یہ چیز ملی ہے فرشتے کو اللہ تعالی کی طرف سے قدرت حاصل ہوتی ہے اس فرشتے نے کہا کہ؛ اِنْ کُنْتَ کَا ذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ، اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالی تجھ کو پہلی حالت پر لوٹا دے، چنانچہ اسکی حالت ویسے ہی ہوگئی جو خدا دینا جانتا ہے وہ خدا لینا بھی جانتا ہے جو خدا تعالی کئی برسوں میں دیتا ہے وہی خدا لمحوں میں لینا بھی جانتا ہے۔

گنجے کا جواب

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی بات کہی اور اس گنجے نے بھی وہی جواب دیا کہ میں بہت مصروف ہوں اور مجھے دینا نہیں ہے یہ تو مجھے اپنے باپ داداؤں کی وراثت میں ملا ہے فرشتے نے اس کو بھی بددعا دی

اور پھر وہ دوبارہ گنجا بن گیا دوبارہ اس کی حالت ویسی ہی ہو گئی جیسے کہ اس کی پہلی حالت تھی ۔ اس لئے میر بھائیو!! ہمیں اپنی اوقات نہیں بھولنا چاہیئے پرانا زمانہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے ان دونوں نے اپنی پرانی اوقات بھلا دی، اور جس خالق و مالک نے ان کو یہ سارا مال و دولت دیا اسی کے راہ میں دینے سے انکار کردیا تو اللہ تعالی نے بھی ان سے مال اور دولت کو سلب کرلیا۔

اندھے کا جواب

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے بھی یہی درخواست کی کہ میں غریب قسم کا آدمی ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اب میں تجھ سے مانگتا ہوں چنانچہ اس اندھے نے بہت شکر گزاری کے ساتھ کہا کہ دیکھو بھائی پہلے میری بھی حالت ایسی ہی تھی میں بھی بہت غریب اور فقیر تھا اللہ تعالی نے مجھ کو کسی کی دعا کے نتیجہ میں دیکھنے والا بنایا اور مجھے کسی کی دعا کے نتیجہ میں اتنا مال اور دولت دیا ہے اور کہا خُذُ مَا شِئتَ وَدَعُ مَا شِئتَ کہ جو تم چاہو لے جاؤ اور جو چاہے رکھو، بہت جگر کے ساتھ اس نے یہ بات کہی کہ یہ میرا پورا مال و دولت ہے جو تمہارے جی میں آئے اس کو لے جاؤ، اور جو تمہارے جی میں آئے اس کو چھوڑ دو، اللہ کی قسم مجھے بغیر کسی محنت اور مشقت کے یہ مال ملا ہے فرشتے نے کہا کہ تیرا مال تیرے پاس سلامت رہے، میں دعا کرتا ہوں کہ تیری نسلوں میں یہ مال باقی رہے میں تو صرف آزمائش کے لئے آیا تھا اللہ تعالی تجھ سے راضی ہوا اور تیرے ان دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔

حدیث پاک کے ذریعہ عبرت

اس حدیث پاک کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے اپنی پہلی زندگی کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے اور غریب لوگوں کو کبھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے کیونکہ ہم بھی پہلے غریب ہی تھے۔

ہم بھی پہلے غریب ہی تھے

ہم بھی پہلے غریب ہی تھے ہم اگر نہیں تھے تو کیا ہوا ہمارے باپ دادا پہلے غریب ہی تھے ہمارے پاس بھی اوڑھنے کے لئے کچھ نہیں تھا وہ تو قبروں میں چلے گئے ورنہ وہ ہمیں بتلاتے کہ ہم نے کس طریقہ سے مال ودولت کمایا، تو کسی نئے آنے والے شخص کو کسی غریب کو جو نیا نیا ہندوستان سے آیا ہو، اور اپنی زندگی کو کھڑا کرنا چاہتا ہو تو ہم اس کا مذاق نہ اڑائیں یا ہم اپنے ملک میں جائیں تو کسی غریب کو دیکھ کر اس کا مذاق نہ اڑائیں بلکہ غریبوں کے ساتھ ہمیشہ انسان کو محبت رکھنی چاہیئے۔

غریبوں کو حقیر مت جانو

حضور ﷺ نے تو ایک روایت میں فرمایا کہ: اِبْغُونِی فِی الضُّعَفَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ : کہ اگر مجھ کو تلاش کرنا ہے تو کمزور اور مسکین لوگوں میں تلاش کرو میں ان لوگوں میں تمہیں ملوں گا اور حدیث قدسی میں آیا ہے اللہ تعالی خود ارشاد

فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے پاس رہتا ہوں جن کے دل غربت اور مسکنت کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے رہتے ہیں اللہ تعالی ہم لوگوں کو مال و دولت کی قدردانی اور اسکی شکرگزاری کی توفیق نصیب فرمائے ۔۔۔۔۔،آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

میرے بھائیو۔ جو چیزیں نئے نام سے اسلام میں دوبارہ پیدا ہو رہی ہیں اور جن فتنوں کی طرف حضور اکرم ﷺ نے نشاندہی کی تھی وہ مختلف شکلوں کے ساتھ نئے نئے نام کے ساتھ وجود میں آئی ہیں جس طرح جو فتنے شروع زمانہ میں تھے اور جو فتنے پہلے زمانہ میں ہو گئے وہ فتنے نئے نئے نام کے ساتھ نئے اسٹائل کے ساتھ اور نئی تمہید کے ساتھ ڈکلیر ہو رہے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں معتزلہ نے یہی استدلال کیا تھا کہ ہم اپنی عقل کے مطابق چلیں گے شریعت ایک پرانی چیز ہے اس زمانہ میں جو بات کہی ہوگی وہ اس زمانہ کے اعتبار سے ہے اور اب تو زمانہ آگے بڑھ رہا ہے اس لئے ذرا ہم کو اپنی سوچ کو بھی بدلنا پڑیگا لیکن اللہ جزائے خیر دے ان علماء کرام کو کہ انہوں نے اس کا زوردار مقابلہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پرفتن دور میں ہم کیا کریں؟

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ الذین اَوْفَوْ ا عھدہ اما بعد:۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں جب کچھ لوگ اپنی اپنی رائے چلانے لگیں تو حضرت سعد ابن وقاصؓ اپنے جانوروں کو لیکر جنگل کی طرف منتقل ہو گئے کھیتوں کی طرف منتقل ہو گئے بستی اور آبادی سے دور ہو گئے لوگوں میں تھوڑا سا فتنہ کا دور دورہ ہے اختلاف کا مرحلہ ہے اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی اور اس سے بچنے کی کوشش کی۔ حضرت سعد ابن وقاصؓ کے ایک بیٹے تھے حضرت عمر ابن سعد بن ابی وقاصؓ وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے جا کر کہا کہ آپ کیا عجیب آدمی ہے ،اللہ تعالی نے آپ کو صحابی رسول ﷺ بنایا ہے،لوگوں میں اختلاف چل رہا ہے،اور آپ ہیں کہ اپنے ان جانوروں،اور اونٹوں کو لیکر یہاں جنگل میں منتقل ہو گئے،اور اس طرح ایسے کھیتوں میں رہنے لگے،اپنے لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں اور آپس میں کھینچا تانی کرتے رہیں۔

حضرت سعدؓ کا جواب

بیٹے نے یہ اعتراض کیا تو حضرت سعدؓ نے اس کے سینہ پر جھٹکا لگایا اور فرمایا کہ تو چپ ہو جا، زیادہ اول فول بکواس مت کر، تو مجھ پر سوال مت کر، میں نے یہ جو کچھ حرکت کی ہے کہ میں آبادی اور بستی کو چھوڑ کر اس طرف آ گیا اپنے جانوروں کو لیکر آ گیا اسکی کچھ وجوہات ہیں اور پھر بیٹے کے سامنے انکو ذکر فرمایا کہ اس طرح جنگل میں آنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے مقبول سرکار دو عالم ﷺ کی ایک نصیحت کی بنا پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ۔ کہ اللہ تعالی تین صفات والے بندوں سے محبت فرماتے ہیں پہلی صفت تو یہ ہے کہ بندہ متقی ہو، اَلْعَبْدَ التَّقِیّ: اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہو، اللہ تعالی کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو، اور اس کے نواہی سے اور اس نے جن کاموں سے روکا ہے اس سے دور رہنے والا ہو۔

دوسری صفت غناء

دوسری صفت بندہ میں یہ ہونی چاہئیے کہ اس میں غناء قلبی ہو، اس میں دل کے اعتبار سے مالداری ہو، اس کا دل بڑا ہو، یہاں محدثین نے غنی سے مراد یہی شخص لیا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے کہ: خَیْرُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ: کہ اصل استغناء اور مالداری تو یہ ہے کہ آدمی کا دل مالدار ہو بہت سے لوگوں کو اللہ تعالی نے مال دیا ہوتا ہے لیکن ان کا دل چھوٹا ہوتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی شانہ نے ان کو اگرچہ مال کم دیا ہوتا ہے مگر ان کا دل بڑا ہوتا ہے اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرنے میں اللہ تعالی کی راہ میں لٹانے میں، غریب و مساکین کے پیچھے اپنے آپ کو لگانے میں ان کا

دل بہت بڑا ہوتا ہے اللہ تعالی ایسے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں، اور کچھ لوگوں نے اگر چہ یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالی کو مال کے اعتبار سے جو غنی ہوتا ہے، وہ غنی پسند ہے شرط ہے کہ اس کو مال ہضم ہوتا ہو، اور وہ حقوق کو ادا کرتا ہو، بہر حال محدثین کی رائے یہ بھی ہے لیکن پہلی بات حدیث سے متعین ہے جس میں حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا خَیۡرُ الۡغِنٰی غِنَی النَّفۡسِ۔ کہ بہترین مالداری دل کی مالداری ہے۔

شریعت ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتی

ہم لوگ آپس میں تعریفیں طے کرتے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ شریعت میں بھی وہی بات ہو جس کو ہم اپنی مرضی کے مطابق سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم آپس میں باڈی بلڈر اور کشتی باز اس شخص کو سمجھتے ہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہو جو کسی کو شکست دیتا ہو جب کہ حدیث پاک میں پہلوان اس کے خلاف فرمایا گیا ہے ارشاد عالی ہے، لَیۡسَ الشَّدِیۡدُ بِاا لصُّرۡعَةِ،اِنَّمَا الشَّدِیۡدُ مَنۡ یَمۡلِکُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ۔ ترجمہ طاقتور آدمی وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دیتا ہو، اللہ تعالی کے نزدیک تو بہادر اور طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول اور قابو رکھتا ہو جو غصہ پی جاتا ہو یہ شخص سب سے زیادہ طاقتور ہے، اسی طریقہ سے مالداری کی بھی جو تعریف حضور ﷺ نے فرمائی وہ یہ ہے کہ مالدار آدمی وہ ہے جس کا دل مالدار ہو۔ پتہ چلا کہ ہم جس کو مالدار کہتے ہیں اسلام میں وہ صحیح مالدار نہیں ہے، اور جس کو ہم پہلوان کہتے ہیں اسلام میں اس کا مفہوم کچھ اور ہے، معلوم ہوا کہ کوئی ضروری نہیں کہ ہماری عقل شریعت سے میل کھاتی ہو، ہمیں کچھ ایسے بھی احکامات کو ماننا پڑے گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارشاد

فرمادیئے چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، نہ یہ کہ ہم اس کو اپنی عقل پر رکھیں اور سمجھ میں آئے تو ہی مانیں اس طرح کا نظریہ غلط ہے۔

چوتھی نصیحت

اور آخری نصیحت جو حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ فرمانا چاہتے تھے اور اپنے اس عمل کو بطور دلیل کے بتانا چاہتے تھے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اس بندہ کو پسند فرماتے ہیں جو لوگوں سے چھپا ہوا رہتا ہے مسلمان کھلنے کے لئے نہیں ہے وہ تو چھپنے کے لئے ہے، شہرت پسندی ایمان والوں سے بہت دور ہونی چاہیئے ہم لوگوں کی ایک بیماری یہ ہے کہ ہم اپنے (Add) کو اپنی شہرت کو اپنے نام کا چرچہ ہونے کو بہت پسند کرتے ہیں، کچھ بات ہوئی تو ہر ایک چاہتا ہے کہ اخبار میں میرا نام آجائے ذرا ٹیلی ویزن میں میرا نام آجائے ویڈیو کیمرہ میں میری بھی تصویر آجائے یا فوٹو میں میں بھی آجاؤں لوگوں میں میرا چرچا ہو جائے میرے نام کی تختیاں لگیں اب میری واہ واہ ہونے لگے اللہ تعالی کو ایسے لوگ پسند نہیں ہے۔

شہرت پسند حضرات کا انجام

بلکہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالی کل قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں روانہ فرمائیں گے اور یہ فرمائیں گے کہ تو نے دنیا میں اتنا ہی چاہا تھا کہ تیرے نام کا چرچہ ہو جائے تیری واہ، واہ، ہو جائے ٹھیک ہے میں نے تیری چاہتوں کو پورا کر دیا آج تیرے لئے کوئی بدلہ نہیں ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ نے فرمایا ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں جو لوگوں

سے چھپ کر رہتا ہو فتنوں کے زمانہ میں الگ تھلگ رہتا ہو تو میں نے بھی اپنے آپ کو الگ کر دیا۔

فتنوں کے دور میں کیا کرنا چاہیئے

اس حدیث میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا اور قیمتی سبق یہ ملتا ہے کہ بعض حالات ایسے آتے ہیں کہ جس میں آدمی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی ترک کر دینا پڑتا ہے اگر فتنے پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو اور ہر آدمی اپنی رائے پر چلتا ہو، تو انسان کو بس اپنی فکر کرنی چاہیئے، ایک آیت کریمہ مجھے یاد آ رہی ہے ساتویں پارہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں ارشاد ہے: **یَآ اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا عَلَیْکُم اَنْفُسَکُم لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ** : کہ اے ایمان والو۔ تم اپنی فکر کرتے رہو، اگر کوئی شخص گمراہ بھی ہوتا ہے اور تم ہدایت پر ہو تو اسکی گمراہی تمہیں کچھ نقصان نہیں دیگی تو قرآن یہ کہتا ہے کہ: **عَلَیْکُم اَنْفُسَکُمْ**: اپنی اپنی فکر کرتے رہو، پھر سوال یہ ہوگا کہ کیا کسی کو کوئی بھلائی نہیں کہنی چاہیئے، اور برائی سے روکنا بھی نہیں چاہیئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اپنے عموم پر نہیں ہے یعنی ہر حالت اور ہر موقع کے لئے نہیں ہے، اللہ تعالی اس آیت میں فتنوں کے زمانہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں یعنی صرف فتنوں کے دور میں اس طرح اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنا چاہیئے۔ اور فتنوں کا دور کسے کہتے ہیں اس کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

فتنے کے دور کی چند علامات

حضور ﷺ نے کچھ حالات اور علامات ارشاد فرمائی ہیں۔

☆ جب تم لوگوں میں ایسا دور دیکھو گے کہ لوگ بس مال کے پیچھے پڑے ہوئے ہو

☆ ۔بخیلی کا دور ہو۔

☆ اور جب تم یہ دیکھو کہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

☆ کوئی کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہے۔

☆ اور جب تم دیکھو کہ وہ لوگ دنیا کی پیروی کرتے ہیں اور اس کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا کو پہلے نمبر پر رکھتے ہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں۔

☆ اور جب تم یہ دیکھو کہ ہر آدمی مفتی بن بیٹھا ہے ہر آدمی اپنی ہی رائے پر عمل کرتا ہے کوئی چھوٹا کسی بڑے کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے ہر ایک اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کر رہا ہے ہر ایک اپنے نام کو بڑا کرنے اور اپنے نام کی بہار لانے اور انفرادیت کا خواہاں اور طالب ہو، ہر ایک اپنے آپ کو مستقل کمیونیٹی اور معاشرہ اور سوسائٹی میں رکھنا چاہتا ہو کوئی کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے۔

جب اس طرح کے حالات پیدا ہو جائیں تو ایسے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم اپنے مسلک کو پکڑ کر بیٹھے رہو۔ اور میری ہدایات پر عمل کرتے رہو۔ اس لئے کہ تم کچھ بولنے جاؤ گے تو فتنہ پیدا ہو گا نیکی کا حکم کرنا بہت بڑا ثواب ہے لیکن جب ایسے حالات آئیں گے تو خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

نیم حکیم خطرہ جان

آج کل ایسے حالات ہیں کہ اگر کسی نے تھوڑا سا علم حاصل کرلیا، دو چار کتابیں پڑھلیں تھوڑا قرآن پاک حفظ کرلیا تھوڑی بہت دین کے بارے میں معلومات حاصل کرلی تو آدمی اپنے آپ کو لیول کا مفتی سمجھتا ہے جیف جسٹس آف ورلڈ سمجھنے لگتا ہے میں جو سمجھتا ہوں وہی صحیح ہے جیسے نیم حکیم لوگ یہ جان کا خطرہ ہوتے ہیں ایسے ہی نیم ملا ایمان اور اسلام کا خطرہ ہوتا ہے۔

ہماری شریعت سستی نہیں ہے

شریعت ہماری اتنی سستی نہیں ہے کہ اس کے لئے ہر آدمی مفتی بن جائے اور اس کے بارے میں ہر آدمی اپنے اختیار سے فتوی دینا شروع کردے اور اپنی رائے شروع کردے اور جماعتیں متعین کرنا شروع کردے عورتوں کی تراویح کی نماز کو شروع کردے، شریعت نے اس کو پسند نہیں فرمایا ہے، جن لوگوں کو شریعت نے متعین کیا ہے، وہی لوگ اس بات کو کہیں گے۔ اللہ تعالی کی نازل کردہ کتاب قرآن پاک اور حدیث کی روشنی میں وہ حرف آخر ہوگی۔

ورنہ چھوٹے چھوٹے لوگ اس طرح کھڑے ہوجائیں گے تھوڑے بہت اپنے دلائل اور عقل کی روشنی میں اور زمانہ کے بھاؤ، اور زمانہ کے دھارے میں رہکر چلنا اگر شروع کردیں گے تو یہ دین اسلام بھاجی اور گاجر مولی کے دام میں بکنے لگے گا شریعت کو ہم نے اتنا سستا سمجھ لیا ہے ہم دنیا کی کسی چیز کو خریدنے کے لئے دس آدمیوں کو پوچھتے ہیں اور کوئی اسکیم رکھی گئی ہو تو اس کو ہم لینے کے لئے اور کسی مال کو خریدنے کے لئے ہم

مختلف قسم کے مارکیٹ کا چکر لگاتے ہیں، مختلف جگہ دیکھتے ہیں کیا ہمارا مذہب اسلام جماعت کی نمازیں، روزے اور زکوۃ کے احکام، اور آپس میں برتنے کے احکام اتنے سستے ہو گئے کہ ہم کسی عالم دین سے پوچھے بغیر ہی اپنی عقل میں جو آ گیا اس کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ یہ تو معتزلہ کا فتنہ ہے۔

زمانہ کے اعتبار سے چلنا معتزلہ کی سوچ ہے

میرے بھائیو۔ جو چیزیں نئے نام سے اسلام میں دوبارہ پیدا ہو رہی ہیں اور جن فتنوں کی طرف حضور اکرم ﷺ نے نشاندہی کی تھی وہ مختلف شکلوں کے ساتھ نئے نئے نام کے ساتھ وجود میں آئی ہیں جس طرح جو فتنے شروع زمانہ میں تھے اور جو فتنے پہلے زمانہ میں ہو گئے وہ فتنے نئے نئے نام کے ساتھ نئے اسٹائل کے ساتھ اور نئی تمہید کے ساتھ ڈکلیر ہو رہے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں معتزلہ نے یہی استدلال کیا تھا کہ ہم اپنی عقل کے مطابق چلیں گے شریعت ایک پرانی چیز ہے اس زمانہ میں جو بات کہی ہو گی وہ اس زمانہ کے اعتبار سے ہے اور اب تو زمانہ آگے بڑھ رہا ہے اس لئے ذرا ہم کو اپنی سوچ کو بھی بدلنا پڑیگا لیکن اللہ جزائے خیر دے ان علماء کرام کو کہ انہوں نے اس کا زوردار مقابلہ کیا ہے۔

شریعت تمام احوال کو دیکھ کر متعین کی گئی

شریعت جس کو حق تعالی شانہ اور حضور اکرم ﷺ نے متعین کیا ہے اور شریعت کی جو بنیاد متعین کی وہ اِس زمانہ کو دیکھ کر ہی متعین کی ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ خاتم النبیین کے ہاتھ سے دیا جانے والا اسلام قیامت تک چلنے والا ہے جب

قیامت تک چلنے والا اسلام ہے تو قیامت تک آنے والے حالات کو پیش نظر رکھ کر ہی حضور ﷺ نے ہر حکم جاری فرمایا ہے پھر ہم کون آ گئے اس بات کا دعوی کرنے والے کہ زمانہ اب تھوڑا سا ڈیولپ ہو رہا ہے زمانہ ترقی کر رہا ہے زمانہ کی سوچ اور سسٹم پاور بدل گیا اس لئے ہمیں بھی ذرا شریعت سے گنجائشیں لینی پڑینگی ہمارے ماں باپ کی تو پراپرٹی نہیں ہے کہ ہم جو چاہے اسی طریقہ سے ہونے لگے۔

عورت کی نماز گھر میں ہی افضل ہے

حضور ﷺ نے تو بہت پہلے ہی فرما دیا تھا کہ عورت کی نماز کے لئے سب سے بہتر اس کے گھر کی کوٹھڑی ہے، اور عورت کی نماز کا سب سے بڑا ثواب اپنے گھر میں نماز پڑھنے پر ہے، اور پھر حضور ﷺ نے درجات مقرر کئے ہیں ابو داؤد شریف کی ایک روایت ہے جس سے میں استدلال کر رہا ہوں حضور ﷺ نے اس میں بالترتیب بیان فرمایا ہے، عورت گھر میں نماز پڑھے تو زیادہ ثواب، اور گھر کے کمرہ میں نماز پڑھے تو اور زیادہ ثواب، اور اگر گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھے تو اس سے زیادہ ثواب، اور اگر اس میں بھی پردہ لگا کر نماز پڑھے تو اس سے زیادہ ثواب، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ عورت جتنا گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھے گی اتنا زیادہ ہی اس کو ثواب ملے گا۔ اس لئے میرے بھائیو یہ زمانہ اور یہ دور فتنوں والا دور ہے اس میں اگر عورتوں کو مسجد میں بھیجا جائے گا تو فتنے ہی فتنے کھڑے ہونگے۔

حضرت عائشہؓ کا فرمان

میری اور آپ کی اماں جان سیدہ عائشہ ام المومنینؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو ان حالات کا پتہ چلتا جو اس وقت وجود میں آئے ہیں تو حضورﷺ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکتے حضرت عائشہؓ یہ کب فرماتی ہیں جب خیر القرون کا دور ہے ابھی صحابہ باقی ہیں اسکے باوجود حضرت عائشہ نے فرمایا کہ وہ فتنوں کا موقع تھا اور فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کو اسکا علم ہوتا تو عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے اور اب تو چودہ سو صدیاں بیت گئیں اور کیسے کیسے اس زمانہ کے حالات ہو چکے ہیں ،اللہ اکبر،بس دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالی ہمیں محفوظ رکھیں۔ آمین۔

حضرت عائشہؓ زیادہ سمجھتی تھی نہ کہ ہم لوگ

حضرت عائشہ زمانے کو زیادہ سمجھتی تھی یا ہمارے جیسے بے وقوف لوگ حق بات کو سمجھتے ہیں؟ ہم عورتوں کے نیلام کرنے کو خیر خواہی کا نام دینے لگے کیا ہماری عورتیں اتنی سستی ہو گئیں؟ میرے بھائیو۔امت پر جو فتنوں کا دروازہ کھل رہا ہے بد بخت ہے وہ آدمی اور بدقسمت ہے وہ آدمی جو اپنے آپ کو ان فتنوں میں ڈالے اور سعادت مند ہے وہ آدمی جو ان فتنوں کو سمجھتا ہے شیطان ہمیشہ غلط راستہ سے نہیں بہکاتا ہے، وہ کبھی کبھی اچھے راستہ سے بھی بہکاتا ہے، کبھی کبھی وہ نام اچھا دیتا ہے اور پھر اس کا رزلٹ خراب آتا ہے۔

ہمارے اسلاف کو عورتوں سے نفرت نہیں تھی

اس اعتبار سے آپ بتائیے کہ کیا ہمارے علماء کرام کو اس بات سے مخالفت ہے کہ عورتوں کو زیادہ ثواب ملے؟ کیا ہمارے بزرگان دین کو اس بات سے مخالفت ہے کہ عورتوں کو تراویح کا ثواب ملے؟ عورتوں کو جماعت کی نماز کا ثواب ملے؟ کیا انہوں نے ثواب کو امت کے مردوں کے لئے محدود کر رکھا تھا؟ وہ جانتے تھے کہ اس کے ذریعہ کیا فتنے رونما ہونگے اور اس کے ذریعہ کیا کیا باتیں وجود میں آئیں گی، ہمیں اپنی عورتوں کو یہ تلقین کرنا ہے کہ تم اپنے اپنے گھروں میں ہی رہ کر نماز ادا کرو قرآن پاک نے صاف اعلان کیا کہ۔ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰی۔

آپ ﷺ کی دور اندیشی

اور ایک روایت مجھے بخاری شریف کے حوالہ سے یاد آرہی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، جو لوگ مدینہ منورہ گئے ہوئے ہیں وہ وہاں کے انوارات اور وہاں کی برکات کو بخوبی جانتے ہیں اللہ تعالی ہم سب کو مدینہ کی حقیقت نصیب فرمائے آمین۔ اور حرمین کے انوارات ہم سب کو نصیب فرمائے آمین، حق تعالی شانہ حرمین کے معمولات سے ہم سب کو مالا مال فرمائیں مزاج حرم اور مزاج نبوت اور اعمال حرم جو حضرات صحابہ کرامؓ میں تھے وہ ہم سب میں عشق اور مستی کے ساتھ پیدا ہو۔ آمین۔ تو وہاں پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ حضور ﷺ کا حجرہ آپ ﷺ کا کمرہ مسجد نبوی کے ساتھ لگا ہوا تھا ایسا لگتا ہے کہ گویا آپ ﷺ کا پہلا

قدم مسجد میں اور دوسرا قدم حجرہ میں ،بس اتنا ہی فاصلہ تھا اور اب تو مسجد نبوی ہی میں آگیا آپ ﷺ نے اپنے اعتکاف کے لئے چادر کا خیمہ بنوالیا اور جب امہات المومنین میں اس بات کا چرچہ ہوا تو حضرت زینبؓ نے اپنا خیمہ لگوایا دوسری زوجہ مطہرہ نے اپنا خیمہ لگوایا ہر زوجہ مطہرہ نے اپنا خیمہ الگ لگوایا حضور ﷺ نے یہ سب ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم یہ سب ایک دوسرے کے مقابلہ میں اسطرح کررہی ہو حضور ﷺ نے اپنے اعتکاف کی چادر بھی لپٹوادی اعتکاف ختم فرمایا اور بعد میں اس کی قضا فرمائی۔

ان باتوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ بہت سے اعمال ظاہر میں بہت اچھے لگتے ہیں دیکھنے میں بڑے اچھے لگتے ہیں ثواب کا کام معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام ایک سال بعد نہیں ،دوسال بعد نہیں ،پانچ سال بعد نہیں ،کبھی نہ کبھی اس کا رزلٹ خراب آتا ہی ہے اگر اسکا رزلٹ چاہے ایک زمانہ کے بعد برا آنے والا ہو تب بھی اس کو روکنا ضروری ہے، جیسے کہ اعتکاف کرنا بہت اچھی چیز ہے بھلے اس وقت کسی بھی فساد کا امکان نہیں تھا لیکن مستقبل بعید میں ہوسکتا تھا اس کے ذریعہ کوئی فتنہ ہوجائے اس لئے آپ ﷺ نے اس سے بھی اس وقت توقف فرمالیا،اس لئے میرے بھائیو۔امت میں بہت سے نئے نئے فتنے آرہے ہیں ڈاڑھی کے اعتبار سے لباس کے اعتبار سے اٹھنے بیٹھنے کے اعتبار سے اس طرح کے بہت سے فتنے جنم لے رہے ہیں۔

جدید تہذیب اور حضرت حذیفہؓ

حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ کی روایت میں آتا ہے، یہ حدیث غالباً میں نے

پہلے بھی سنائی تھی کہ جب وہ روم گئے اور ان کے سامنے انگلش اسٹائل میں کھانا رکھا گیا تو فرمایا کہ: اَاَتْرُکُ سُنَّۃَ حَبِیْبِی بِھٰؤُلَآءِ الْحُمَقَآءِ : کہ کیا میں اپنے حبیب ﷺ کی سنتوں کو ان بے وقوفوں کی وجہ سے ترک کردوں گا اور ایک ہم ہیں کہ ہم نے کب اور کس مقام پر اس طرح سوچا ہے ارے ہم ایک بات ذہن میں اتار لیں ہم ان دشمنانِ اسلام کی کتنی ہی چاپلوسی کرلیں یہ ہم سے راضی ہونے والے نہیں ہیں قرآن پاک نے صاف اعلان فرما دیا ہے کہ آپ اہل کتاب کے پاس دلیل لے آؤ گے اور ان کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرو گے مگر یہ تم سے راضی ہونے والے نہیں ہیں ان کا تو مقصد تو یہی ہے کہ یا تو کرسچن بن جاؤ یا یہودی بن جاؤ اور قرآن پاک نے فرمادیا ہے کہ لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ نَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِن ذَالِکَ) اللہ تعالی ہمارے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائے اٰمین۔

صلیبیوں کی سازش سے ہوشیار رہیں

میرے بھائیو!! اس فکری جنگ سے میں آپ کو خبر دار کرنا چاہتا ہوں کہ دشمنوں نے اسلام میں صلیبی، صہیونی، استعماری جتنی بھی جنگیں لڑی ہیں ان ہتھیار کی جنگوں میں اپنے آپ کو مغلوب پایا تو اب ہمارا ذہن خراب کرنا شروع کردیا اسلام کے ماننے والوں کو اور آنے والی نئی نسل کو ان کا پریم ووڈ کر کے ان کو اسلام کے نام پر ہی مارا جائے اس لئے انہوں نے نیا اسلام پیش کیا ہے۔

اسلام نئ یا پرانی ہونے والی چیز نہیں ہے

میرے بھائیو۔ کیا اسلام کوئی ایسی چیز ہے کہ جو پرانا اور نیا ہوسکتا ہو؟ ارے یہ تو حضور پاک ﷺ کو بھی کو فرمایا گیا تھا :مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیم ھُوَ سَمّٰکُمْ الْمُسْلِمِینَ :اسلام کوئی نیا اور پرانا نہیں ہے حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اسلام کی بنیاد ہم نے تو بہت پہلے سے رکھ دی ہے نیا پرانا کچھ بھی نہیں ہے اسمیں موڈرن اسلام اور پرانا اسلام نہیں چلتا اسلام کی بنیادیں جو حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ قائم فرما گئے ہیں بس وہی صحیح ہیں وہی بنیادیں مضبوط ہیں اور اسی پر امت رہے گی تبھی کامیابی کے ساتھ رہ سکتی ہے۔

آپ ﷺ کے ہی طریقہ میں نور ہے

یہی راستہ کامیاب ہے اسمیں نور ہے، حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے میں نور ہے، اوراسی نور کے ذریعہ دنیا کی ظلمتیں اور دنیا کی اندھیریاں ختم ہوسکتی ہیں، موڈرن اسلام ظلمت ہے، اندھیرا ہے اس کے ذریعہ تو دنیا میں اور اندھیرا پھیلے گا دنیا میں ہلاکت اور بربادی پھیلے گی بہرحال حضرت سعد ابن ابی وقاص کی اس روایت حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے موقعوں پر جب کہ فتنے رونما ہوتے ہوں، ایسے حالات میں اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیئے اس لئے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو دور رکھتا ہوں بلکہ بعض روایتوں میں تو آتا ہے کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم گھروں کے ٹاٹ بن کر رہو۔

قیامت کا انتظار کیجئے

جب فتنوں کا دور دورہ ہو، لوگ نئے نئے طور پر کھڑے ہو جائیں، لوگوں میں فتنہ ہو جائے، اور چھوٹے چھوٹے چھوکرے مسئلے بتانے لگے ہو، (اس کا ترجمہ یہی ہوتا ہے کیونکہ ابھی اُنہیں اسلام کی صحیح بھنک اور بو بھی نہیں لگی) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ فَانتظِرِ السَّاعَةَ: تو تم قیامت کا انتظار کرو کہ یہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہے اس لئے ہمیں اسلام کی حقیقتوں کو سمجھنا چاہیئے اور محدثین اور مفتیان کرام قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں بتلاتے ہیں آپ فتاوی رحیمیہ کھولکر دیکھ لیجئے حضرت اقدس مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے کسی بھی صورت میں ہمارے علماء دیو بند عورتوں کی جماعت کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

عورتوں کے مسجد نہ آنے پر قوی دلیل

اگر عورتوں کا مسجد میں آنا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو لیکر تہجد کی نماز ادا فرماتے کمرے تو ساتھ ساتھ تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بلا لیتے جبکہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر پر جا کر جگاتے تھے کہ تم لوگ تمہاری تہجد کی نماز پڑھو، اگر جماعت سے اس طرح نماز پڑھنا ہوتی تو آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کو اپنے گھر بلاتے حضرت حفصہؓ کو بھی بلاتے لیکن نہیں بلائے پتہ چلا کہ عورت کی نماز اس کے گھر پر افضل ہے۔

حج میں عورت کہاں نماز پڑھے؟

میرے بھائیو۔شریعت نے فرمایا کہ: وَقَرۡنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلاَ تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاھِلِیَّةِ الۡاُوۡلٰی ۔اس لئے ہمارے علماءدیو بند کا فیصلہ یہاں تک ہے کہ حج کے لئے بھی اگر عورتیں جائیں تو اُنہیں نماز اپنی ہوٹل ہی میں پڑھنی چاہئیے اسی میں ان کو نماز کا زیادہ ثواب ہے۔لوگ حرمین کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ وہاں پر عورتیں مسجد میں آتی ہیں اس لئے عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہونا چاہئیے ۔اگر بات ایسی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ پھر مسجد نبوی میں عورتوں کے لئے صلوۃ وسلام الگ سے پیش کرنے کا ٹائم کیوں رکھا گیا؟ سیدھی سی بات ہے کہ حرم شریف میں مسئلہ پر قابو پانا دشوار تھا لیکن مسجد نبوی میں اس پر قابو پایا جا سکتا ہے اس لئے وہاں کا ٹائم الگ رکھا گیا جس کے نتیجہ میں تمہاری بات الٹی ہوگئی ۔یہاں اس وقت حالات حاضرہ میں مردوں اورعورتوں کا انٹرنس بھی ہے پھر تراویح کے بعد چکن کی پارٹیاں ہوتی ہیں ،اورعورتوں کو تو مشغلہ مل جائے گا۔

عورت گھر ہی کی زینت ہے

میرے بھائیو! یہ فتنے ہیں جو اس وقت نماز باجماعت کے نام سے اور عورتوں کی امامت کے نام سے اورثواب حاصل کرنے کے نام سے امت میں پیدا ہورہے ہیں عورت تو گھر ہی کی زینت ہے اس کو گھر ہی میں رہنے کے لئے کہا گیا ہے ہاں اپنے لئے اگر باہر نکلے تو اس کو اسکی ضرورت کے مطابق نکلنے کی اجازت ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالی ان عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں ہم کیوں ایسے بن جائیں کہ ایسے

اعمال کرنے لگیں کہ ہم پر اور ہماری عورتوں پر اللہ کی لعنت برسنے لگے زندگی کی برکتیں ختم ہو جائیں اللہ تعالی ہم سب کو دین کی صحیح حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔فتنوں سے اللہ تعالی ہم کو کوسوں دور رکھے۔فتنوں کا مرکز یا فتنے کا ذریعہ بننے سے اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائے۔ ہماری نسلوں کی اور ہماری بستیوں کی اللہ تعالی حفاظت فرمائے آمین۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ہمارا حال بھی تقریبا ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی برا ہے کہ ہمارے نامہ اعمال میں نیکیوں کے مقابلہ میں برائیاں زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو معاف فرمادیں گے یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ اللہ تعالی پکڑ بھی فرماتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اِعتَرَفُوا بِذُنُوبِھِمُ، وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں برائیاں ہونگی لیکن انہوں نے اپنی برائیوں کا اقرار بھی کیا ہوگا اپنی برائیوں کا اعتراف کیا ہوگا ان لوگوں پر اللہ تعالی کی رحمت اور بخشش ہونگی اور اعتراف کے لئے معرفت بھی ضروری ہے کسی بھی چیز کے قبول کرنے کے لئے اس کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے اس کے بغیر آدمی بھی قبول نہیں کرتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا اپنے کوچ کا اعلان کرچکی ہے

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ الذین اوفوا عھدہ اما بعد۔

محترم بھائیو بزرگو اور دوستو۔

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے ایک صحابی ؓ نے شروع میں اللہ تعالی کی تسبیح بیان کی اور پھر فرمایا کہ دنیا اپنے جانے کا اعلان کرچکی ہے دنیا نے اپنے فنا کی گھنٹی بجادی ہے اب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے چکر میں ہے صحابہ کرام ؓ چودہ سو سال پہلے یہ بات فرمارہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ دنیا کا صرف اتنا حصہ باقی رہا ہے کہ چائے پی کر آخر کے دو چار قطرے کپ میں چھوٹ جاتے ہیں دنیا شروع سے لے کر اب تک کے مقابلہ میں صرف اتنی ہی باقی رہی ہے اور جیسے بہت بعد میں آنے والا ان دو چار قطروں کو بہت کوشش کر کے اور محنت کر کے پیتا ہے اسی طرح بعد میں آنے والے اس دنیا سے بہت محنت اور کوشش کر کے نفع اٹھائیں گے۔

پھر اُنھوں نے فرمایا کہ اس کے بعد لوگوں کو ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ وہ آخرت کا مکان ہے جنت ایسا مکان ہے جو کبھی ختم

نہیں ہوگا اللہ تعالی ہم سب کو نصیب فرمائے امین جہنم سے اللہ ہماری آپ کی ساری ملت اسلامیہ کی حفاظت فرمائے امین جنت میں ایسی چیزیں ہیں جس کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا بلکہ موت جو انسان کو لذتوں سے محروم کردیتی ہے اس کو بھی موت آجائے گی اور ایک بات یاد آرہی ہے کہ موت بہت سی مصیبتوں کو ختم کر دیتی ہے بہت سے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے آپ بھی دیکھتے ہونگے بے چارے بیماری سے پریشان رہتے ہیں یا فقروفاقہ سے پریشان رہتے ہیں تو پھر وہ موت کی دعا کرتے ہیں کہ اس سے تو بہتر ہے کہ ہم اس دنیا سے ہی ختم ہو جائیں مر جائیں اس طرح انسان سوچتا ہے۔

موت کو بھی موت آجائیگی

موت جو راحتوں کو بھی ختم کرنے والی ہے اور مصیبتوں کو بھی ختم کرنے والی ہے حقیقی مصیبتیں اور حقیقی راحتیں اس کے بعد ہیں اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور جنت نصیب فرمائیں (امین) تو اس موت کو بھی قیامت کے دن ایک مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائیگا اور اللہ تعالی کی طرف سے اعلان ہوگا جو صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں آیا ہے اعلان ہوگا کہ تم جہاں رہے ہوں وہیں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہوگے یہاں سے نکلنا نہیں ہے اور اللہ تعالی نے جس عمر پر تمہیں رکھدیا ہے اس عمر سے نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو، اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو ۳۳ سال جنتیوں کی عمر ہوگی اس سے نہ چھوٹے ہونگے اور نہ بڑے ہونگے کیوں کہ چھوٹے اور بڑے ہونے کا دارو مدار سال مہینوں اور دنوں کے گزرنے پر ہے اور مہینوں اور سالوں کا آنا اور جانا سورج اور چاند پر موقوف ہے اور قیامت قائم ہو جانے کے بعد نہ سورج ہوگا اور نہ ہی

چاند ہوگا سارا معاملہ ہی ختم کردیا جائیگا: یَومَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیرَ الْاَرضِ وَالسَّمٰوٰاتُ وَبَرَزُو لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ:

جنت کا داخلہ ابدی داخلہ ہے

اور جنت میں جو شخص چلا گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا اس کو کوئی نکالنے والا نہیں ہوگا اور جو جہنم میں چلا گیا تو وہ بھی ہمیشہ کے لئے چلا گیا وہاں سے نکلنے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوگا ہاں مومنین کو جو جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ تہذیب کے لئے ڈالا جائیگا اللہ تعالی اس سے بھی ہماری حفاظت فرمائے (اٰمین) وہ تاب ہم کہاں لاسکیں گے۔

گنہگار مومنین کے لئے وقتی جہنم ہوگی

میرے بھائیو۔ ہم میں کہاں طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے بھی ہم جہنم کا تصور کرسکیں، لیکن جو گنہگار مومنین ہیں اور جن کے بارے میں اللہ تعالی نے کچھ وقتی طور پر جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ فرمایا ہے ان کو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور پھر آبِ حیات کی نہر میں غسل دیکر اس کو جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ شخص پورے اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں جائیگا اور اس کو کوئی غم نہیں ہوگا اور نہ کوئی ٹینشن ہوگا لَاخَوفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحزَنُونَ: جنتی حضرات کے لئے نہ کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی ٹینشن۔

آدھا بدن خوبصورت اور آدھا کالا

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے معراج کے سفر میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کا آدھا بدن بڑا خوبصورت تھا بہت اچھی چمڑی اور بہت اچھے اعضا تھے اور دوسرا آدھا بدن اور آدھا دھڑ بہت زیادہ بدصورت ایسا لگتا تھا جیسے کوئی جلا ہوا ہو تو میں تعجب میں پڑ گیا کہ آدھا بدن اوپر کا بہت زیادہ خوبصورت اور آدھا بدن بہت زیادہ بدصورت یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے فرشتوں سے پوچھا جو میری خدمت میں تھے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو ایک فرشتہ نے حضور پاک ﷺ سے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ وَاٰخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا؛ کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے اعمال برابر سرابر ہیں ان کے اعمال میں برائیاں بھی اتنی ہی ہیں اور نیک اعمال بھی اتنے ہی ہیں اللہ تعالی نے ان اچھائیوں کے بدلہ میں ان کا اوپر کا بدن بہترین اور خوبصورت بنایا اور برائیوں کے نتیجہ میں ان کا نیچے کا بدن کالا رکھا ہے لیکن قرآن پاک کے اندر ایک آیت کریمہ ہے جو ان کے لئے خوشی کا پیغام ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے عَسَى اللّٰهُ اَن يَّتُوبَ عَلَيهِمْ. یعنی ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے معافی کا یقین ہے۔

خدا تعالی کی شان رحیمی

ارشاد ہے کہ عَسَى اللّٰهُ اَن يَّتُوبَ عَلَيهِم کہ وہ لوگ جن کے اعمال نامہ میں نیکیاں اور برائیاں دونوں برابر ہوں تو اللہ تعالی ان کی طرف ضرور متوجہ ہوگا اگر چہ

کہ ان کا آدھا بدن کالا ہے لیکن اللہ تعالی ایک نہر کی طرف اشارہ فرما کر کہیں گے کہ جاؤ اس طرف جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ، غسل کرو، اور غسل کر کے باہر نکلیں گے تو پورا بدن اتنا خوبصورت بن جائے گا کہ وہ جنت میں جانے کے قابل بن جائیں گے یہ خدا تعالی کا وعدہ ہے؛ عَسَى اللّٰهُ اَن يَّتُوبَ عَلَيهِمْ ؛ قرآن پاک میں لفظ، عَسٰی ، ضرور کے معنی میں آتا ہے کہ خدا تعالی ان کو ضرور معاف کرے گا اور یہ اللہ تعالی کی معافی کا نتیجہ ہوگا اللہ تعالی ان کو آب حیات کی نہر کے اندر غسل دیکر پوراصاف فرما کر جنت میں داخل کئے جانے کے قابل بنائیں گے بعض بزرگوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ؛ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَرْجٰى اٰيَةً فِي الْقُرْاٰنِ الْكَرِيمِ ؛ کہ یہ آیت قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید دلانے والی آیت ہے۔

اور ہمارا حال بھی تقریبا ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی برا ہے کہ ہمارے نامہ اعمال میں نیکیوں کے مقابلہ میں برائیاں زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو معاف فرمادیں گے اور میرے بھائیو، یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ اللہ تعالی پکڑ بھی فرماتے ہیں، صرف امید پر ہی زندہ نہیں رہنا چاہیئے ۔ بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اِعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ؛ وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں برائیاں ہونگی لیکن انہوں نے اپنی برائیوں کا اقرار بھی کیا ہوگا ان لوگوں پر اللہ تعالی کی رحمت اور بخشش ہونگی اور اعتراف کے لئے معرفت بھی ضروری ہے کسی بھی چیز کے قبول کرنے کے لئے اس کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے اس کے بغیر آدمی قبول نہیں کرتا۔

گناہ کا اقرار انسان کی خوش نصیبی ہے

گناہ قبول کر لینا انسان کی خوش نصیبی ہے، میں خوش نصیبی کا لفظ بول رہا ہوں کہ گناہ کے کام کو گناہ کا کام جاننا اور اس کو تسلیم کر لینا کہ میں نے گناہ کا کام کیا ہے اس طرح کا عمل اللہ تعالی کی طرف سے بہت بڑی توفیق ہے اس لئے کہ آدمی گناہ کرے گناہ کو گناہ نہ سمجھے تو یہ شیطانی اثر ہے جس کو قرآن یوں کہتا ہے: اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؛(نعوذ باللہ) وہ شخص جس کے سامنے اسکی بدعملیوں اور برائیوں کو اتنا مزین کر دیا گیا کہ وہ اپنی برائی کو بھی اچھا سمجھنے لگتا ہے اور اپنی برائی پر ڈٹا رہتا ہے اپنے غلط کام پر اکڑا رہتا ہے اپنے غلط کام کو اچھا بتلانے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتا ہے اسی کو تو قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ، سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا : اسی طریقہ سے بہت سی آیات کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا کہ گناہ کر لینا یا گناہ ہو جانا یہ کوئی اتنی خراب شیٔ نہیں ہے ہم انسان ہیں ہم سے گناہ تو ہوگا ہی لیکن گناہ کے بعد اس کا اعتراف اور اقرار نہ ہو تو پھر یہ اور زیادہ غلط بات ہے کیونکہ اس صورت میں اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہاں گناہ ہو جانے کے بعد اس کا اقرار کرنا توبہ کی توفیق کا ذریعہ ہے۔

گناہ کا اقرار گناہ کو ختم کر دیتا ہے

ایک کہاوت ہے: اَلۡاِعۡتِرَافُ يَهۡدِمُ الۡاِقۡتِرَافَ : کہ گناہ کا اقرار کرنا گناہ کو مٹا دیتا ہے، اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہو کر ہاتھ پھیلا کر یہ کہے کہ اے اللہ ہم

نے گناہ کیا ہے اگر آدمی یہ اعتراف کرتا ہے تو اسکا یہ اقرار گناہوں کے ارتکاب کو معاف کرادیتا ہے اس سے گناہ ختم ہو جاتا ہے اگر آپ سے کوئی غلطی ہوگئی اور آپ دنیا والے سے معافی مانگیں اور آپ نے (Sorry) کہہ دیا تو بڑے سے بڑا آدمی معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ تو میرے بھائیو۔ ارحم الراحمین ہے اس لئے اس کے سامنے ہمیں بہت رو رو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا چاہئیے ، یہی فرق تھا حضرت آدمؑ اور شیطان کے درمیان، آدمؑ نے فوراً اپنے گناہ کا اقرار کرلیا کہ: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِن لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَ تَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الخَا سِرِينَ :اور یہ معرفت کی بات ہے اور شیطان نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

اعتراف معرفت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے

ایک بات ذرا غور سے سن لو!! کہ اعتراف اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور معرفت کیا ہے معرفت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننا اس کی کبریائی کا استحضار کرنا اسکا نام معرفت الٰہی ہے اور اس معرفت الٰہی کا آدمی کے اندر آنا بہت ضروری ہے آدمی گناہ کو گناہ اسی وقت مانتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو تسلیم کرتا ہے جب بندہ خدا تعالیٰ کی کبریائی کو مانتا ہو، اور اس کے دل میں یہ بات پیوست ہو جائے کہ احکم الحاکمین جو قادر مطلق ہیں اس کی شان میں میں نے گستاخی کی تو پھر وہ گناہوں سے توبہ کرنے لگتا ہے بہر حال آیت کریمہ ہمیں بڑی امید دلا رہی ہے روایت پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم اس دنیا سے آخرت کی طرف جاؤ تو جتنے اعمال کرنا تمہارے لئے ممکن ہے اتنی نیکیوں کو اور جتنی بھی

اچھائیاں ہوں ان سب کو ساتھ لے کر جانے کی کوشش کرو جیسا کہ انسان کے سامنے عمدہ اور بہترین غذائیں ہوں تو وہ ان سب کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جہنم کی حقیقت

اور آگے ان صحابیؓ نے ہمارے لئے بڑی خطرناک بات بتائی، بتلایا کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا اور اس ارشاد میں جہنم کی حقیقت اور اس کی گہرائی کو واضح فرمایا ہے کہ جہنم اتنی گہری ہے اگر ایک پتھر اس میں ڈالا جائے گا تو وہ پتھر گرتے گرتے ستر سال کے بعد جہنم کی گہرائی میں جائے گا، اور میرے بھائیو۔ دنیا کے ستر سال نہیں بلکہ آخرت کے ستر سال، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جہنم کو ضرور بھریں گے اور جہنم کتنی گہری ہے ابھی آپ نے سنا کہ آخرت کے ستر سال تک اس میں کنکر جاتا رہے گا اور اللہ تعالی اس کو بھریں گے ارشاد ہے: یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ، کہ اللہ تعالی جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی کیا اور کچھ ہے، اتنی گہری اور اتنی خطرناک ہے جہنم، اللہ تعالی ایسے مناظر سے ہم سب کی اور ہمارے والدین کی اور ہماری اولاد کی اور پورے عالم کے مسلمانوں کی پوری پوری حفاظت فرمائیں، آمین۔

کچھ تذکرہ جنت کا بھی

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بھی آدمی جائیں گے اور فرمایا کہ جنت کی دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سال کی بقدر مسافت ہو گی آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک دروازہ ہوتا ہے اور اس کی دو چوکھٹ ہوتی ہے پرانے دروازوں کو آپ

نے دیکھا ہوگا کہ دروازہ کھولو تو اس کے دو پٹ ہوا کرتے تھے آدھا کھولتے ہیں اور آدھا بند کرتے ہیں تو فرمایا کہ جنت کی دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہوگی جب دروازہ اتنا بڑا تو اندر کی جنت کتنی زیادہ بڑی ہوگی۔ اور جس شخص کو اللہ تعالی گناہوں سے صاف کرنے کے لئے جہنم میں ڈالیں گے اور اس کے تمام گناہ دھل جائیں گے اور اللہ تعالی اس ادنی جنتی کو بہت بڑی جنت دیں گے فرمایا کہ اللہ تعالی اس کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت دیں گے اور یہ سب سے نچلے درجہ کے آدمی کو دی جائے گی، اور وہ بھی ایسے آدمی کو جس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہ ہوگی اللہ تعالی صرف کلمہ توحید کی نسبت پر اس کو اتنی بڑی جنت عطا فرمائیں گے حق تعالی شانہ کلمہ کی نورانیت ہم سب کو بھی نصیب فرمائے آمین۔

آپ ﷺ کی سفارش پر جہنم سے نجات

فرمایا کہ جنت میں ایک دن ایسا رہے گا جس دن آپ ﷺ امت مسلمہ کے ان افراد کی سفارش فرمائیں گے جو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں گئے ہوئے ہونگے آپ ﷺ کی سفارش پر ان کو جہنم سے نکالا جائے گا اور حضور ﷺ کی سفارش کے نتیجہ میں اللہ تعالی جنت میں داخل کرنے کا فیصلہ فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں

میرے بھائیو۔ صحابہ کرام اتنی قربانیاں دیکر اور اتنے مجاہدے لے کر چلے، فرماتے ہیں کہ ہم سات لوگ تھے ہمارے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہوتا تھا خشک درختوں کے پتے چبا چبا کر ہمارے اونٹوں کا حال برا ہو گیا اگر آدمی کوئی خشک چیز

کھاتا ہے تو اسکے ہونٹ پھٹنے لگتے ہیں صحابہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں ہوتا تھا ہم پتے چباتے تھے اور وہ پتہ بھی تر نہیں، بلکہ خشک پتے، جس کی وجہ سے ہمارے جبڑے پھٹ جایا کرتے تھے اور فرماتے ہیں کہ ہم ایک چادر کے دو ٹکڑے کرتے تھے ایک ٹکڑا ہم استعمال کرتے تھے اور دوسرا ہمارا ساتھی استعمال کرتا تھا یہ صحابہ کرام کے حالات تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک چادر تو بچھانے کے لئے ہے اور دوسری چادر اس کے اوپر زیب و زینت کے لئے ہوتی ہے ایک چادر دیواروں اور دروازوں پر ہوتی ہے سب الگ الگ چادریں ہوتی ہیں پردوں کے لئے بھی ہم اتنا مہنگا کپڑا لاتے ہیں کہ بس اللہ کی پناہ۔

بی بی فاطمہ کے گھر کے پردے پر ناراضگی

مجھے ابوداؤد شریف کی ایک روایت یاد آرہی ہے اس کو بھی ذکر کر دینا بہت ضروری ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کے گھر خیریت پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے اور جیسے ہی آپ ﷺ قریب آئے تو واپس تشریف لے گئے، دروازہ پر جو پردہ لٹک رہا تھا اس کو دیکھ کر آپ ﷺ واپس چلے گئے، حضرت علیؓ بہت فکر مند ہوئے کہ فاطمہ ابھی تمہارے والد صاحب تشریف لا رہے تھے، اور پھر لٹکتا ہوا پردہ دیکھ کر واپس تشریف لے گئے حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ جاؤ پوچھو کہ ابو جان واپس کیوں چلے گئے؟ حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی جگر گوشہ تھیں، آپ ﷺ کی لخت جگر تھیں صحابیہ تھیں اور اس بیٹی سے اتنی محبت ہوئی تھی کہ فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے اس بیٹی کو بھی کتنی زیادہ محبت ہوگی حضرت فاطمہؓ سے

برداشت نہیں ہوا، حضرت علیؓ کو بھیجا حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی منت سماجت کرکے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ واپس تشریف لے آئے ؟حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے دروازے پر زیب وزینت والا پردہ دیکھا یہ محمد ﷺ کی اولاد کے لئے مناسب نہیں ہے، محمد ﷺ کی اولاد کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ان کے پاس دنیا آئے اس لئے کہ وہ آنے والوں کے لئے ایک نمونہ بننے والی ہے ہم دنیا کو قناعت سکھانے والے ہیں اور یہ زینت والا پردہ فضول خرچی ہے۔

ڈیکوریشن میں مال نہیں لگانا چاہیئے

میرے بھائیو!! اندازہ لگایئے ہمارے گھروں میں جو پردہ وغیرہ کا کپڑا ہوتا ہے وہ ہمارے پہنے ہوئے کپڑوں سے بھی زیادہ مہنگا ہوتا ہے اسلام زیب وزینت کا انکار نہیں کرتا ہے لیکن ڈیکوریشن میں اتنا مال لگانا اور فضول خرچی کرنا مناسب نہیں ہے دیکھو ڈیکوریشن تو ہمیں ملے گا لیکن انشاء اللہ جنت میں ملے گا جنت میں اللہ تعالی نے زیب وزینت رکھی ہے۔ ذرا اچھے مناظر کے لئے ہو تو معمولی سا ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن کلکشن اور پردہ کے پیچھے اتنے پیسے برباد کرنا ٹھیک نہیں ہے، اللہ تعالی کے پاس اس کی پوچھ ہوگی۔ پردہ اپنی حقیقت کے لئے ٹھیک ہے اور اسمیں حقیقت یہ ہے کہ اندر کی چیز باہر نظر نہ آئے اور یہ ضرورت جس کپڑے سے پوری ہو جاتی ہو وہ لگائے، دیکھنے والے کو ذرا سا ٹھیک لگے بس کافی ہے، لیکن اس کے پیچھے بہت زیادہ مال ودولت خرچ کرنا فضول خرچی ہے اور قرآن پاک کہتا ہے کہ: اِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا اِخوَانَ الشَّيَاطِين : کہ بلاضرورت مال خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

قربانیاں وقتی طور پر ہوتی ہیں

صحابہ کرام کی حالت تو یہ ہوئی انہوں نے اپنے آپ کو اس دین کی خاطر بھوکا رکھا پیاسا رکھا وہ اللہ کے اس علم کو لیکر بڑھتے ہی گئے آگے وہ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور پاک ﷺ کے دور میں اتنی قربانیاں ضرور اٹھائیں اتنی محنتیں ضرور کیں لیکن اس کے بعد اللہ تعالی نے فتوحات کا دروازہ کھولا ہے، فَمَا اَصْبَحَ الْیَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِیرًا عَلٰی مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ: یہ ایک سبق دینا چاہتے ہیں کہ قربانیاں آدمی کو ہمیشہ نہیں دینا پڑتی ہیں قربانیاں وقتی طور پر دینا پڑتی ہیں مجاہدے بہت کم برداشت کرنے پڑتے ہیں، وہ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ بڑی قربانیاں دیں بہت مجاہدے برداشت کئے لیکن ہم جو سات صحابہ تھے ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی صوبہ کا گورنر بنا ہوا ہے اللہ تعالی نے اتنی بڑی نعمت سے ہم سب کو نوازا۔

بزرگوں کی ابتدائی زندگی کو دیکھنا چاہیئے

اسی لئے ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ علماء اور بزرگوں کی، اللہ والوں کی ابتدائی زندگی کو دیکھا کرو، ان کی آخری زندگی کو مت دیکھا کرو، ہم میں سے بہت سے لوگ غلط فہمی میں مبتلاء ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اچھا ہے ان بزرگوں کا ایک پیر گھر میں اور ایک پیر گاڑی میں ہوتا ہے، لیکن ان کی طالب علمی کی زندگی میں انہوں نے قرآن وحدیث پڑھنے کے لئے جو تکالیف برداشت کی ہیں بھوکے رہکر، پیاسے رہکر، اپنے گھر کو چھوڑ کر جو زندگی گزاری ہے اس کو دیکھا کرو۔

اللہ والے اپنے گھر کی تمام نعمتوں اور عیش کو چھوڑ کر اللہ تعالی کے راستہ میں جماعتوں میں نکلتے ہیں۔ طلب علم کے لئے اللہ اللہ، کرنے کے لئے خانقاہوں میں نکلتے ہیں پیر ومرشد جو اپنے بزرگوں کے پیر دباتے ہیں ان کے مجاہدے برداشت کرتے ہیں پھر اللہ تعالی ان پر فتوحات کا دروازہ کھولتا ہے اس لئے بزرگوں نے بڑی اچھی نصیحت فرمائی کہ بزرگان دین کی آخری زندگی کو جو دیکھتا ہے وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے ان کی ابتدائی زندگی کو دیکھنا چاہیئے کہ کتنے مجاہدوں کے ساتھ وہ زندگی برداشت کرتے ہیں اور اپنی زندگی گزارتے ہیں وہ کامیاب ہوتا ہے یہ ٹکڑا ہمیں بتاتا ہے کہ جو اپنی زندگی کی ابتداء میں مجاہدے برداشت کرے اللہ تعالی دنیا میں اس کو راحت نصیب فرماتا ہے۔

بہر حال صحابہ کرامؓ نے دنیا کی حقیقت کو سمجھایا ہے اللہ تبارک وتعالی ہم لوگوں کو بھی دنیا کی حقیقت کی معرفت نصیب فرمائے (امین) اور اپنے گناہوں سے توبہ کی توفیق نصیب فرمائے، اور مجاہدہ والی زندگی بہت اچھی توفیق کے ساتھ گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے، مجاہدہ کے بغیر ہدایت کاملنا بھی مشکل ہے، ارشاد ہے کہ :وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهدِيَنَّهُم سُبُلَنَا :ہدایتِ کاملہ تب ملتی ہے جب آدمی دنیا میں روکھی سوکھی بسر کرتا ہے اپنے نفس پر بہت زیادہ بریک لگاتا ہے اللہ تعالی ہمیں اس آیت کی حقیقت نصیب فرمائے۔امین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله الکریم اما بعد، اخرج الامام المسلمؒ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یدخل الجنة الفقراء قبل الاغنیاء بخمس مائة عام او کما قال علیه الصلوۃ والسلام۔

محترم بھائیو بزرگو اور دوستو۔

شام ایک اسلامی مملکت کا نام ہے جس کو آج کل کی زبان میں سیریاء کہا جاتا ہے اور میں جس وقت کی بات کر رہا ہوں اس وقت شام کا اسلامی دارالخلافت حمص تھا جب خلافت کا دور چلتا تھا اس وقت وہاں اسلامی گورنر قیام پذیر ہوا کرتے تھے اور وہاں رہ کر پوری حکومت کی ذمہ داری سنبھالتے تھے حضرت عمر بن خطابؓ کا جب دور آیا تو حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں قیام فرما تھے۔

بہرحال حمص (شام) سے ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے آیا حضرت عمر بن خطابؓ نے آنے والے وفد سے کہا کہ تمہارے حمص شہر میں جتنے لوگ غریب اور فقیر ہیں ان کی ایک فہرست بنا کر مجھے دو، تا کہ میں ان کا تجزیہ اور ان کی انکوائری کر کے ان کی کچھ خدمت کر سکوں، اور مدد کر سکوں، حضرت عمرؓ کی ایک خاص

صفت یہ تھی کہ وہ اپنی رعایا کے بارے میں بہت معلومات رکھتے تھے، ان کے اخلاق کی بھی ان کی مالیت کی بھی اور ان کی ضرورتوں کی بھی۔ چنانچہ اس وفد نے پوری فہرست تیار کر کے حضرت عمر کی خدمت میں پیش کی حضرت عمر یکے بعد دیگرے نام دیکھتے گئے اور ایک نام پر جا کر آپ کی آنکھیں دنگ رہ گئیں، اور وہ نام تھا سعید بن عامرؓ کا۔ یہ جو سعید بن عامر تھے یہ حضرت عمر کی طرف سے شام کے گورنر بنائے گئے تھے گویا کہ حمص شہر کے چیف منسٹر تھے ایک ہوتا ہے پرائے منسٹر اور ایک ہوتا ہے چیف منسٹر ظاہر سی بات ہے کہ چیف منسٹر کا تو اپنا ایک مقام و مرتبہ ہوتا ہے اس کی ایک الگ گاڑی ہوتی ہے اس کا ایک الگ مکان ہوتا ہے۔ اور اس کے آگے پیچھے حشم خدم سب کچھ ہوتے ہیں تو وہ وہاں کے گورنر تھے، اور حمص کے وفد نے ان کا نام غریبوں کی فہرست میں تیار کر کے دیدیا تھوڑی دیر کے لئے حضرت عمر نے سوچا کہ شاید اس نام کا اور کوئی آدمی ہوگا اس لئے کہ ایک نام کے کئی لوگ ہوتے ہیں حضرت عمر نے وفد سے پوچھا کہ سعید بن عامر کون ہیں؟ تو کہا کہ امیر المومنین آپ ہی کی طرف سے مقرر کئے ہوئے گورنر ہیں پوچھا کہ کیا صحیح کہہ رہو؟ کہا کہ ہاں پوچھا کہ یہ غریب اور فقیر ہیں تم نے ان کا غریبوں اور محتاجوں کی لسٹ میں نام لکھا ہے تو اس وفد نے کہا کہ اتنے غریب اور اتنے محتاج ہیں کہ کئی کئی دنوں تک ان کے گھر میں چولہا بھی نہیں جلتا ہے حضرت عمرؓ اور زیادہ تعجب میں پڑ گئے۔

حضرت عمرؓ کا ہدیہ بھیجنا

حضرت عمرؓ نے فوراً ایک تھیلی منگوائی اور ایک ہزار دینار اس میں رکھے اور

حضرت سعید بن عامرؓ کو ہدیہ بھیجا اور وہ ایک ہزار دینار بہت بڑی رقم تھی ، آج کے حساب سے بھی اگر دیکھا جائے تو ایک دینار کے سامنے آپ کا پاؤنڈ بھی کوئی کام کا نہیں ہے پاؤنڈ کے اگر ستر بنتے ہیں تو اس کے ایک سوتیس بنتے ہیں یا ایک سو چالیس تک اس کا دام جاتا ہے اس لئے کہ وہ سونے کی کرنسی ہے اور دوسری کرنسیوں میں چاندی ڈالی جاتی ہے اور سونا چاندی کے مقابلہ میں تو مہنگا ہی ہوتا ہے تو ایک ہزار دینار حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک تھیلی میں پیک کر کے وفد کو دیئے اور کہا کہ حضرت سعید بن عامر کو کہنا کہ حضرت عمر بن خطاب نے تمہارے لئے ہدیہ میں بھیجا ہے۔

ہدیہ لے کر حضرت سعید بن عامرؓ کا حال

بہر حال جب حضرت سعید بن عامرؓ نے عمر بن خطابؓ کی طرف سے آئی ہوئی تھیلی کو دیکھا تو حضرت سعید بن عامرؓ اس کو دور کرنے لگے اور **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھ کر دھاڑھے مار مار کر رونے لگے گھر میں جو اہلیہ محترمہ تھیں وہ گھبرا گئیں کہ اچانک میرے شوہر محترم نے چیخیں مارنا کیوں شروع کی؟ آ کر پوچھنے لگی کہ کیا کوئی بڑا حادثہ ہو گیا ہے، امیر المومنین کی طرف سے یہ لوگ واپس آئے ہیں تو کیا امیر المومنین کا انتقال ہو گیا کہ تم اتنے زور سے چیخ مار کر رو رہے ہو، کہا کہ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی کام ہوا ہے غور سے سنئے۔ فرمایا کہ امیر المومنین کے انتقال سے بھی بڑھ کر ایک حادثہ پیش آیا ہے پوچھا کہ کیا مسلمانوں کے اوپر کوئی مصیبت آپڑی ہے؟ کہا کہ نہیں اس سے بھی بڑی مصیبت آئی ہے کہا کہ بتاؤ تو سہی ، بات کیا ہوئی ہے کہا کہ اپنے گھر میں دنیا آ گئی ہے اور اپنا گھر اب فتنوں کا مرکز بن جائیگا اب ہم اپنے آپ

کو ان فتنوں سے کیسے بچائیں گے اس لئے کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اور فرمایا، اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ، اب کیا کریں گے دیکھئے تربیت کیسی ہو رہی ہے وہ تو سمجھی ہی نہیں اس لئے کہ وفد سامنے بیٹھا ہوا تھا تو سامنے کیسے آئیگی وہ تو دروازے کے پیچھے سے ہی بات کر رہی تھی اس کو نہیں معلوم تھا کہ وفد ایک ہزار دینار لے کر آیا ہے اور اس ایک ہزار دینار کے آنے کی بنا پر میرے شوہر محترم اتنے زیادہ پژمردہ ہو گئے ہیں اور اتنی زیادہ بے چینی ہو رہی ہے وہ کچھ نہ کچھ سمجھی ہو گی لیکن دنیا آ گئی ہے کہنے سے پوری بات سمجھ میں نہیں آئی، اس لئے کہ دنیا کا لفظ تو صرف پیسوں کے لئے نہیں بلکہ اور بھی چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا جمع ہو گئی، مراد اس سے پبلک اور لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔

بیوی نے کہا کہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرو، اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے، اب تربیت کی جا رہی ہے کہا کہ میں اس دنیا کو دور کرنے کی کوشش تو کروں گا لیکن اکیلا میں کوشش نہیں کر سکتا جب تک تمہارا ساتھ نہ ہو، کیا تم میری مدد کرنے کے لئے تیار ہو؟ تا کہ میں اور تم اس مصیبت سے بچ جائیں۔ کہا کہ شوہر کی مدد کرنے کے لئے بیوی کیوں تیار نہ ہو، کہا کہ آؤ دیکھو یہ ایک ہزار دینار کی تھیلی آئی ہے یہ بہت خطرناک اور فتنہ والی تھیلی ہے اب اس کو اپنے گھر میں سے دور کر دینا ہے اور اس کو تقسیم کر دینا ہے کیا تم میرا اس میں ساتھ دیتی ہو اب وہ تو زبان دے چکی تھی اس نے کہا کہ ہاں میں ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں چنانچہ اس کو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں پیک کر کے لوگوں

کے لئے تقسیم کر دیا گیا وہ بیوی بھی ویسی ہی تھی صحابیؓ کی بیوی تھی سعید بن عامرؓ کی بیوی تھی اللہ کے برگزیدہ بندے کی بیوی تھی۔

فقیری میں بادشاہی

سنئے بادشاہی میں فقیری کیسے ہوتی ہیں میں آپ کو بتلاتا ہوں فقیری میں لوگ بادشاہی کرتے ہیں جیسے حضرت سعید بن عامرؓ نے ان پیسوں کو تقسیم کر دیا اور بادشاہی کا ثبوت دیا اور جیسے ہمارے علماء کرام مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ کویت اور دبئی کی حکومت نے ان کو تمغہ اور میڈل دینے کے لئے ایک اسپیشل ہوائی جہاز بھیجا تھا پھر بھی حضرت مولانا علی میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو میڈل اور تمغہ میرے نام ہے اس کو مدارس اسلامیہ اور غرباء کے نام خرچ کر دیا جائے کروڑوں روپیہ کا میڈل اور تمغہ تھا اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا، اسے کہتے ہیں فقیری میں امیری اور فقیری میں بادشاہی۔

حضرت عمرؓ کا حمص شہر کا دورہ

اب اسی واقعہ کو میں آگے بڑھاتا ہوں ایک مدت گزری حضرت عمرؓ ڈائیریکٹ حمص تشریف لائے حضرت عمرؓ تو دورہ کرتے تھے ان کی حکومت کا زمانہ دس سال سے زائد رہا ہے خالی ایک جگہ بیٹھے نہیں رہتے تھے اور دورہ بھی کرتے تھے تو ایسا نہیں کہ ہندوستان کا وزیر اعظم دنیا بھر میں گھومتا ہے صرف مہمان نوازیوں کے حاصل کرنے کے لئے، ورنہ اسے یہی معلوم نہیں ہے کہ ہندوستان کے دیہاتوں اور شہروں

کا کیا حال ہے، لیکن حضرت عمر بن خطاب ؓ اپنی پوری حکومت کا دورہ کرتے تھے اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے اور ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ حمص تشریف لائے۔ حمص جا کر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور پوری رعایا میں اعلان کروایا کہ میں تم سب لوگوں سے ایک انکوائری کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارا گورنر کیسا ہے تاریخ کی کتابوں میں حمص شہر کا نام چھوٹا کوفہ بھی ملتا ہے جو بغداد کا ایک شہر ہے اور کوفہ میں عموماً باغی لوگ ہی بستے ہیں یعنی بغاوت کرنے والے بدمعاش قسم کے لوگ اور یہی کوفہ وہ جگہ ہے جس نے حضرت امام حسین ؓ کو بھی شہید کر دیا تھا۔

تو حمص کے لوگوں میں بھی تھوڑی بہت بدمعاشی تھی اور بدمعاشی یہ تھی کہ وہ لوگ شکایت کرنے کے زیادہ عادی تھے کچھ لوگوں کی طبیعت ایسی رہتی ہے کہ وہ شکایت ہی کرتے رہتے ہیں کسی کے بارے میں بھی۔ جیسے کچھ مصلیوں کی عادت ہوتی ہے کہ امام صاحب کی شکایت ہی کرتے رہتے ہیں اور کچھ مصلیوں کی عادت ایسی رہتی ہے کہ کمیٹی والوں کی ہی شکایت کرتے رہتے ہیں اور کچھ بیویوں کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ ہر گھر پر جا کر اپنے شوہروں کی ہی شکایت کرتی رہتی ہیں اور کچھ باپ کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ ہر ایک کے سامنے ہمیشہ اپنی اولاد ہی کی شکایت کرتا رہتا ہے کہ میرا لڑکا ایسا اور میری لڑکی ایسی ہے اور میرا بھائی ایسا ہے، کچھ لوگوں کی طبیعت ہی بن جاتی ہے تو حمص والوں کی عادت تھی کہ وہ گلے شکوے زیادہ کیا کرتے تھے حضرت عمر کو معلوم تھا اس لئے حضرت عمر ؓ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ چلو بتاؤ تمہارے گورنر کی کوئی شکایت

ہے انہوں نے تو شروع کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ سے متعلق شکایتیں اوران کے جوابات

چنانچہ ان لوگوں نے کہنا شروع کیا اور کہا کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سعید بن عامر جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس گورنر بنا کرر کھے ہوئے ہیں ان کی حالت تو یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھ کر گھر میں جاتے ہیں تو نو دس بجے باہر آتے ہیں اس زمانہ میں گھڑی نہیں تھی کہ نو دس بجے کا وقت میں اپنی زبان میں تعبیر کرر ہا ہوں انہوں نے کہا کہ جب سورج چڑھ جا تا ہے اور اچھی خاصی دھوپ ہو جاتی ہے اس وقت تو باہر آتے ہیں یہ امیر المومنین ہے صبح سویرے آجانا چاہئے اور باہر کرسی لگا کر بیٹھ جانا چاہئے۔حضور اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عمر بن خطابؓ ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ ایک طرف کی بات سن کر کبھی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

سعید بن عامرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تمہاری قوم اس بات کی شکایت کرر ہی ہے کہ تم سورج کے چڑھنے کے بعد گھر سے نکلتے ہو، اس کی جواب دہی کرو، چیمبر میں کھڑے ہو جاؤ ،اور جواب دو۔سعید بن عامرؓ نے فرمایا کہ اب تک میں اپنی ایک عادت اور حالت کو چھپانا چاہتا تھا لیکن آج اس کی ضرورت پڑگئی اس لئے آج میں اس کا جواب دینے کے لئے مجبور ہوں ،فرمایا کہ امیر المومنین میرے گھر میں کوئی خادم نہیں ہے اگر چہ میں گورنر ہوں لیکن میرے گھر میں کوئی کام کرنے والا یا کام کرنے والی نہیں ہے

اور میری بیوی اکثر بیمار رہتی ہے اس لئے میں فجر پڑھ کر گھر جاتا ہوں میں خود آٹا گوندھتا ہوں میں خود روٹی بناتا ہوں، خود کھانا بناتا ہوں اور سب کام ہونے کے بعد وضو کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کی حالت کے لئے باہر آتا ہوں تو اس میں دیر تو لگ ہی جائیگی حضرت عمر بن خطاب ؓ کے آنکھوں میں آنسو آگئے، اور ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی کہ میرے ایک گورنر کی حالت یہ ہے۔

قوم سے اور آگے ایک سوال ہوا کہ اور کچھ شکایت ہے؟ کہا کہ ہاں ایک شکایت اور ہے کہ مہینہ میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ اس دن نماز کے اوقات کے علاوہ دوسرے وقت میں سعید بن عامر بالکل باہر نہیں آتے ہیں، روزانہ تو کم از کم سورج اوپر چڑھنے کے بعد تو آجاتے ہیں لیکن ایک دن ایسا آتا ہے کہ سوائے نمازوں کے اوقات کے وہ باہر آتے ہی نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سعید جواب دو، فرمایا کہ امیر المومنین میرے پاس صرف ایک جوڑا کپڑے ہیں، مہینہ میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ میں اس کو دھوتا ہوں، اور جب تک یہ سوکھتے نہیں ہیں، تب تک میں دوسرے کپڑے نہیں پہن سکتا ہوں، اس لئے میں مہینہ میں ایک دن نہیں نکلتا ہوں، حضرت عمر کو اور زیادہ آنسو آگئے، اور یہ خوشی کے آنسو تھے، اس کو میں آگے سمجھاتا ہوں۔

اور پھر حضرت عمر بن خطاب نے پوچھا کہ اور کوئی شکایت ہے؟ کہا کہ ہاں ایک شکایت ہے کہ رات میں یہ کسی کو ملنے کو تیار ہی نہیں ہوتے ہیں پوچھا گیا کہ سعید کیا یہ سوال صحیح ہے؟ اس کا جواب دو، حضرت سعید بن عامرؓ نے کہا کہ یہ بھی میں بتلانا نہیں چاہتا تھا لیکن آج میری انکوائری ہو رہی ہے اس لئے میں بتا رہا ہوں کہ میں نے دن

اور رات کے حصے کرر کھے ہیں دن میں میں اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت کے لئے لگا تا ہوں اور رات کو میں اپنے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی فیصلہ مجھ سے غلط ہوتا ہے تو دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو مجھے معاف فرما دے اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ کے نیک بندے دن میں شہسوار اور رات میں عبادت کرنے والے ہوتے تھے فرمایا کہ میں بھی ایسا ہی بننا چاہتا ہوں، حضرت عمر نے کہا کہ الحمد للہ۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا اور کوئی شکایت ہے؟ کہا کہ ہاں ایک شکایت ہے اور وہ یہ ہے کہ پوری مجلس لگی ہوئی ہوتی ہے اور ان پر اچانک غشی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور ایسی بیہوشی طاری ہو جاتی ہے کہ ان کو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ لوگ کیا بات کر رہے ہیں اور کیا سنا رہے ہیں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اس کا کچھ بھی ان کو احساس نہیں ہوتا ہے اور غفلت کا عالم چھا جاتا ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ سعید بات صحیح ہو رہی ہے؟

کہا کہ ہاں امیر المومنین بات بالکل صحیح ہو رہی ہے فرمایا کہ امیر المومنین ایک وقت تھا میں اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا مکہ کی وادی میں میرے سامنے ایک منظر پیش آیا تھا کہ کافروں اور مشرکوں کا ایک لشکر حضرت خبیبؓ کو شہید کر رہا ہے اور حضرت خبیبؓ کے ایک ایک انگ کو کاٹ رہا ہے اور کاٹ کاٹ کر مزے لے رہا ہے میں وہاں کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا لیکن میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکا مجھے ہمیشہ جب کبھی یہ منظر میرے سامنے آتا ہے تو ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالی کہیں قیامت کے دن مجھ سے یہ تو نہیں پوچھیں گے کہ میرے محمد ﷺ کے ایک شیدائی کا اور میرے محمد ﷺ کے ایک صحابی کا اس

طرح قتل ہورہا تھا اور تم اس طرح دیکھتے رہ گئے جب یہ منظر میرے سامنے آتا ہے تو پھر مجھ پر ایک دم سے غشی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور حدیث ان کے سامنے بھی تھی کہ، اَلاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَا نَ قَبْلَہٗ ، کہ اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن دل کی خشیت اور خوف ان کے اندر اتنا تھا اس وقت کا بھی خوف محسوس کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اپنے دل کے اندر اتنی خوشی محسوس کی فرمایا کہ الحمد للہ، میں نے جس کو مسلمانوں کی حکومت کے لئے گورنر بنایا ہے وہ بہت بہترین آدمی ہے مجھے اطمینان ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالی کا خوف ہے یعنی میرا انتخاب اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے حضرت عمرؓ جب واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک ہزار دینار کی تھیلی دوبارہ بھیجی پہلے جو بھیجے تھے وہ تو انہوں نے تقسیم کر دیئے تھے حضرت عمرؓ نے دوبارہ خوش ہو کر ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی کہ ایسے لوگ ہیں تو ان کی تو خدمت کرنی چاہیے جب یہ دینار پہونچے تو گھر میں صرف بیوی اور شوہر دونوں اکیلے تھے تو بیوی نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ ایک ہزار دینار آگئے ہیں اب آپ کو روزانہ اپنا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ روزانہ صبح میں روٹی پکاتے ہو، آٹا گوندھتے ہو کپڑے خود سے دھوتے ہو، ایک ہزار دینار آگئے ہیں کوئی ایک خادم خرید لو۔ میرے بھائیو!! فرمایا کہ میری بیوی کیا تو اس بات کو پسند نہیں کریگی کہ ہم اس ایک ہزار دینار کو کسی ایسے بنک میں رکھدیں کسی ایسی ہستی کے حوالہ کر دیں جو سخت ضرورت کے موقع پر ہم کو اور زیادہ کر کے واپس دے اور ضروت کے وقت ملنے والی چیز کی قیمت زیادہ ہی

ہوا کرتی ہے بیوی سمجھ نہیں پائی کہا کہ اگر ایسا ہو تو بہت اچھا ہے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ایک ہزار دینار اللہ تعالی کو قرض حسنہ کے طور پر دیدیئے جائیں، مَن ذَاالَّذِی یُقرِضُ اللّٰہَ قَرضًا حَسنًا فَیُضٰعِفُہُ لَہٗ اَضعَافًا کَثِیرَۃً ، بیوی بھی صحابی کی بیوی تھی تربیت پائی تھی فوراً تیار ہوگئی اور پھر ان دیناروں کو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں پیک کر کے فقراء پر تقسیم کر دیا گیا اصل میں بات یہ تھی جس کو وہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے سن چکے تھے کہ یَدخُلُ الجَنَّۃَ اَلفُقَرَآءُ قَبلَ الاَغنِیَآءِ بِخَمسِ مِائَۃِ عَامٍ کہ محتاج لوگ مالدروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے اس لئے کہ حساب کتاب دینے کی ان کو ضرورت ہی نہیں رہے گی جتنا زیادہ مال اتنا زیادہ حساب و کتاب دینا پڑیگا مال بسانے میں بڑا اچھا لگتا ہے لیکن جب وہاں کہا جائیگا کہ ذرا ٹھہر جاؤ تو وہاں سب کی ہوا نکل جائیگی۔

مال کا حساب بھی دینا ہوگا

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ لَا یَزَالُ قَدَمَا ابنِ اٰدَمَ حَتّٰی یُسئَلَ عَن خَمسٍ کہ اللہ تعالی کے دربار سے بندے کے قدم نہیں ٹل سکتے یہاں تک کہ وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے، ان میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ مال کہاں سے لایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ بتاؤ اب کیا ہوگا اب اگر حلال طریقہ سے لایا ہے لیکن خرچ صحیح نہیں کیا تو اس کا جواب دینا اس کے لئے بھاری پڑیگا۔ اور ایک سوال ہوگا کہ زندگی کہاں گزاری دوسرا سوال یہ ہوگا کہ نوجوانی کہاں گزاری، تیسرا سوال ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا تھا؟ اور چوتھا سوال ہوگا کہ اس کو

کہاں خرچ کیا؟ پانچواں سوال ہوگا کہ جتنا جانتا تھا اس میں سے کتنے پر تو نے عمل کیا؟

اورنگ زیبؒ کا واقعہ

حضرت اورنگ زیبؒ کا نام آپ نے سنا ہوگا انہوں نے اسلام کی بہت خدمت کی، اور مغلوں نے تو دہلی کا لال قلعہ بنایا، کسی نے کچھ بنایا کسی نے کچھ۔ لیکن انہوں نے اللہ کے دین کی خوب خدمت کی ان کے نام کو سن کر کفار لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ میرے استاذ محترم حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اورنگ آباد ہی کے بیان میں فرمایا تھا کہ مغل بادشاہوں کے دلوں میں اسلام کی قدر و قیمت نہیں تھی اس لئے تاریخ میں یہ بات ملتی ہے کہ چھ سو سال کے اندر کسی بھی مغل بادشاہ نے اللہ کے گھر کی زیارت نہیں کی، حج بیت اللہ نہیں کیا اس کی وجہ یہی ہے کہ جس کو طلب ہوتی ہے اللہ تعالی اسی کو اپنے گھر بلاتے ہیں۔

میں آپ کو دلیل دیتا ہوں کہ آپ کبھی ہندوستان جائیں اور آپ کو دیکھنا ہو تو آپ کبھی احمد آباد جایئے، احمد آباد کے اندر ایک مسجد ہے وہاں مسجد کے اندر ایک چھوٹا سا میوزیم ہے، اس میں مولانا اورنگ زیبؒ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ٹوپی موجود ہے اور اورنگ زیبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن بھی موجود ہے، وقت کا بادشاہ ہے وہ چاہتے تو بیت المال میں سے پورا پیسہ لے سکتے تھے وہ چاہتے تو بڑی بڑی تنخواہیں لے سکتے تھے اور سب کچھ کر سکتے تھے، لیکن اپنے ہاتھ سے ٹوپی بناتے تھے، اپنے ہاتھ سے قرآن پاک لکھتے تھے، اس کو بیچ کر اپنے گھر کا گزران چلاتے تھے، انہوں نے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ میری سلی ہوئی ٹوپیوں کی قیمت چار روپیہ پانچ آنے

آئے گی اسی میں سے میرے کفن کا نتظام کرنا اور میرے اسپیشل بٹوے کے اندر چار سو تیس روپئے رکھے ہوئے ہیں جو قرآن لکھا تھا اس کو فروخت کرنے کے بعد ملے ہیں اس رقم کو فقیروں کے اوپر خرچ کر دینا یہی میری پوری دنیا ہے بادشاہ انتقال کر رہا ہے اور اس کی پوری دنیا یہی کل روپیہ ہے۔

فکری انقلاب کردار کو بلند کرتا ہے

حضرت عامر بن سعیدؓ اور حضرت مولانا اورنگ زیبؒ ان دونوں کے واقعات کو نقل کر کے اصل جملہ جو میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب دل کی دنیا بدلتی ہے اور فکر کے اندر انقلاب پیدا ہوتا ہے تو پھر آدمی کے کردار کے اندر بھی بلندی پیدا ہوتی ہے جب دل کی دنیا سنور جاتی ہے اور آدمی کے ذہن ودماغ کے اندر ذرا تبدیلی آجاتی ہے اور وہ غلط راستہ سے خشیت خداوندی پر آجاتا ہے تو پھر اس کے کردار میں بلندی آتی ہے اور اگر کسی قوم نے اپنی فکر ونظر، اور اپنی سوچ کو دنیوی حدود سے آگے نہیں بڑھایا تو پھر اس کے کردار میں پستی آتی ہے، اور پھر وہ قوم کافروں جیسی زندگی بسر کرتی ہے کہ اُنہیں دنیا سے آگے کسی چیز کے بھی سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالی ہم سب لوگوں کو ان واقعات سے سبق لینے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اگر اللہ تعالی ہمیں مال عطا بھی فرمائے تو اس کو ہضم کرنے کی طاقت بھی نصیب فرمائے، تاکہ قیامت کے دن جواب دینا ہم سب لوگوں کے لئے آسان ہو جائے، وہاں تو ٹھنڈے پانی کا بھی حساب دینا پڑیگا، اور جو بھی مشروب پیا ہے اس کا حساب دینا پڑے گا اس لئے اپنے گھر کی بیویوں کا بھی ذہن یہ بنانا چاہئیے کہ وہ مال کے پیچھے، کپڑوں کے پیچھے گھر کے

فرنیچر کے پیچھے اور دنیوی عیش وعشرت کے پیچھے اتنی نہ لگیں کہ قیامت کے دن اُن کو اور ہم کو جواب دینا بھاری ہو جائے دنیا بقدر ضرروت بسانے سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود دنیا بن جائیں اس لئے کہ ہم سب کو دنیا کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے بلکہ دنیا کو ہمارے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے ہمیں خدمت لینا ہے اور خادم کو کتنی دیر گھر میں رکھا جاتا ہے جتنی دیر کہ ہمیں اس سے خدمت لینا ہوتی ہے اللہ تعالی ان حقائق کو سوچنے کی سوچ کر اس کو سمجھنے کی اور سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومو لانا محمد وبا رک وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین